باب ۴۰

بالآخر ہم اپنے نئے مکان میں آ کر براجمان ہو گئے۔ بن اور مس فٹز جیرالڈ دفتری معاملات کے ذمہ دار تھے۔ رھوڈا امور خانہ داری کی جبکہ ساشا اور میں نے جریدے کی ذمہ داری سنبھال لی۔ جبکہ ہر ایک اپنے دائرہ کار میں مصروف تھا کردار اور میلانات میں پائے جانے والے تنوع نے اظہار ذات کے لیے نئے نئے ایوان تلاش کیے جن میں باہمی امور میں مداخلت بیجا کا سایہ نہ پڑنے پاتا۔ سب نے ''فٹزی'' کو جو ہماری ہم کار تھی اسے سب اسی طرح پکارتے جسے ہم سب نے نہایت دلکش عورت پایا اور رھوڈا بھی اسے پسند کرتی اگرچہ وہ اکثر اس بات میں مزے لیتی اور ہماری انسانیت کی محبت میں مبتلا دوست کو اپنی چٹپٹی کہانیوں اور مصالحے دار لطیفوں سے حیران کر دیتی۔

بن اپنی ماں کو اپنے ساتھ رکھ کر خوش تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے لیکن اس کی پوری کائنات بن میں سمٹ آئی تھی۔ اس کا فکری افق بہت تنگ تھا نہ وہ پڑھ سکتی اور نہ لکھ سکتی اور کسی بھی چیز میں دلچسپی نہ رکھتی سوائے اس چھوٹے سے گھر کے جو بن نے اس کے لیے تیار کیا تھا۔ شکاگو میں وہ اپنے برتنوں اور بھانڈوں میں رہتی تھی جن کو کبھی باہر کی ہوا بھی نہ لگی ہو گی۔ وہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتی تھی اور اس کے بدلتے مزاج کو بڑے صبر سے برداشت کرتی چاہے وہ کتنا ہی غیر منطقی ہو۔ وہ اس کے لیے دیوتا تھا جو کبھی کسی غلطی کا ارتکاب نہیں کر سکتا تھا۔ جہاں تک اس کے لاتعداد عورتوں سے تعلقات کا تعلق تھا اسے یقین تھا یہ عورتیں تھیں جو اس کے بچے کو گمراہ کرتی ہیں۔ اسے توقع تھی کہ اس کا بیٹا ایک دن کامیاب ڈاکٹر ہو گا جس کی عزت اور احترام ہو گا اور امیر و کبیر بھی ہو گا۔ اس کے برعکس اس نے اپنی پریکٹس کا آغاز کرتے ہی اسے ترک کر دیا۔ ایک ایسی عورت سے دوستی ''گانٹھ'' لی جو اس سے عمر میں نو برس بڑی تھی۔ اور خود کو خطرناک انارکسٹوں کے جھمیلوں میں ڈال دیا۔ بن کی ماں مجھ سے ہمیشہ بڑے احترام سے ملتی مگر میں اس کی گہری ناپسندیدگی کو بھانپ چکی تھی۔

میں نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا تھا وہ ایسے کروڑوں افراد میں سے ایک تھی جن کے ذہن کی نشوونما ٹھٹھر کر ذاتی زندگی کے محدود نقطے پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ اس کی پسند یا ناپسند کی میرے لیے کیا اہمیت ہوتی اگر بن اس کا سودائی نہ ہوتا اور ماں اس پر واری نہ ہوئی جا رہی ہوتی۔ اسے بھی اس کا احساس تھا کہ ان دونوں کے درمیان کتنی کم چیزیں مشترک ہیں۔ اس کا بیٹے کے ساتھ رویہ اور اطوار اکثر اتنے ناگوار ہوتے کہ وہ اسے وہاں سے رخصت ہو جانے پر مجبور کر دیتے اور یہ ہمیشہ اس وقت ہوتا جب وہ ماں سے ملنے شکاگو جاتا۔ اس کے باوجود اس پر ماں کا گہرا اثر تھا جس سے نجات پانا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ اس کے ذہن پر مستقل سوار رہتی۔ اس کا ماں سے والہانہ پن ایک ایسا آتشکدہ تھا جس کے اندر کسی اور عورت کی محبت نہیں پنپ سکتی تھی۔ اس کا ماں سے متعلق ذہنی الجھاوا میرے لیے بہت باعث تکلیف تھا بلکہ وجہ یاس بھی۔ اس سب کے باوجود اور تمام اختلافات کے ہوتے ہوئے میں بن سے محبت کرتی تھی۔ میں آرزو کرتی تھی کہ اس کے ساتھ چین اور ہم آہنگی رہے۔ میں چاہتی تھی کہ وہ خوش اور مطمئن رہے اور اسی لیے میں نے اس کی تجویز سے اتفاق کر لیا کہ وہ اپنی ماں کو نیویارک لے آئے۔

اسے گھر کا سب سے اچھا کمرہ رہنے کے لیے دیا گیا جس میں اس نے اپنا فرنیچر رکھا تاکہ آرام و راحت محسوس کرے۔ بن ناشتہ اسی کے ساتھ کرتا اور کوئی ان کے نزدیک نہ جاتا جس سے ان کی فراغت میں ہرج پڑتا۔ جب ہم سب مل جل کر کھاتے تو اسے اعزازی نشست ملتی اور ہر ایک اس سے بڑے تکلف اور احتیاط سے پیش آتا۔ لیکن اسے یہ بھی اچھا نہ لگتا کیونکہ وہ اپنی قدیم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مقرر جگہ پر نہیں تھی۔ وہ اپنے شکاگو کے پرانے گھر کو یاد کرکے گھلی جا رہی تھی اور یوں وہ غیر مطمئن اور ناخوش تھی۔ پھر بدنصیبی یہ ہوئی کہ ایک دن بّن نے ڈی۔ ایچ لارنس کی کتاب (Sons and Lovers) کو پڑھنا شروع کر دیا۔ کتاب کے پہلے ہی صفحے میں وہ اور اس کی ماں موجود ہیں۔ اس میں اسے اپنی اور اپنی ماں کی کہانی سمجھ میں آ گئی۔ دفتر، ہمارا کام اور ہماری زندگی کا فور ہونے لگی۔ اب تو ماں اور کہانی چھوڑ کر اسے کوئی اور بات سمجھ میں نہ آتی اور اسے یہ احساس ہونے لگا کہ میں...... یا کوئی اور...... اس کی ماں سے بدسلوکی کر رہا ہے۔ اس لیے اسے وہاں سے دور لے جانا ہوگا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اسے ہر چیز کو ترک کر دینا چاہئے اور صرف ماں کے لیے جینا چاہئے۔

میں ان دنوں اپنے ڈرامے کے متعلق کتاب کے مسودے کی تیاری کے بیچ میں تھی اور میں کئی لیکچر بھی دینے والی تھی اور مدرارتھ کی بھی بہت سی ذمے داریاں سر پر تھیں اور جے ایم رانجیل، چارلس کلاّین اور آئی ڈبلیو۔ ڈبلیو کے ٹکساس میں گرفتار شدگان کا مرید جو اس لیے میکسیکو جا رہے تھے تا کہ اپنے ملک کے انقلاب میں حصہ لے سکیں۔ کلاّین کے علاوہ سب ہی لوگ میکسیکو کے شہری تھے۔ یہ ایک امریکی تھا۔ ان پر ایک مسلح دستے نے حملہ کیا تھا۔ اور اس جھڑپ میں تین میکسیکو والے اور ایک ڈپٹی شیرف کو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اب چودہ افراد جن میں رانجیل اور کلاّین بھی شامل تھے قتل کے الزام میں مقدمے کی سماعت کے منتظر تھے۔ اس کے لیے پرچار کرنے کی ضرورت تھی تا کہ مشرقی ساحل کے کارکنوں کو صورتحال کی سنگینی کا اندازہ ہو جائے۔ میں نے دلائل دئیے میں نے قائل کرنے کی کوشش کی اور بّن سے التجائیں کیں کہ لارنس کی کتاب کہیں اس کے اوسان نہ خطا کر دے مگر یہ سب بے سود رہا۔ بّن سے تواتر کے ساتھ تو تو میں میں ہونے لگی اور گرما گرمی بھی ہو جاتی۔ ہر دن ہماری زندگی دشوار سے دشوار تر ہوتی گئی۔ راہ نجات کی ضرورت پڑ گئی۔ میں اپنے دکھ میں کسی اور کو شریک نہیں کر سکتی تھی۔ ساشا سے تو سب سے کم۔ جو ابتدا ہی سے اس گھر کی اسکیم کے خلاف تھا جس میں ایک چھت کے تلے بّن اور اس کی ماں کے ساتھ رہنا ہو۔

علیحدگی کی گھڑی آ گئی۔ بّن نے ایک مرتبہ پھر سے اپنی ماں کے متعلق دیرینہ فریادیں شروع کر دیں۔ میں کچھ دیر تک تو خاموشی سے سنتی رہی اور پھر کوئی چیز میرے اندر پھٹ پڑی۔ اس خواہش نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے مجھے بّن سے تمام تعلقات توڑ لینے چاہئیں۔ اور کچھ ایسا کرنا چاہئے کہ اس کے متعلق آنے والے تمام خیالات کی راہیں مسدود کر دینا چاہئیں اور اس ذات شریف کی تمام یادیں بھی جس نے گزشتہ کئی برسوں سے دیوانہ بنا رکھا ہے۔ میں نے اندھے طیش میں ایک کرسی اٹھائی اور اس پر پھینک دی۔ جو ہوا میں دائرے بناتی ہوں اس کے قدموں پر جا گری۔

اس نے میری طرف ایک قدم بڑھایا پھر ٹھہر گیا حیرانی اور خوف میں مجھے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔

''بہت ہو چکا'' میں چلائی جبکہ درد اور برہمی میں مبتلا تھی۔ ''میں تم سے اور تمہاری ماں سے بھر پائی۔ جاؤ اور اسے بھی ساتھ لے جاؤ، آج اور اسی وقت!''

وہ منہ سے ایک لفظ نکالے بغیر باہر چلا گیا۔

بّن نے ایک چھوٹا سا فلیٹ اپنے اور ماں کے رہنے کے لیے کرائے پر لے لیا۔ اس نے پھر سے دفتر آنا شروع کر دیا۔ اس حد تک ہم میں اشتراک کار تھا لیکن باقی سب موت کے گھاٹ اتر چکا تھا۔ میں زیادہ توجہ طلب کاموں میں لگ کر فراموشی پانے لگی۔ میں ہفتے میں کئی مرتبہ لیکچر دینے جاتی، اس مہم میں حصہ لے رہی تھی جو آئی ڈبلیو۔ ڈبلیو کے لڑکوں کی کینیڈا کے کانکنوں کی ہڑتال کے سلسلے میں ہونے والی گرفتاریوں پر شروع ہوئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میں اپنی ڈرامے کی کتاب پر بھی کام کرتی رہی۔ اور فٹزیؔ کو اس کے ابتدائی مسودے کا املا لکھاتی رہتی۔

جب سے اس نے مدرارتھ گروپ میں شمولیت اختیار کی تھی۔ میں اسے اچھی طرح جان چکی تھی۔ وہ ایک نادر روزگار شخصیت تھی جو ایک فیاض روح کے سانچے میں ڈھلی تھی۔ اس کا باپ آئرلینڈ کا تھا مگر ماں کی جانب سے اس کے پرکھے امریکی تھے جنہوں نے پہلے پہل اس سرزمین پر قدم رکھا تھا اور وسکونسن کے ابتدائی آبادکار۔ انہیں سے ورثے میں فٹزیؔ کو اپنی خود

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مختاری ملی تھی اور خود انحصاری بھی۔ پندرہ برس کی عمر میں وہ سیونتھ ڈے اڈونٹسٹ میں شامل ہوگئی اور وہ بھی اپنے والد کی ناراضی کے باوصف۔ لیکن اس کی تلاش حق کی جستجو وہاں ختم نہ ہوئی۔ جیسا کہ وہ اکثر کہا کرتی تھی میرا خدا کا تصور اڈونٹسٹ نظریات کے مقابلے میں کہیں زیادہ حسین اور رواداری پر مبنی ہے۔ یوں وہ ایک دن مذہبی عبادت کے دوران میں اچانک کھڑی ہوگئی اور عبادت گزاروں کے مجمعے سے کہنے لگی کہ اسے ان لوگوں میں سچ نہیں ملا اور اس چھوٹے سے دیہی گرجا سے اور عقیدتمندوں کی صفوں میں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ وہ آزاد خیالی اور ریڈیکل سرگرمیوں میں دلچسپی لینے لگی۔ سوشلزم نے بھی اسے مایوس کیا کیونکہ وہ بھی کلیسا ہی کے مانند تھا یعنی ایک بے دلیل عقیدہ۔ اس کی فراخ طبیعت کو انارکسٹ نظریات کے آزادی کے تصورات میں بہت دلکشی ملی۔ میں فٹزؔی کی جبلی تصوریت' معاملہ فہم روح پر فدا ہوتی چلی گئی اور بتدریج ہم ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے چلے گئے۔

سال ختم ہونے میں چند دن باقی تھے اور ہم نے اپنے نئے گھر میں آنے کی کوئی تقریب نہیں کی تھی۔ نئے سال کا پہلا دن اس تقریب کے لیے موزوں سمجھا گیا تا کہ تمام دوستوں اور مدرارتھ کے سرگرم حامیوں کو پرانے سال کو ٹھوکر مار کر بھگانے کا موقع دیا جائے تا کہ اس کے ساتھ اس کی تکالیف اور درد بھی نکل جائے اور نئے سال کو جوش وخروش سے گلے لگایا جائے اور اس کی فکر نہ کی جائے کہ یہ اپنے ہمراہ کیا لاتا ہے۔ رھوڈؔا پر تو شادی مرگ طاری ہوگیا اور اس نے بڑی محنت سے رات گئے تک اس جشن کے لیے تمام انتظامات مکمل کیے۔ نئے سال کی شام میں ہمارے دوست جلوس کی صورت میں آئے جن میں شاعر مصنفین باغی عیش پرست اور مختلف خیالات' رویوں اور عادات کے لوگ بھی تھے۔ وہ فلسفے' سماجی نظریات' فن اور جنس کے موضوعات پر بحث مباحثہ کرتے رہے۔ انہوں نے تمام خوش ذائقہ چیزیں کھائیں جنہیں رھوڈؔا نے پکایا تھا اور ان شرابوں کو پیا جنہیں ہمارے فیاض اطالوی دوستوں نے بھیجا تھا۔ سب ہی نے رقص کیا اور خوش ہوئے لیکن میرے خیالات بؔن پر مرکوز رہے آج جس کی سالگرہ کا دن تھا۔ وہ پینتیس سال کا ہوگیا اور میں چوالیس برس کی ہونے والی تھی۔ ہماری عمروں میں پایا جانے والا فرق ایک المیہ تھا۔ میں تنہائی محسوس کر رہی تھی اور ناقابل بیاں حد تک افسردہ۔

نیا سال ابھی نوعمر ہی تھا کہ پورا ملک محنت کشوں کے خلاف شرمناک نعروں سے گونجنے لگا۔ ویسٹ ورجینیا میں ہونے والے ہولناک واقعات کے بعد وہیٹ فیلڈ کیلی فورنیا میں حشیش الانبار کے کھیتوں میں بھی ویسے ہی ستم ڈھائے گئے۔ یہی سب کچھ ٹرینڈاڈ کولوراڈو اور مشی گن ریاست میں واقع کالومٹ میں بھی ہوا۔ پولیس ملیشیا اور شہریوں کے مسلح دستے استبداد کی حکومت چلا رہے تھے۔

وہیٹ فیلڈ میں تیئس ہزار حشیش الانبار کے چننے والوں نے جو ایک اخباری اشتہار کی وجہ سے گئے تھے انہوں نے خود کو ایسے بدترین حالات میں پایا جہاں مویشی بھی نہیں رکھے جاسکتے تھے۔ انہیں سارا دن کام میں لگائے رکھا جاتا جس میں نہ کوئی وقفہ ہوتا اور نہ کھانا دیا جاتا یہاں تک کہ پینے والا پانی بھی نایاب تھا جھلساتی دھوپ میں اپنی پیاس بجھانے کے واسطے انہیں مجبور کیا جاتا کہ وہ لوگ ڈرسٹ خاندان کے ارکان سے پانچ سینٹ فی گلاس کے حساب سے سکنجبین خریدیں۔ یہ کنبہ ہوپ فیلڈ کا مالک تھا۔ ان حالات کے ناقابل برداشت ہوجانے پر پھل پھول توڑنے والوں نے ڈرسٹؔ کے پاس ایک وفد بھیجا۔ وفد کو ہراساں کیا گیا اور مارا پیٹا گیا۔ جس پر انہوں نے بھی جواب دیا۔ مقامی ارباب اختیار جنہیں برنس جاسوسوں کی ایجنسی کی اعانت حاصل تھی اس کے علاوہ نیشنل الائنس اور بعد ازاں نیشنل گارڈز سب ہی نے ہڑتالیوں کو دہشت زدہ کیا۔ انہوں نے کارکنوں کے ایک جلسے کو منتشر کردیا اور بلا کسی اشتعال انگیز کے ان پر گولی چلادی۔ دو افراد ہلاک ہوگئے اور لاتعداد گھائل۔ ڈسٹرکٹ اٹارنی اور ایک ڈپٹی شیرف کی بھی جان گئی۔ بہت سے ہڑتالیوں پر ''تیسرے درجے'' کا تشدد کیا گیا جبکہ ان میں سے ایک کو تو اس لیے چودہ دن نہ سونے دیا گیا تا کہ اس سے جرم کا اعتراف کرالیا جائے۔ اس نے تو خودکشی کی کوشش کی۔ دوسرا جو پولیس کے حملے میں اپنا بازو گنوا چکا تھا خود کو لٹکا کر ہلاک کر بیٹھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان سیاہ فام امریکی ہنڈرڈز میں سے ایک مدر جونز تھی جو مقامی تحریک میں حصہ لینے والی مشہور عورت تھی۔ بالکل زاروں کے انداز میں اسے جنرل چیز کے حکم پر ٹرینڈاڈ بدر کر دیا گیا۔ اسے دھمکی دی گئی کہ اگر اس نے واپس آنے کی جرأت کی تو اسے تنہائی کی قید میں ڈال دیا جائے گا۔ کالومٹ میں موئیر کو جو کانکنوں کی مغربی فیڈریشن کا صدر تھا اس کی پیٹھ میں گولی ماری گئی اور اسے قصبے سے نکال باہر کیا گیا۔ ملک بھر میں ہونے والے ایسے ہی واقعات نے مجھے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کیا کہ میں ایک ایسا لیکچر دوں جس میں محنت کشوں کے تحفظ ذات کے حق پر گفتگو کی جائے۔ فلیڈیلفیا کی ریڈیکل لائبریری نے مجھے لابر ٹمپل میں تقریر کرنے کو مدعو کیا۔ اس سے پہلے کہ میں ہال تک پہنچتی پولیس نے سب لوگوں کو ہال سے نکال باہر کیا اور اسے مقفل کر دیا۔ اس کے باوجود میں نے تقریر کی۔ ریڈیکل لائبریری کی حدود میں' اسی طرح نیو یارک میں اور دیگر کئی شہروں میں۔

بن سے میرے تعلقات جو پہلے سے بھی زیادہ کشیدہ ہو چکے تھے بالآخر ناقابل برداشت ہو گئے۔ بن بھی میرے مقابلے میں کوئی کم ناخوش نہ تھا۔ اس نے ماں کے ساتھ شکاگو لوٹ جانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر سے مطب چلانے کا بھی۔ میں نے اسے روکنے کی کوشش نہ کی۔

یہ پہلی بار ہونے والا تھا کہ میں ''جدید ڈرامے کی سماجی اہمیت'' پر ایک سلسلہ ہائے تقریر شروع کرنے جا رہی تھی۔ جو دو زبانوں میں تھا ایدیش اور انگریزی۔ بیالسویں اسٹریٹ پر بر کلے تھیٹر کو اس مقصد کے لیے کرائے پر حاصل کر لیا گیا۔ اتنے اہم موقع پر جب میں اس کام کا آغاز کر رہی تھی بن کے پاس نہ ہونے پر میں بہت دلگیر تھی۔ ایسا چھ برس میں پہلی مرتبہ ہونے جا رہا تھا۔ اس کی روانگی نے اگرچہ مجھے احساس رہائی سے معمور کر دیا پھر بھی میں بے بسی سے اسی کی جانب کھنچی جا رہی تھی۔ وہ ہر وقت میرے خیالات پر چھایا رہتا اور اس کے لیے میری ہڑک بڑھتی جا رہی تھی۔ راتوں میں میں یہ ٹھان لیتی کہ اس سے تمام رشتے توڑ لوں گی اور اس کے خطوط بھی نہ وصول کروں گی۔ لیکن صبح میں میں بڑی بے تابی سے اپنی ڈاک کے پلندے میں اس کی تحریر تلاش کرنے لگتی اور اس کام سے میرے جسم میں سنسنی دوڑنے لگتی۔ کسی بھی مرد نے جس سے میں نے عشق کیا تھا کبھی میرے عزم کو اتنا مفلوج نہ کیا تھا۔ میں اس سے پوری قوت سے لڑی مگر میرا دل جنونی حالت میں بن میں اٹکا رہتا۔

میں اس کے خطوط سے سمجھ سکتی تھی کہ وہ بھی میری طرح برزخ میں بیٹھا تھا اور وہ بھی خود کو محبت کے سحر سے نہیں نکال پایا تھا۔ اس کی یہ کوشش کہ وہ طبی پیشہ جاری رکھے ناکام ہو گئی۔ اس نے لکھا کہ تم نے میرے پیشے کو سمجھنے کے لئے نیا زاویہ دیا تھا اور وہ بھی اب محسوس کرتا ہے کہ کسی کو معمولی سا افاقہ دینا کتنی ناکافی بات ہوتی ہے۔ اسے پتہ چل چکا تھا کہ غریبوں کو بہتر حالات کار اور بودوباش کا بہتر ماحول چاہیئے۔ انہیں سورج کی روشنی تازہ ہوا اور آرام ملنا چاہیئے۔ سفوف اور گولیاں ان کے کس کام آ سکتی ہیں؟ طبی ڈاکٹروں کی ایک بڑی تعداد یہ محسوس کرتی ہے کہ ان کے مریضوں کی صحت کا انحصار ان کے نسخوں پر نہیں ہے۔ انہیں صحیح علاج بھی معلوم ہے لیکن وہ غریبوں کی ناسمجھی پر دولتمند بننے کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ اب دوبارہ ان جیسا نہیں بن سکتا۔ بن نے لکھا۔ اس ضمن میں اس کی بربادی کا سبب میں تھی۔ میں اور میرا کام اس کی زندگی کے لیے قوت حیات کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ مجھ سے محبت کرتا تھا۔ وہ اس بات کو کہیں بہتر سمجھنے لگا تھا بمقابلہ ماضی کے جب ہم پہلی مرتبہ ملے تھے۔ اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا نیو یارک کے قیام کے دوران رویہ ناروا تھا۔ وہ میرے دوستوں کو ایک بوجھ سمجھتا اور ان کی موجودگی میں بے اطمینانی محسوس کرتا۔ انہیں بھی اس پر اعتبار نہ تھا جس نے اسے ان کی طرف مزید معاندانہ بنا دیا۔ اور نیو یارک میں مجھ میں بھی یہ تبدیلی آ گئی تھی کہ میں اسے یہ احساس دلانے لگتی۔ جیسے وہ ساشا سے کمتر ہو۔ جن دنوں ہم دونوں دورے پر ہوتے اس زمانے میں میں اس پر زیادہ ناقدانہ رویہ اختیار کر لیتی۔ اس نے لجاجت سے لکھا کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر سے کوشش کرنا چاہیئے۔ صرف ہم دونوں کو ایک دورے پر روانہ ہو جانا چاہیئے۔ اسے اس کے سوا کچھ اور نہیں چاہیئے۔ اس کے خطوط منشیات کی مانند تھے۔ وہ میرے ذہن کو سلا دیتے مگر ان سے میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں۔ میں اس کی محبت کی یقین دہانیوں پر جینے لگی۔

موسم سرما میں پورا ملک بے روزگاری کے عارضے کی لپیٹ میں آ گیا۔ صرف نیو یارک میں ڈھائی لاکھ افراد بے کار بیٹھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھے اور دیگر شہر بھی اس سے کوئی کم نہ متاثر ہوتے تھے۔ مصائب میں خلاف معمول سخت موسم نے اضافہ کر دیا۔ اخبارات نے خوفناک صورتحال کو کم سے کم کر کے بیاں کیا: سیاستدانوں اور مصلحین کا ردعمل نیم دلانہ تھا۔ چند تسلی بخش فقروں اور حالات کی تفتیش کرنے کی فرسودہ سی تجاویز کی مہین سی آوازیں سنائی دیں اور یہی سب کچھ تھا جو ایسے لوگ ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے مصائب کے لیے پیش کر سکتے تھے۔

جنگجو عناصر نے عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ انارکسٹوں اور آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو والوں نے بے روزگاروں کو منظم کیا اور ان کے لیے قدرے تسکین کا بندوبست کیا۔ میری برکلے تھیٹر کی تقاریر اور دیگر جلسوں میں جو بے روزگاروں کی امداد کے لیے کی گئی تھیں لوگوں نے جی کھول کر دیا مگر یہ سب کچھ ضرورتوں کے سمندر میں ایک قطرے کا گرنا تھا۔

پھر ایک خلاف توقع بات ہوئی جس نے صورتحال کو بڑی موثر شہرت دی۔ فاقہ کشوں اور ٹھٹھرے ہوئے لوگوں نے ایک نعرہ بلند کیا کہ ہمیں مدد کے لیے مذہبی اداروں کا پھیرا لگانا چاہیے۔ بے روزگاروں کا ایک ہجوم جس کی قیادت ایک زوردار نوجوان فرینک تیغن بام کر رہا تھا نیویارک کے گرجاؤں کی طرف مارچ کرنے لگا۔

ہم سب ہی اس کی محبت میں مبتلا ہو گئے کہ اس نے کس وسیع پیمانے پر لوگوں میں بیداری پیدا کی تھی اور وہ بھی بلا کسی نام ونمود کے۔ وہ اپنا فارغ وقت زیادہ تر ہمارے دفتر میں صرف کرتا مطالعہ کرتا یا مدر ارتھ سے متعلق کاموں میں ہاتھ بٹاتا۔ اس کی ان عظیم خوبیوں سے یہ امید باندھی جا سکتی تھی کہ محنت کشوں کی جدوجہد میں فرینک ایک دن اہم کردار ادا کرے گا۔ تاہم ہم میں سے کسی کے شان وگمان میں بھی نہ آیا تھا کہ یہ کم گو اور محنتی دوست وقت کی پکار پر اس عجلت سے لبیک کہے گا۔

نہ جانے ڈر کے مارے یا گرجاؤں کی طرف جلوس کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر ان میں سے کئی ایک نے بے روزگاروں کے دستوں کو خوراک، پناہ گاہ اور رقوم بھی دیں۔ ان کی کامیابیوں سے شہ پا کر ایک سو نواسی بے روزگار جن کی اگوائی فرینک کر رہا تھا شہر کے ایک کیتھولک گرجا گھر پہنچ گیا۔ ان کا محبت اور تپاک سے استقبال کرنے کے بجائے سینٹ الفونس چرچ کے ایک پادری نے ان نمک حراموں کو اپنے خدا کی جانب پھیر دیا جس کا یہ فرمان ہے کہ اپنا سب کچھ غریب کو دے دو۔ دو جاسوسوں کی چشم پوشی کی مدد سے اس نے فرینک تیغن بام اور کئی بے روزگاروں کو گرفتار کروا دیا۔

فرینک کو ایک سال قید کی سزا دی گئی جو اسے اصلاحی جیل میں کاٹنا تھی اور پانچسو ڈالر کا جرمانہ کر دیا گیا جس کے معنی مزید پانچ سو دنوں کی اسیری تھی۔ اس نے ایک زبردست موقف اختیار کیا اور اپنی صفائی میں اس نے جو تقریر کی وہ دانش مندی اور مزاحمت سے پر تھی۔

تیغن بام کی گرفتاری پر مظلوموں کے نام نہاد ٹھیکیداروں نے جو خاموشی اختیار کی تھی وہ ان کا مکروہ چہرہ تھا۔ عوام کے خلاف اس کھلی سازش پر لوگوں کو چوکنا کرنے کے لیے سوشلسٹوں نے ایک انگلی بھی نہ اٹھائی جو ارباب اختیار اور سینٹ الفونس گرجا والوں نے مل کر تیار کی تھی تا کہ فرینک تیغن بام کو عبرت کا نشان بنا دیا جائے۔ 'دی نیویارک کال' جو ایک سوشلسٹ روزنامہ تھا اس نے سزا یافتہ لڑکوں پر طنز کیا اور یہاں تک کہا کہ فرینک تیغن بام چوتڑوں پر بید کھانے کا مستحق ہے۔

سوشلسٹ پارٹی اور آئی ڈبلیو ڈبلیو کے چند ممتاز رہنماؤں نے یہ کوششیں کیں کہ بے روزگاروں کی سرگرمیاں مفلوج ہو جائیں۔ اس کا محض یہ فائدہ ہوا کہ بے روزگاروں کی تنظیم کا جوش وخروش بڑھ گیا جو متعدد محنت کشوں اور ریڈیکل اداروں پر مشتمل تھی۔ یہ طے ہوا کہ ایک بہت بڑا جلسہ یونین اسکوئر پر مارچ کی اکیس کو کیا جائے۔ جس میں نہ تو آئی ڈبلیو ڈبلیو اور نہ ہی سوشلسٹ شریک ہوں گے۔ اس تحریک کا روح رواں ساشا تھا۔ کام میں اس کا دوگنا حصہ تھا چونکہ میں اپنے مسودے کو مکمل کرنے میں الجھی ہوئی تھی اور تواتر سے لیکچر دے رہی تھی اور دفتری امور نبٹا رہی تھی۔

جلسہ عام بہت بڑا اور جوش وخروش والا تھا۔ اس نے مجھے ایسے ہی ایک مظاہرے کی یاد دلا دی جو اسی مقام پر اور ایسے ہی ایک مقصد کے لیے ۱۸۹۳ء میں منعقد کیا گیا تھا۔ اس وقت سے بظاہر کوئی چیز نہیں تبدیل ہوئی تھی۔ پہلے ہی کی طرح آج بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سرمایہ داری کی ستمگری زوروں پر تھی۔ ریاست انفرادی اور سماجی حقوق کو کچل رہی تھی اور کلیسا ان کا اتحادی تھا۔ پہلے کی طرح اب وہ لوگ جو بے زبان اکثریت کی تکالیف کے متعلق آواز اٹھاتے تو انہیں مقدمات میں ماخوذ کر کے جیل میں ٹھونسا جا رہا تھا۔ اور یوں لگتا تھا جیسے خلقت ہمیشہ کی طرح اپنی بے چارگی کی وجہ سے اطاعت کا وطیرہ اختیار کیے ہے۔ اس خیال نے مجھ میں گہری یاسیت پیدا کر دی اور مجھے اس پر مجبور کر رہی تھی کہ میں اس چوک سے فرار ہو جاؤں۔ مگر میں نے جنبش نہ کی۔ میں اس لیے ٹھہری رہی کہ میرے دل کے نہاں خانوں میں ایک ایسا یقین کامل موجود تھا کہ ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں۔ مجھے معلوم تھا کہ دائمی تبدیلی کی قوتیں ہمیشہ فعال رہتی ہیں؛ زندگی ہر لحہ تبدیلی کی زد پر ہے۔ قدیم چشموں کے خشک سوتوں میں سے نئی لہریں موجزن ہوتی ہیں۔ میں ٹھہری رہی اور اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے مجمعے کو خطاب کرنے لگی۔ میری طبیعت جب ترنگ میں آ گئی تو میں نے تقریر کرنا شروع کیا۔

تقریر ختم کرتے ہی میں اسکوئر سے روانہ ہو گئی جبکہ ساشا جلسے میں ٹھہرا رہا۔ جب وہ گھر لوٹا تو مجھے معلوم ہوا کہ جلسے کے اختتام پر اس نے جلوس کی شکل اختیار کر لی اور وہ پانچویں ایونیو پر جا کر منتشر ہو گئے۔ یہ عظیم اجتماع جب روانہ ہوا تو اپنی بغاوت کی علامت کے طور پر سیاہ پرچم لیے ہوئے تھا۔ یہ پانچویں ایونیو کے باسیوں کے لیے ایک پرخطر منظر ہوگا اور پولیس کے لیے بھی اس سے کم نہ ہوگا۔ اسی لیے آخرالذکر نے کوئی مداخلت نہ کی۔ بے روزگار فیر رسینٹر تک مارچ کرتے ہوئے گئے۔ چودھویں سے ایک سو ساتویں اسٹریٹ تک جہاں پر انہیں سادہ سا کھانا کھلایا گیا۔ تمبا کو دی گئی اور سگریٹ پیش کیے گئے۔ اور عارضی رہائش کی جگہ دی گئی۔

بے روزگاروں کے اس مظاہرے نے بڑھ کر شہر گیر مہم کی صورت اختیار کر لی۔ ساشا جس کی دلیری نے اسے ہر کس و ناکس کا محبوب بنا دیا تھا جو اس کی زندگی سے واقف تھا اور اس کی تنظیمی اور رہنمائی کرنے کی صلاحیتوں سے باخبر تھا۔ اپنی انتھک مساعی میں اسے نوجوان باغیوں کو ایک بڑی تعداد کی اعانت بھی حاصل تھی جو جانفشانی سے اس کے ساتھ کام کر رہے تھے۔

بر کلے تھیٹر میں میری تقاریر کے سلسلے نے چند دلچسپ اور دل آویز تجربات سے بھی دو چار کیا۔ ایک واقعہ تو یہ ہوا کہ ویلز سے آئے ہوئے تھیٹر کے اداکاروں کو جو مختلف مسائل میں گھرے ہوئے تھے میرے لیے ان کی مدد کرنا ممکن ہوا اور دوسرا یہ کہ مجھے واوڈیول کے اسٹیج پر آنے کی پیشکش ہوئی۔ میرے ناٹک کے موضوع پر لیکچر دینے کی وجہ سے میری ہر تھیٹر تک رسائی مفت ہونے لگی۔ اور یوں ایک کھیل بنام ''چیلنج'' کی پہلی پیشکش پر موجود ہونے کی سہولت پیدا ہوگئی جسے ویلز کے ایک ڈرامہ نگار جے۔ او۔ فرانسؔس نے لکھا تھا۔ میں نے انگریزی زبان میں جتنے بھی ڈرامے دیکھے تھے ان میں یہ سب سے زیادہ موثر ثابت ہوا۔ یہ اس خوفناک صورتحال کا آئینہ دار تھا جس میں ویلز کے کانکن اور ان کی جان پر کھیل کر چلائی جانے والی جدوجہد دکھائی گئی تھی تا کہ کان مالکان سے اجرتوں میں چند حقیر پینیز کا اضافہ کرایا جا سکے۔ یہ اتنا اثر انگیز تھا جتنا کہ زولاؔ کی ژرمینال (Germinal)۔ اس کے پہلو بہ پہلو کھیل اس قدیم کشمکش کو بھی کرید رہا تھا جس میں پرانی پیڑھی کے لوگوں کی بھیڑ چال کی عادت کے متعلق تھا کہ وہ اشیاء کو جوں کا توں تسلیم کر لیتے ہیں اور ان کی جوانوں کی جرأت مندی والی عادتوں سے بحث کی گئی تھی۔ ''چیلنج'' سماجی معاملات میں ایک ہیجان خیز اضافہ تھا جس میں ویلز کے اداکاراؤں کے گروہ نے بڑی عمدگی سے رنگ بھرا تھا۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں تھی جب مبصرین کی اکثریت نے کھیل کی مذمت کی۔ ایک دوست نے مجھے مطلع کیا کہ ویلز کا گروہ مالی مشکلات میں گھرا ہوا ہے اور مجھ سے کہا کہ ان کی مدد کے لیے میں ریڈیکل گروپ کو آمادہ کروں۔

سہ پہر میں ہونے والی ایک خصوصی پیشکش میں جو میں نے ان کی مدد کے لیے کرائی تھی وہاں میری نیویارک کے متعدد ڈرامہ نگاروں اور ادبی شخصیات سے ملاقات ہوئی۔ ایک مقبول ڈرامہ نگار نے بڑی حیرانی سے یہ کہا کہ اس مسمار کر دینے والے کھیل کو میں ایک تعمیری اور شاہکار ڈرامہ سمجھتی ہوں۔ میں نے اس کے سامنے یہ وضاحت پیش کی کہ انارکزم زندگی اور فن کے جملہ ادوار اور پہلوؤں کے اظہار کا متمنی ہے۔ اس کی آنکھوں میں معاملہ فہمی کی چمک نہ پا کر میں نے سرسری انداز میں کہا ''وہ لوگ جو اپنے زعم میں خود کو ڈرامہ نگار سمجھتے ہیں آزاد سوسائٹی میں انہیں بھی موقع ملے گا۔ اگر ان میں واقعی صلاحیتیں نہ ہوں گی تو اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باوجود انہیں کئی دوسرے باعزت پیشے پسند کرنے کے لیے دستیاب ہوں گے۔مثلاً جفت سازی۔"

کھیل کے اختتام پر موجود لوگوں نے اس بات پر اپنی آمادگی ظاہر کی کہ وہ ان بے یارومددگار اداکاروں کی مدد کریں گے۔ میں نے اس کا بھی انتظام کیا کہ میرے اتوار والے سامعین کی توجہ میں بھی یہ بات لائی جائے اور مدرار تھ میں بھی ان کی جانب سے اپیل شائع کر دی۔اگلے اتوار کو میں نے "تبدیلی" پر ایک لیکچر دیا۔ویلز تھیٹر کی پوری کمپنی بطور مہمان وہاں موجود تھی۔اور میں ان کے لیے حاضرین میں اتنی دلچسپی پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئی جس سے ان کا کھیل کئی اور ہفتوں تک چلتا رہا۔یہ مدد بھی ان کے لیے کچھ کم اہم نہ تھی۔جب مختلف شہروں میں مقیم ہمارے دوستوں نے متواتر انہیں پیشگی اطلاعات بھیجیں جب وہ ملک بھر کا دورہ کر رہے تھے۔

جب میں ڈرامے کے تعلیمی نصاب کے اختتام پر تھی تو مجھ سے وکٹوریہ تھیٹر کے نمائندے نے رابطہ پیدا کیا۔اس ادارے کا نام واوڈیول تھا جس کا مالک اوسکر ہیمرسٹین تھا۔اس نے مجھے یہ پیشکش کی کہ مجھے دن میں دو مرتبہ پیش ہونا پڑے گا اور اس کا ہفتہ وار معاوضہ تقریباً ایک ہزار ڈالر ہوگا۔میں نے شروع میں ہنس کر اڑا دیا۔واوڈیول کے اسٹیج پر میرا جانا مجھے کچھ اچھا نہ لگا۔مگر مذکورہ شخص مجھے اس کے فوائد کو تسلسل سے بتاتا رہا کہ آپ کی رسائی بڑے بڑے مجمعوں سے ہونے لگے گی اور خطیر رقم کا تو ذکر ہی کیا جو مجھے ملے گی۔میں نے اس تجویز کو مضحکہ خیز کہہ کے مزید غور وخوض کرنے سے انکار کر دیا۔مگر بتدریج اس خیال میں پنہاں فوائد جو مجھے اس مہم سے ملنے والے تھے ان سے میں مغلوب ہوگئی۔بے روزگاروں کی مفلسی ہمارے جلسوں میں بطور چندہ ملنے والی رقوم کو متاثر کر رہی تھی۔ان دنوں لوگوں کی اکثریت لیکچروں میں شرکت اور کتابوں کی خریداری جیسی عیاشیوں کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔نئے گھر میں اُٹھ آنے سے ہم نے جو امیدیں وابستہ کر لی تھیں کہ شاید یوں ہمارے اخراجات گھٹ جائیں گے وہ امیدیں بھی نہ پوری ہوئیں۔واوڈیول تھیٹر کے چبوترے پر چند ہفتے تک نمودار ہونے سے دیرینہ اقتصادی دانتا کل کل سے مجھے نجات مل جائے گی۔اس سے مجھے سال بھر کی فراغت بھی حاصل ہو جائے گی اور مجھے تمام اشیاء اور لوگوں سے قطع تعلق کر کے ایسی فراغت میسر آجائے گی جس کے دوران میں ایسی کتب کا مطالعہ کروں گی جن کی محض یہ اہمیت نہ ہوگی کہ وہ میری تقاریر میں استعمال ہوں۔اس امکان نے میرے تمام اعتراضات کا منہ بند کر دیا۔اور میں ہیمرسٹین پہنچ گئی۔

مینیجر نے مجھ سے کہا کہ وہ پہلے مجھے آزمائے گا اور یہ دیکھے گا کہ تماشائی جمع کرنے کے لیے میرے نام میں کتنی کشش ہے۔ ہم پردے کے پیچھے چلے گئے جہاں اس نے چند اداکاروں سے میرا تعارف کرایا۔وہ رقاصوں' بازیگروں اور سدھائے ہوئے کتوں کو تھامنے والوں کا ایک بچڑ نگا اجتماع تھا۔"مجھے تو تمہیں ان لوگوں کی چکی کے پاٹ میں ڈالنا ہوگا" مینیجر نے کہا۔اسے تو ٹھیک سے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ناچنے والوں کی ہوائی سے پہلے آنا ہوگا یا تربیت یافتہ کتوں کے بعد۔معاملہ کچھ بھی ہو مجھے دس منٹ سے زیادہ نہ ملیں گے۔پردے کے پیچھے سے میں نے اداکاروں کو لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ایسی حرکت وسکنات کرتے دیکھا جس سے مجھے ان پر ترس آنے لگا۔رقاص اپنے چہروں کو ہولناک انداز میں مسخ کرتے۔ان کے تھلتھلے جسموں پر پٹیاں اور جھالریں باندھ کر جوان دکھایا جاتا۔گویوں کی پھٹی ہوئی آوازیں تھیں اور مسخروں کے سستے لطیفے اور مجمع کی سوقیانہ ترنگ۔اس پر میں بھاگ کھڑی ہوئی۔مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ اس ماحول میں کھڑی ہو کر میں اپنے نظریات کو نہیں پیش کر سکتی چاہے قارون کا خزانہ مجھے دے دیا جائے۔

برکلے تھیٹر میں میری آخری رات کو رنگ وبو کے جشن میں بدل دیا گیا۔لیونارڈ ڈی ایبٹ نے صدارت کی اور مقررین میں معروف اداکارہ میری شا جو پہلی عورت تھی جس نے امریکی پارساؤں کے کٹرپن کے باوجود 'مسز وارن کا پیشہ اور بھوت' میں اداکاری کے جوہر دکھائے۔فولا لافولیٹ صلاحیتوں سے معمور اور صاف گو اور جارج مڈلٹن جس کے تحریر کردہ ایک ایکٹ کے ڈرامے کتابی صورت میں شائع ہو چکے تھے۔ان سب نے اپنا زور بیان اس پر صرف کیا کہ ڈراموں کی ان کی نگاہ میں کیا اہمیت ہے۔اور یہ کتنا طاقتور وسیلہ ہے جو لوگوں میں سماجی بصیرت پیدا کرتا ہے جن تک رسائی حاصل کرنا شائید کسی اور طریقے سے ممکن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں ہے۔ وہ میرے کام کو بہ نظر تحسین دیکھ رہے تھے اور میں اس بات پر ان کی ممنون تھی کہ وہ مجھے یہ یقین دلا رہے تھے کہ میری کوششوں سے امریکی دانشوروں کا ایک حصہ عوامی جدوجہد سے میل جول بڑھا رہا تھا۔ اس شام نے میرے اس عقیدے کو استحکام بخشا کہ میں نے اس کام میں جو بھی تھوڑی بہت خدمت کی تھی اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ میں نے کبھی کسی کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ مجھے چکی کے پاٹوں کا دانہ بنادے۔

برکلے کے تمام لیکچر مجھے ایک انمول تحفے کی صورت میں ٹائپ شدہ حالت میں ملے۔ مختصر نویسوں نے اکثر یہ کوشش کی تھی کہ میری تقاریر کو ضابطۂ تحریر میں لے آئیں۔ مگر ہمیشہ ناکام رہتے۔ ان کا بیان تھا کہ میں تیزی سے الفاظ ادا کرتی ہوں خصوصاً اس وقت جب میں اپنے نظریات سے مغلوب ہوتی ہوں۔ ایک نوجوان بنام پاول منٹر اپنے پیشے کا پہلا فرد نکلا جس نے میرے الفاظ کی روانی کو اپنی مختصر نویسی کی مہارت سے شکست دے دی۔ وہ پورے سلسلہ ہائے تقریر میں موجود رہا جو چھ ہفتوں پر محیط تھیں اور ان کے خاتمے پر میرے تقریری نصاب کو ٹائپ شدہ صفحات کی شکل میں مجھے پیش کر دیا۔

پاول کے تحفے کی اہمیت قدر بے بہا ثابت ہوئی جب میں نے اپنی کتاب ’دی سوشل سگنیفیکنس آف ماڈرن ڈراما‘‘ The Social Significance of modern Drama" کا مسودہ مرتب کرنا شروع کیا۔ پاول کے اس مسودے کے طفیل مجھے مضامین لکھنے میں بہت کم تکلیف ہوئی۔ اگرچہ ان دنوں میری ذہنی حالت کافی پرسکون تھی۔ مجھے اب بھی توقع تھی کہ بَن کے ساتھ میری زندگی میں ہم آہنگی ممکن ہے۔ اب یہ امید ختم ہونے والی تھی۔ شائید اسی لیے بقول کسے سانپ گزر چکا تھا اور میں لکیر پیٹ رہی تھی۔ بَن کے شکاگو سے موصول ہونے والے ملتجیانہ خطوط میری سلگتی آرزوں کی جلتی لکڑیوں پر تیل کا کام کر رہے تھے۔ دو مہینے گزرنے کے بعد مجھے روسی دہقانوں کی اس کہاوت میں پوشیدہ یہ دانش نظر آئی ’’اگر تم شراب پیو گے تو مر جاؤ گے اور اگر نہ پیو گے تو بھی تمہیں موت آ جائے گی‘‘، بہتر یہ ہے کہ پیو اور پھر مرو۔

بَن سے دوری کا مطلب تھا شب بیداری اور بے چین دن اور اس کی آرزو میں ادھ موی رہنا۔ اس کی قربت کا مقصد تنازعات اور لڑائی جھگڑا۔ لیکن اس میں یہ بھی فائدہ تھا کہ ایک سرور اور میرے کام کے لیے مزید توانائی۔ میں بَن سے ملوں گی اور اس کے ہمراہ ایک مرتبہ پھر دورے پر روانہ ہو جاؤں گی۔ میں نے طے کر لیا۔ اگر اس کی قیمت زیادہ ہوتی ہے تو میں وہ بھی ادا کروں گی۔ لیکن میں مے خواری کروں گی اور پیوں گی!

ساشا نے میرا کبھی بھی اتنا خیال نہ رکھا اور لحاظ نہ کیا تھا جتنا ان مہینوں کے دوران میں جب میں خود کو بَن کے سحر سے آزاد کرنے کے لیے جو جھ رہی تھی۔ میری ڈرامے کی کتاب کی نظر ثانی میں خیال انگیز طریقے سے اعانت کر رہا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ میں نے زیادہ تر کام عمداً اسے کرنے دیا۔ یہ کام اسے دے کر میں مطمئن سی ہو گئی۔ وہ اس بات سے بہ خوبی آگاہ تھا کہ میری تحریر کی روح اور میلان میں کسی طرح کا انحراف نہ آئے۔ ہم مدراتھ کے معاملے میں مل جل کر کام کرتے رہے۔ ایسی کئی خوشگوار راتیں آئیں جب ہم طابع کے لیے کاپیاں تیار کرتے اور اس لیے گہری کافی پیتے رہتے تا کہ پو پھٹے تک کام کر سکیں۔ یوں ہم ایک دوسرے کے اور قریب ہو گئے جتنا کہ ہم ماضی میں برس ہا برس سے چلے آ رہے تھے...... ایسا بھی نہ ہوا تھا کہ کسی چیز نے ہمارے بندھن کو ڈھیلا کر دیا ہو یا ہماری دوستی کو متاثر کیا ہو۔ جو کئی بھٹیوں میں سے کندن بن کر نکلی تھی۔

ساشا پر اعتبار کر کے کہ وہ میری کتاب کے پروف پڑھے گا اور فٹزی کو دفتر سپرد کرنے کے بعد اب میں دورے پر روانہ ہو سکتی تھی۔ فٹزی نے نہ صرف یہ ثابت کیا کہ وہ لائق کارکن ہے بلکہ ایک بہترین دوست بھی ہے۔ ایک حسین باطن‘ اس نے جس طرح ہمارے کاموں میں ہاتھ بٹایا اس سے میرے دل میں ابتداء میں اس کے متعلق شکوک تھے ان پر اب میں شرمندہ تھی۔ ساشا نے بھی اب محسوس کر لیا تھا کہ اس کے ’’اجنبیوں‘‘ کے متعلق سابقہ اعتراضات بے بنیاد تھے۔

میری ڈرامے والی تصنیف اب مطبع سے آ چکی تھی اور اپنے سادہ سے جلد پوش میں دلکش لگ رہی تھی۔ یہ اپنی نوعیت کا پہلا کتابی نسخہ تھا جس میں دنیا بھر کے اٹھارہ ڈرامہ نگاروں کے بتیس کھیلوں کے سماجی مفاہیم کی جانب اشارہ کیا گیا تھا۔ مجھے صرف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس امر کا افسوس تھا کہ جس ملک کو میں نے بطور وطن منتخب کیا تھا اس کا اس میں ذکر کرنا ممکن نہ تھا۔ میں نے بڑی دیدہ ریزی سے کسی ایسے امریکی ڈرامہ نگار کا کھوج لگانے کی کوشش جسے کسی یورپین کے صف میں بٹھایا جا سکے مگر میں کوئی بھی دریافت نہ کر سکی۔ اس سلسلے میں قابل تعریف آغاز ایوجن والٹر' راکیل کروتھرز' چارلس کلین' جارج مڈلٹن اور بٹلر ڈاؤن پورٹ نے کر دیا تھا۔ تاہم ڈرامہ نگاری کا کوئی استاد ابھی دور دور تک نظر نہ آتا تھا۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہ ہونا چاہئے کہ کسی دن ایسا فنکار بھی نمودار ہو گا لیکن اس وقت تک میں اس پر اکتفا کرتی ہوں کہ امریکہ کی توجہ یورپ کے صف اول کے ڈرامہ نگاروں کے جانب مبذول کراؤں اور جدید ڈرامے کی سماجی اہمیت کی طرف بھی۔

جب میں ٹولیڈو میں لیکچر دے رہی تھی تو میری میز پر ایک تعارفی کارڈ رکھا ہوا ملا۔ یہ روبرٹ ہنری کا تھا جس نے پوچھا تھا کہ میں اسے یہ بتاؤں کہ نیویارک میں میں کتنی تقاریر کرنے والی ہوں۔ میں نے ہنری کے متعلق سن رکھا تھا اور اس کی تصاویر کی نمائش بھی دیکھ چکی تھی۔ کسی نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ ترقی پسند سماجی خیالات کا حامل ہے۔ بعد ازاں نیویارک میں ایک اتوار کے لیکچر کے خاتمے پر ایک طویل اور اچھے ڈیل ڈول کا شخص میری طرف بڑھا اور خود کو رابرٹ ہنری کہہ کر متعارف کرایا۔ ''میں آپ کے رسالے کو پڑھتا ہوں اور لطف اندوز ہوتا ہوں'' اس نے کہا۔ ''خصوصاً وہ مضامین جو والٹ وہٹمین پر ہوتے ہیں۔'' ''میں والٹ پر فریفتہ ہوں اور ہر تحریر کو ڈھونڈ کر پڑھتا ہوں جو اس کے متعلق لکھی گئی ہو۔''

بتدریج مجھے یہ معلوم ہوا کہ ہنری ایک لاثانی شخصیت ہے' آزاد اور فیاض طبیعت والی۔ اپنے فن کے تصورات میں اور ان کے زندگی کے تعلق سے فی الواقع وہ ایک انارکسٹ تھا۔ جب ہم نے فیرر میں شام کی کلاسوں کا آغاز کیا تو اس نے ہماری اس دعوت پر کہ ہمارے آرٹس کے طلباء کو تعلیم دے تو اس نے ہماری پیشکش کو قبول کرنے میں کوئی تاخیر نہ کی۔ اس نے جیواج بیلوز اور جون سلون کو بھی اس پر آمادہ کیا کہ وہ دونوں بھی مل کر آرٹس کی کلاسوں میں آزادانہ فضا پیدا کرنے کی کوشش کریں جو اس زمانے میں غالباً پورے نیویارک میں ناپید تھی۔

بعد میں روبرٹ ہینری نے مجھ سے فرمائش کی کہ میں اپنی تصویر بنوانے کے لیے اس کے سامنے بیٹھوں۔ میں ان دنوں بہت مصروف تھی اس کے علاوہ کئی اور لوگوں نے بھی میری تصویر بنانے کی کوشش کی تھی جس میں انہیں معمولی سے کامیابی ہوئی تھی۔ ہنری کا کہنا تھا کہ وہ اصلی گولڈ مان کو بنانا چاہتا ہے اس پر میں نے پوچھا ''لیکن اصلی والی کون سی ہے؟'' ''میں تو اسے کبھی نہ تلاش کر پائی۔'' گرامرسی پارک میں واقع اس کا خوبصورت اسٹوڈیو جو شہر کی غلاظت اور شور سے ہٹ کر تھا اس کے علاوہ مسز ہنری کی مہمان نوازی میرے لیے صندل کی لیپ ثابت ہوئے۔ ہم لوگ فن ادب اور ذہن کو آزاد کرنے والی تعلیم پر گفتگو کرتے رہے۔ ہنری ان موضوعات پر گہری دستگاہ رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ ہر مخلصانہ کوشش کے لیے وہ ایک خلاف معمول وجدان کا حامل تھا۔ ان ہی روشن اوقات میں مجھے اس آرٹ اسکول کے متعلق تفصیلات جاننے کو ملیں جسے اس نے کئی سال پہلے قائم کیا تھا۔ ''طلباء کو پوری طرح ان ہی کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے' اس نے بتایا۔ ''تاکہ ان کے اندر جو بھی ہے وہ فروغ پائے۔ میں تو محض سوالوں کے جواب دیتا ہوں یا ان کے دشوار مسائل کے حل کے لیے تجاویز پیش کرتا ہوں۔'' میں شاگردوں پر اپنے نظریات نہیں تھوپنا چاہتا۔

فطرتاً میں اپنی تصویر دیکھنے کو بے چین تھی۔ چونکہ میں ہنری کی اس عادت سے واقف تھی کہ وہ نامکمل کام دکھانے کے معاملے میں نہایت حساس واقع ہوا ہے۔ اس لیے میں نے اس سے فرمائش بھی نہ کی۔ میں ان دنوں نیویارک میں نہیں تھی جب پورٹریٹ مکمل ہوئی۔ لیکن میری بہن ہیلینا نے کچھ عرصے کے بعد مجھے لکھا کہ اس نے اسے روچسٹر کی نمائش میں دیکھا تھا۔ ''مجھے تو یہ پتہ بھی نہ چلتا کہ یہ تمہاری ہے اگر تمہارا نام اس کے نیچے نہ لکھا ہوتا۔'' اس نے یہ بھی بتلایا کہ اس کے کئی اور دوست بھی اس سے متفق تھے۔ تاہم مجھے یقین تھا کہ ہنری نے وہ تصویر تیار کی ہو گی جس کے خد و خال اس کے ذہن نے ایک ''اصل ایما گولڈ مان'' کے لیے تیار کیے ہوں گے۔ میں وہ تصویر کبھی نہ دیکھ پائی مگر اس کے لیے میری نشستیں بطور انعام میرے حافظے میں محفوظ ہیں۔ جس سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ میری کتنی قدر دانی ہوئی تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۴۱

ٹرین بڑی رفتار سے شکاگو کی جانب جا رہی تھی مگر میرا دل تھا کہ اس سے زیادہ تیزی سے اڑا جا رہا تھا۔ بالآخر بن سے ملنے کی بے چینی میں دل پھڑ پھڑا رہا تھا میرے لیے بارہ لیکچر دینے کی تاریخیں طے تھیں اور مجھے اس شہر میں ڈرامے پر ایک کورس بھی مکمل کرانا تھا۔ اپنے قیام کے زمانے میں مجھے ایک نیا ادبی رسالہ دیکھنے کو ملا جس کا نام 'لٹل ریویو' تھا اور جلد ہی میں اس کی مدیرہ مارگریٹ سی اینڈرسن سے ملی۔ مجھے تو یوں لگا جیسے کسی صحرا نورد کو ناگاہ تازہ پانی کا چشمہ مل جائے۔ آخر کار ایک ایسا رسالہ تو برآمد ہوا جس میں بغاوت کی تخلیقی مساعی میں باغیانہ رو بھی صدا دے رہی تھی! دی لٹل ریویو سماجی سوالات پر ابہام کا شکار تھا۔ لیکن آرٹ کے نئے اسالیب سے باخبر تھا اور یہ دیگر امریکی مطبوعات میں پائی جانے والی بے جا رقت انگیزی سے بھی پاک تھا۔ اس کی جو شے میرے لیے کشش کا باعث بنی وہ اس میں قدیم امریکی اقدار پر توانا اور نڈر تنقید تھی۔ یہی وہ شے تھی جس کی مجھے گزشتہ پچیس سال سے امریکہ میں تلاش تھی۔ ''یہ مارگریٹ اینڈرسن کون ہے۔'' یہ میں نے اس دوست سے پوچھا جس نے اس رسالے کی ایک جلد دی تھی۔ ''ایک موہنی سی امریکی لڑکی'' اس نے جواب دیا۔ ''اور وہ تمہارا انٹرویو لینے کے لیے بے تاب ہے۔'' میں نے اس سے کہا کہ مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ میرا انٹرویو کیا جائے لیکن دی لٹل ریویو کی مدیرہ سے میں ضرور ملنا چاہتی ہوں۔

جب مس اینڈرسن مجھ سے ہوٹل میں ملنے آئی تو میں نے اس کا استقبال لفٹ کے دروازے پر کیا۔ میں تو جدید تراش خراش کے لباس میں ایک مہذب لڑکی کو دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ اور یہ سوچ کر کہ مجھ سے نام سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہوگی اس لیے میں مڑ کر اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ ''اوہ مس گولڈ مان'' لڑکی نے آواز دی ''میں مارگریٹ اینڈرسن ہوں!'' اس کی تتلی کی مانند شخصیت نے مجھے مایوس کیا جو میرے ذہن میں ابھرنے والی دی لٹل ریویو کی مدیرہ کی تصویر سے بالکل مختلف تھی۔ جب میں نے اسے اپنے کمرے میں آنے کو کہا تو میرا لہجہ قدرے سرد تھا۔ لیکن ایسا لگتا تھا جیسے میری ملاقاتی پر کم از کم کوئی ناخوشگوار اثر نہیں پڑا تھا۔ ''میں تو آپ کو مدعو کرنے آئی ہوں کہ میرے گھر پر آئے'' اس نے پر جوش لہجے میں کہا۔ ''تاکہ آپ آرام کر لیں اور تھوڑا سا تازہ دم ہو جائیں۔ آپ بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہیں کیونکہ آپ ہمیشہ اتنے بہت سے لوگوں میں گھری رہتی ہیں۔'' اس کے گھر پر مجھے کسی سے بھی ملنے کو نہ کہا جائے گا۔ وہ بے تکان بولے جا رہی تھی۔ آپ کی تنہائی میں کوئی مخل نہ ہوگا اور آپ جو چاہیں کرتی رہیں۔'' ''آپ جھیل میں نہائیں' چہل قدمی کریں اور چاہیں تو پرسکون انداز میں لیٹی رہیں۔'' اس نے منت کی ''میں آپ کی خدمت کروں گی اور آپ کو موسیقی سناؤں گی۔'' نیچے ایک ٹیکسی منتظر ہے تاکہ ہم لوگ فوراً روانہ ہو جائیں۔ اس کی تقریر کی طغیانی میں میں غوطے کھانے لگی اور جس سرد مہری سے میں نے اس کا استقبال کیا تھا اس پر میں مارے شرم کے گڑی جا رہی تھی۔

مشی گن جھیل کے سامنے میں نے ایک بڑے سے اپارٹمنٹ میں' جب میں مس اینڈرسن کے ہمراہ داخل ہوئی تو وہاں اس کی بہن کو دو بچوں کے ساتھ پایا۔ اس کے علاوہ وہاں ہیرٹ ڈین نام کی ایک لڑکی بھی تھی۔ پورا فرنیچر ایک پیانو' پیانو کی تپائی کئی ٹوٹی پھوٹی کھاٹوں' ایک میز اور چند کھانے کے لیے بیٹھنے والی کرسیوں پر مشتمل تھا۔ تاہم یہ عجیب و غریب اہل خانہ بلاشبہ اس گھر کا کرایہ بہ مشکل ادا کر پاتے ہوں گے۔ یہ بات عیاں تھی کہ دیگر اشیاء کے لیے یہاں کوئی رقم نہ بچتی ہوگی۔ اگرچہ قدرے پراسرار طریقے سے مارگریٹ اینڈرسن اور اس کے دوست میری خاطر مدارات کے لیے پھول پھل اور نفیس غذائیں لے آئے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مارگریٹ کی طرح ہیرٹ ڈین بھی میرے لیے ایک نادر قسم کی ذات تھی۔ جبکہ دونوں ایک دوسرے سے بالکل مختلف بھی تھیں۔ ہیرٹ کسرتی جسم والی اور مردانہ شباہت کی تھی لیے دیئے اور افتخار ذات کا احساس لیے ہوئے۔ جب کہ دوسری جانب مارگریٹ نسوانیت کا مرقع اور جوش و خروش چھلکتا ہوا۔ اس کے ساتھ چند گھنٹے گزارنے کے بعد میرے ابتدائی تاثرات بالکل بدل گئے اور مجھے یہ اندازہ ہوا کہ اس کی ظاہری نزاکت کی تہہ میں گہرائی اور کردار کی ایسی قوت موجود ہے کہ وہ زندگی میں جو مقاصد اپنے لیے منتخب کرلے گی انہیں حاصل کرکے رہے گی۔ جلد ہی میری سمجھ میں یہ بھی آ گیا کہ دونوں لڑکیوں کو روسی نوجوان دانشور طبقے کی مانند سماجی ناانصافی متاثر نہ کرسکی تھی۔ ان کی گہری انفرادیت پسندی نے اپنے درمیانی طبقے کے خاندانی شکنجوں کو توڑ ڈالا تھا اور گھریلو جکڑبندیوں اور بوژ ژوا روایت سے جان چھڑالی تھی۔ مجھے ان میں سماجی بصیرت کی کمی کے احساس پر افسوس ہوا۔ مگر اپنی آزادی کے لیے دونوں باغی مارگریٹ اینڈرسن اور ہیرٹ ڈین نے میرے اس اعتماد کو جو مجھے اپنے اختیاری وطن کے مخفی امکانات پر ہے مزید مستحکم کردیا۔

میرا ان کے ہاں کا قیام دلداری اور سکون پر مبنی تھا۔ میں تو اس پر خوش تھی کہ میں دو نوجوان امریکی خواتین سے مل رہی ہوں جو جدید خیالات میں سنجیدگی سے دلچسپی لے رہی تھیں۔ ہم نے اپنا وقت بات چیت اور بحث مباحثے میں گزارا۔ شام کے اوقات میں مارگریٹ میرے لیے پیانو بجاتی اور میں روسی زبان کے لوک گیت یا لڑکیوں کو اپنی زندگی کے چند واقعات سناتی۔

مارگریٹ تربیت یافتہ پیانو کے سازندوں کی طرح ماہر نہ تھی۔ لیکن اس میں تخلیقی اور سرور بخش وصف موجود تھا خصوصاً ان اوقات میں جب کوئی اجنبی نہ موجود ہوتا۔ ایسے مواقع پر وہ پوری صلاحیت کا اظہار کرسکتی تھی جس میں جذبات کی گہرائی اور شدت ہوتی۔ موسیقی ہمیشہ سے مجھے متلاطم کردیتی ہے لیکن مارگریٹ کی پیانو نوازی تو مجھ پر ایک مخصوص اثر ڈالتی جیسے سمندر کا منظر جو مجھے ہمیشہ بے چین اور بے کل بنا دیتا ہے۔ میں تیراکی کبھی نہ سیکھ پائی اور مجھے گہرے پانی سے ڈر لگتا تھا۔ اس کے باوجود ساحل پر پہنچتے ہی یہ خواہش مجھے مغلوب کرلیتی کہ میں لہروں کے پاس پہنچ جاؤں اور ان کی آغوش میں غوطہ زن ہو جاؤں۔ جب بھی میں مارگریٹ سے پیانو پر دھنیں سنتی وہیں سنسناہٹ مجھے مغلوب کرلیتی اور ایک آرزو مند بے کلی۔ مشی گن جھیل پر واقع اس کے گھر پر جو دن گزرے وہ ہوا کی طرح تھے لیکن میرے شکاگو کے باقی ماندہ قیام کے عرصے میں مارگریٹ اور 'ڈینیسائے' زیادہ دیر کے لیے میرے پہلو سے جدا نہ ہوتیں۔

مارگریٹ کی معرفت میں دی لٹل ریویو میں لکھنے والے لوگوں سے بھی ملی ان میں بن ہیچ 'میکسویل بوڈین ہیم' سیز'، الیکزینڈر کون' ایلن ٹیز اور کئی دوسرے۔ اگرچہ وہ لائق مصنفین تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس مقناطیسی دھن کا حامل تھا اور نہ ہی مارگریٹ اینڈرسن کی جرأت کا۔

ہیرٹ مونرو جو 'پوئٹری' میگزین نکالتا تھا اور مورس براؤن جو لٹل تھیٹر سے وابستہ تھا ایک ہی حلقے کے لوگ تھے۔ مجھے خاص طور سے مسٹر براؤن کے نئے ڈرامائی تجربات سے دلچسپی تھی۔ وہ صلاحیتوں کے علاوہ اخلاص سے بھی مالا مال تھا۔ لیکن وہ ماضی کے سحر میں کچھ زیادہ ہی گرفتار تھا جس کی وجہ سے لٹل تھیٹر کا اثر محدود تھا۔ یونانی ڈرامہ اور اساطیر بلاشبہ بڑی قدر و قیمت رکھتے ہیں' میں نے اس سے اکثر کہا' لیکن غور و فکر کرنے والے لوگ آج کل یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے عہد کے انسانی مسائل کو ڈرامائی اظہار بیان ملے۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ مسٹر براؤن کے اداکاروں اور ان کے محدود حلقے سے وابستہ لوگوں کو چھوڑ کر پورے شکاگو میں کوئی بھی ان کے لٹل تھیٹر سے واقف نہ تھا۔ زندگی ایک ڈھرے پر چل رہی تھی۔ مگر بڑے افسوس کی بات یہ تھی کہ مورس براؤن اپنی مساعی میں سچ مچ کوشاں تھا۔

اپنے شکاگو کے اس دورے میں خوش قسمتی سے مجھے عمدہ موسیقی سننے کا موقع ملا۔ پرسی گرینجر، الما گلک، میری گارڈن اور کاسالز نے میرے قیام کے دوران میں مل کر گانے والی محفل سجائی۔ ایسے گلوکاروں کے جمگھٹ کو دیکھنا میرے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الما گلک نے مکھڑا کیا چھیڑا کہ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگئی۔ اس کے عبرانی میں گنگنانے نے مجھ پر وجد طاری کر دیا اور میں اس کی رچی ہوئی آواز کی تانوں میں کھوگئی۔ چھ ہزار برسوں کے المیوں کو اس کی دلنواز نغمہ سرائی نے دلفگار حقائق میں ڈھال دیا۔

میری گارڈن سے میں ایک مرتبہ پہلے بھی کسی موقع پر مل چکی تھی۔ ایک مرتبہ اس کے ساتھ سینٹ لوئیس میں ایسا ہوا کہ اسے 'سالومؑ (مسیح کی مصلوبی کی شاہد عورت) میں کام کرنے کی پاداش میں کوئی تھیٹر نہ مل سکا۔ جسے اخلاق کے ٹھیکیداروں نے غیر شائستہ ٹھہرا دیا تھا۔ چند اخباری نمائندوں نے میری گارڈن کی توجہ اسی سے ملتی جلتی اس کی اظہار خیال کی آزادی کے لیے اس لڑائی کی طرف کرادی جو ایما گولڈ مان نے لڑی تھی۔ یوں میری نے اپنی تقریر میں میری بہت تعریف کی۔ وہ انارکزم کی الف بے سے بھی واقف نہ تھی اور اس نے میرے نظریات کے متعلق بھی کچھ نہ کہا لیکن اس نے میرے آزادی کے متعلق موقف کو بہت سراہا۔ میں نے جواب میں اسے شکریے کا خط لکھا۔ جواب میں اس نے لکھا کہ جب ہم دونوں ایک ہی شہر میں یکجا ہوں تو مجھے ضرور مطلع کیجیے۔ بعد میں پورٹلینڈ کے مقام پر میری نے مجھے اگلی صف میں بیٹھے ہوئے پہچان لیا اتفاق ایسا ہوا کہ اس کا کوئی مداح اسے گلابوں کی ایک ٹوکری پیش کر رہا تھا۔ وہ چبوترے کے سرے پر آ گئی اور ان پھولوں میں جو بڑے بڑے اور گہرے سرخ تھے انہیں اس نے میری گود میں اچھال دیا اور ساتھ ہی فضائی بوسہ بھی۔ کئی سال پہلے ۱۹۰۰ء میں جب میں پیرس میں تھی اس نے چار پینٹر کی اور مساسینٹ کی تھیز کو ترنم میں سنا کر مجھے بہت محظوظ کیا تھا۔ لیکن وہ مجھ کو کبھی اتنی دلکش اور موہنی نہ لگی تھی جتنی وہ اوپیرا 'پیلیز اے مالیزاند' میں لگ رہی تھی جہاں میں مارگریٹ اینڈرسن کے ساتھ شکاگو آڈیٹوریم گئی تھی۔ وہ محض نوجوان اور بھولی بھالی تھی اور ارضی روح کا نہایت خوشنما مرکب لگ رہی تھی۔

میرے شکاگو کے قیام کے دوران میں موسیقی کی جو عظیم ترین محفل ہوئی اس میں ہسپانوی سیلسٹ نواز کا سالز تھا۔ سیلسٹ مجھے ہمیشہ سے مرغوب تھا جب تک میں نے یہ ملکوتی آواز نہ سنی تھی اور مجھے امکانات کی وسعت کا اندازہ نہ تھا۔ کاسالز کے لمس نے اس خزانے کو غیر مقفل کر دیا اور انسانی روح کی مانند مرتعش کر دیا اور مخملی لہجے میں گانا شروع کر دیا۔

خلاف توقع یہ دہلا دینے والی خبر آئی کہ لڈلو۔ کولوراڈو میں محنت کشوں کا قتل عام ہوا۔ کارکنوں پر گولی چلائی گئی۔ عورتوں اور بچوں کو جو خیموں میں مقیم تھے انہیں جلا کر مار ڈالا گیا۔ جب لڈلو میں شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہوں تو ڈرامے کے موضوع پر میری تقاریر تضیع اوقات لگنے لگیں۔

جنوبی کولوراڈو میں کانکن مہینوں سے ہڑتال پر تھے۔ کلووراڈو کی فیول اور آئرن کمپنی جس کے کرتا دھرتا راکفیلر تھے انہوں نے ریاست سے "تحفظ" کے لیے اپیل کی جبکہ اسی دوران انہوں نے بڑی ہوشیاری سے ٹھگوں اور بندوق برداروں کی ٹولیوں کو کانکنی کے علاقے میں پہنچا دیا۔ کانکنوں کو ان کی جھگیوں سے بے دخل کیا گیا جو کمپنی کی اراضی پر تھیں۔ اپنے بیوی اور بچوں کی مدد سے انہوں نے خیمے نصب کیے اور سردی کے طویل موسم کے لیے تیاری میں لگ گئے۔ راکفیلر کے مفادات گورنر ایمن پر غالب آ جانے سے "حالات کو منظم" رکھنے کے لیے ملیشیا کے دستے طلب کر لیے گئے۔

بن کے ہمراہ ڈین ور آنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ مزدوروں کے رہنما مجھ سے بخوشی رقوم وصول کریں گے جو میں اپنی تقاریر سے جمع کروں گی۔ لیکن انہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ یہ راز فاش ہو جائے کہ وہ لوگ کسی طرح سے بھی میری کوششوں سے منسلک رہے تھے۔ مگر مجھے لڈلو میں اپنے کامریڈوں سے کسی طرح کی ہمت افزائی نہ ملی۔ انہوں نے لکھا کہ ارباب اختیار مجھے شہر میں نہ آنے دیں گے۔ اور اگر میں کسی طرح پہنچ بھی گئی تو اخبارات یہ اعلان کر دیں گے کہ میں نے ہی ہڑتال کروائی تھی۔ یہ نہایت تکلیف دہ صورتحال تھی کہ میرے ہی لوگ میری آمد کو ناپسند کر رہے تھے جن کے لیے میں نے پوری زندگی کام کیا تھا۔

خوش قسمتی سے میرے پاس ایک غیر جانبدار ادارہ مدر ارتھ اور میری تقاریر موجود تھیں۔ میں اپنے پلیٹ فارم سے اس امر کے لیے آزاد تھی کہ لڈلو کے جرائم کی مذمت کروں اور محنت کشوں کو اس سے حاصل ہونے والے سبق کی طرف اشارہ کروں۔ ہم نے اپنے جلسے شروع کر دیئے اور دو ہفتوں کے اندر ہی میں یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہوگئی کہ چند آمادہ پیکار اور نظریاتی سر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھرے لوگ ایک فوری اہمیت کے سماجی مسئلے پر کہیں زیادہ توجہ مبذول کرا سکتے ہیں بمقابلہ ان بڑی تنظیموں کے جن میں سر عام بات کرنے کی ہمت کم ہو۔ میرے لیکچروں نے اس کی راہ ہموار کر دی کہ پوری دستیاب توانائی کو لڈلو کے معاملے کی تشہیر پر لگا دیا۔ لڈلو، وہیٹ لینڈ اور میکسیکو پر وفاقی دستوں کا دھاوا......ان تینوں دھاروں کا ایک ہی منبع تھا۔ میں نے ان کے متعلق تفصیل سے ان سامعین کے سامنے بیان کیا جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی اور ہم بڑی رقوم جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے جو مختلف نوعیت کی کشمکشوں میں کام آئی۔

جب ہم ڈینور پہنچے تو وہاں ہمیں آئی ڈبلیو ڈبلیو کے ستائیس لڑکے جیل میں ملے۔ وہ اظہار کی آزادی کی مہم کے دوران حراست میں لے لیے گئے تھے اور انہیں "شیریں گھر" میں تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا کیونکہ انہوں نے پتھر کی ڈھیریوں پر کام کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے لیے ہماری کوششیں کامیاب رہیں۔ وہ رہا ہونے کے بعد ایک جلوس کی شکل میں سڑکوں پر پرچم لہراتے ہمارے ہال تک پیدل آئے اور وہاں ان کا استقبال اس جذبے سے کیا گیا جیسا کہ کامریڈوں سے اتحاد کا تقاضہ تھا۔

میرے ڈینور کے قیام کے دلچسپ تجربات میں سے ایک جولیا مارلو سودرن اور گستاف فروہمین سے ملاقات تھی۔ ہم لوگ جدید ڈرامے کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ فروہمین کو اس بات پر یقین تھا کہ تھیٹر جانے کے شوقین لوگوں کو ان کے کام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مگر میرا استدلال یہ تھا کہ نیویارک میں دوسری قسم کے لوگ بھی موجود ہیں جو زیادہ ذہین اور ان لوگوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ فہمیدہ ہیں جو براڈوے کو گھیرے رہتے ہیں۔ میرا اصرار تھا کہ یہی لوگ ایسے تھیٹر کی ہمت افزائی کریں گے جس میں ابسن، سٹرنڈ برگ، ہاٹمین، شا اور روسیوں کے ڈرامے کھیلے جائیں۔ میں نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ڈراموں کے تیار ذخیرے سے جس میں داخلے کی فیس پچاس سینٹ سے ڈیڑھ ڈالر تک ہو اپنے اخراجات پورے کرے گا۔ ہوفمین کا خیال تھا کہ میں ایک بے عمل رجائیت پسند ہوں۔ تاہم اسے اس میں دلچسپی تھی اور اس نے وعدہ کیا کہ اس موضوع پر مجھ سے مزید گفتگو کرے گا جب ہم دونوں نیویارک واپس پہنچیں گے۔

میں نے مس مارلو اور سودرن کو گرہارٹ ہاٹمین کے کھیل 'دی سنکن بیل' (دھنسی گھنٹی) میں اس کے ہیرچ والے کردار کو کوئی اہمیت نہ دی لیکن بطور راٹنڈ یلین، جولیا مارلو پر جلال تھی اور وہ اسی طرح (The Taming of the shrew) میں اتنی ہی پرشکوہ تھی اور اسی طرح جب وہ جولیٹ کے کردار میں جلوہ گر ہوئی تھی۔ اس وقت مس مارلو کم وبیش چالیس برس کی ہو گی۔ اگرچہ نوجوانی کے کرداروں کے لیے قدرے فربہ ہو چکی تھی اس کے باوجود اس کی لاجواب اداکاری نے کبھی بھی راٹنڈ یلین والے کردار کے طلسم کو نہ زائل ہونے دیا۔ اس کی لوچدار اور طوفانی ہمالیائی روح یا پھر بناوٹ سے خالی اور سادہ لوح بچوں سی جولیا عورت۔

سودرن تصنع آمیز اور غیر دلچسپ لگا لیکن جولیا نے اپنی دلربائی اور شان سے اور ماحول سے متاثر ہوئے بغیر خلا کو پورا کر دیا۔ اس نے میری تقاریر میں کئی مرتبہ پھولوں کے گلدستے بھیجے اور ایسے خیر مقدمی جملے کہے جن سے اس کی مراد ہوتی "ہمیشہ مجمع کے سامنے جانے میں جو گرانی ہوتی ہے اسے آسان بنانے کے لیے۔" بات خوشی کی ہے کہ اسے معلوم تھا کہ یہ مرحلہ اکثر کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔

جب بن اور میں مغربی ساحل پر اپنے جلسوں میں مصروف تھے ساشا نیویارک میں محنت طلب سرگرمیوں میں الجھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ فٹزی، لیونارڈ ڈی ایبٹ انارکسٹ گروہ کے کامریڈ اور فیرر اسکول کے نوجوان ارکان بھی تھے۔ وہ بے روزگاروں کی تحریک کے ساتھ فوج ختم کرنے کی مہم بھی چلا رہا تھا۔ نیویارک میں اظہار کی آزادی کی لڑائی میں ان کے ثابت قدم رہنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کے اجتماعات کو گھڑسوار پولیس نے بارہا منتشر کیا جس میں ناقابل یقین حد تک وحشیانہ تشدد کیا گیا۔ لیکن ان یکطرفہ سرکاری ضوابط کے خلاف ان کے عزم و استقلال کا آخر یہ نتیجہ نکلا کہ عوامی رائے عامہ بیدار ہو گئی اور انہوں نے یونین اسکوائر پر پولیس کی اجازت کے بغیر اجتماع کرنے کا حق تسلیم کروا لیا۔ ساشا کے مختصر رقعوں سے مجھے اندازہ ہوتا کہ نیویارک میں کیا ہو رہا تھا۔ لیکن جلد ہی اخبارات فوج ختم کرنے والی پارٹی کی سرگرمیوں کی رودادوں سے بھرے ملنے لگے جس کا ساشا بانی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھا۔ اور لڈلو کے کارکنوں کی حمایت میں نیویارک اور ٹیری ٹاؤن میں مظاہرے ہوئے جو راکفیلر وں کا قلعہ تھا۔ اس سے مجھے بہت خوشی ہو رہی تھی کہ ساشا کی قدیم روح بیدار ہو چکی ہے اور جنگ پر کمر بستہ ہے اور اس کی غیر معمولی تنظیمی صلاحیتوں اور کام کرنے کے طریقوں کو بھی دیکھ کر خوشی ہوتی۔

نیویارک کی سرگرمیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے لوگ گرفتار کر لیے گئے جن میں بیکی ایڈلسون اور فیرر اسکول کے کئی لڑکے تھے۔ ساشا نے لکھا کہ بیکی اپنے مقدمے کے دوران میں شاندار ثابت ہوئی جہاں اس نے اپنی وکالت خود کی۔ سزایابی کے خلاف بطور احتجاج اس نے اڑتالیس گھنٹے کی بھوک ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ امریکہ میں یہ پہلا موقع تھا جب کسی سیاسی اسیر نے ایسا قدم اٹھایا تھا۔ مجھے ہمیشہ سے یہ معلوم تھا کہ بیکی بہادر ہے اگرچہ اس میں احساس ذمہ داری کی کمی تھی اور ذاتی زندگی میں استقلال کی کمی میرے لیے برسوں سے جھلاہٹ کا باعث چلی آ رہی تھی۔ میں یہ سن کر بہت خوش ہوئی کہ اس نے اپنے کردار کی قوت کا اتنا اچھا مظاہرہ کیا۔ ایسا عموماً انتہائی استثنائی لمحوں میں ہوا ہے جب وہ اوصاف نمودار ہوتے ہیں جو سان وگمان میں بھی نہیں ہوتے۔

نیویارک کے لبرل اور ریڈیکل عناصر لڈلو میں ہونے والی قساوت کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے تعاون کر رہے تھے۔ ''چپ پریڈ'' جو راکفیلر کے دفتر کے سامنے کی گئی اسے اپٹن سنکلیر اور اس کی بیوی نے منظم کیا تھا اور اس کے علاوہ دیگر مظاہرے مشرقی ساحل والوں کو کالوراڈو کی خوفناک صورتحال کے متعلق بیدار کر رہے تھے۔

میں بڑی بیتابی سے نیویارک سے شائع ہونے والے اخبارات کا مطالعہ کرتی۔ مجھے ساشا کے متعلق کوئی تشویش نہ تھی کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ خطرات کے وقت وہ کتنا پرسکون اور قابل اعتبار ہو جاتا ہے۔ مگر میں تو اپنے محبوب شہر میں اس کے شانہ بشانہ رہنا چاہتی تھی تاکہ اس کے ساتھ مل کر ان اضطرابی سرگرمیوں میں حصہ لے سکوں۔ تاہم میری مشغولیات مجھے مغربی ساحل پر روکے ہوئے تھیں۔ تب لکسنگٹن ٹاؤن کے علاقے میں واقع فلیٹ نما گھروں میں ایک دھماکے کی خبر آئی جس میں تین افراد کی جان چلی گئی ...... آرتھر کیرن، چارلس برگ اور کارل ہانسن ...... اور ایک نامعلوم عورت۔ ان ناموں سے میں نامانوس تھی۔ اخبارات دور کی کوڑی لا رہے تھے اور خرافات سے بھرے ہوئے تھے۔ بیان یہ کیا جا رہا تھا کہ بم راکفیلر کو نشانہ بنانے کے لیے تیار کیا جا رہا تھا جسے نیویارک کے جلسوں میں مقررین لڈلو کے قتل عام کا براہ راست ملزم ٹھہرا رہے تھے۔ اخبارات نے تو یہ فیصلہ سنا دیا کہ بم کے ناوقت پھٹ جانے سے غالباً اس کی جان بچ گئی۔ کھینچا تانی سے کام لے کر ساشا کا نام بھی مقدمے میں ڈال دیا گیا۔ پولیس اسے تلاش کر رہی تھی اور لکسنگٹن اپارٹمنٹ کے مالک لوئیس برگر کو بھی ڈھونڈ رہی ہے جو ہمارا کامریڈ تھا۔ ساشا نے یہ اطلاع بھیجی کہ وہ تینوں افراد جن کی اس دھماکے میں جان گئی وہ کامریڈ تھے جنہوں نے ٹیری ٹاؤن کی مہم میں اس کے ساتھ کام کیا تھا۔ اور یونین سکوائر پر ہونے والے جلسوں میں سے کسی ایک میں پولیس نے انہیں بہت مارا پیٹا تھا۔ ممکن ہے یہ بم راکفیلر ہی کے لیے بنایا جا رہا ہو۔ ساشا نے لکھا۔ وجہ کچھ بھی ہو ان لوگوں نے اپنی نیت کسی پر ظاہر نہیں کی تھی۔ کیونکہ نہ اسے اور نہ ہی کسی اور کو معلوم تھا کہ دھماکہ کیسے ہوا۔

کامریڈ اور مثالیت پسند تنگ سے گھر میں بم بنائیں گے! میں تو ایسی غیر ذمہ دارانہ حرکت کو سوچ کر سہم جاتی ہوں۔ لیکن اگلے لمحے مجھے ایسا ہی واقعہ یاد آ جاتا ہے جو میری اپنی زندگی میں ہوا تھا۔ اس کا خیال آتے ہی ایک ایسا خوف پیدا ہوتا ہے جو مفلوج کر دیتا ہے۔ میرے ذہن میں وہ چھوٹا سا کمرہ آ جاتا ہے جو پیپی فلیٹ کہلاتا تھا اور پانچویں اسٹریٹ پر واقع تھا اور تمام کھڑکیوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ ساشا وہاں ایک بم بنانے کے تجربے میں لگا ہوا تھا اور میں دیکھتی تھی۔ میں نے دیگر کرائے داروں کے متعلق اپنے اندیشوں کو کسی نہ کسی طرح بہلا دیا تھا کہ کسی حادثے کی صورت میں اس مقولے کو دہراتی کہ نتائج وسیلوں کو جائز بناتے ہیں۔ خود کو موردالزام ٹھہراتے ہوئے میں نے جولائی ۱۸۹۲ء کے اس اعصاب شکن ہفتے کو گویا ایک اور زندگی دی۔ اپنے انتہا پسندی کے جنون میں میں یہ سمجھتی تھی کہ نتائج وسیلے کو جائز بنا دیتے ہیں! یہ سمجھنے میں برسہا برس کے تجربات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور مصائب میں سے گزرنے کے بعد میں اس دیوانہ خیالی سے نجات پا سکی۔ تشدد آمیز کارروائیوں جو ناقابل برداشت سماجی ناانصافیوں کے خلاف بطور احتجاج کی جاتی ہیں...... میں انہیں اب بھی ناگزیر سمجھتی ہوں۔ میں ان باطنی قوتوں کو بھی سمجھتی ہوں جن کی انتہائی شکل ساشا، بریسکی، اینجیلیلو، زولگوز اور کئی دوسرے لوگوں کی کارروائیوں میں نظر آتی ہے جن کی زندگیوں کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ انہیں انسانیت کی محبت اور ناانصافی کے خلاف گہرے احساسات نے ایسے اقدام پر مجبور کر دیا تھا۔ میں خود کو بھی ان ہی کے شانہ بشانہ پاتی ہوں جب معاملہ کسی بھی نوعیت کے جبر و استبداد کا ہو۔ لیکن اگرچہ میری ہمدردیاں ان افراد کے ساتھ ہیں جنھوں نے سماجی جرائم کے خلاف بطور احتجاج انتہا پسندی کے حربے استعمال کیے۔ اس کے باوجود میں اب محسوس کرتی ہوں کہ کبھی اس نوعیت کی کارروائیوں میں شریک نہیں ہوں گی یا ان طریقوں کی حمایت کروں گی جن سے معصوم لوگوں کی زندگی معرض خطر میں پڑ جاتی ہے۔

میں ساشا کے لیے فکر مند تھی وہ مشرقی ساحل پر چلنے والی زوردار مہم کا روح رواں تھا۔ اور مجھے اندیشہ گھیرے تھا کہ پولیس اسے اپنے شیطانی جال میں پھانس لے گی۔ میں نیویارک لوٹنا چاہتی تھی۔ لیکن اس کے خطوط مجھے روکے ہوئے تھے۔ اس نے لکھا وہ بالکل محفوظ ہے اور بہت سے لوگ موجود ہیں جو کام میں میری مدد کر رہے ہیں۔ وہ مقتول کامریڈوں کی نعشیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا تاکہ ان کی آخری رسوم ادا کی جائیں۔ اور وہ یونین اسکوائر پر ایک زبردست مظاہرہ منظم کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ ارباب اختیار نے واضح طور پر اخبارات کے ذریعے اعلان کر دیا تھا کہ جنازے کا جلوس نکالنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ تمام ریڈیکل دھڑے جن میں آئی ڈبلیو ڈبلیو والے بھی شامل تھے۔ سب ہی نے ساشا کے عزائم سے قطع تعلق کر لیا۔ یہاں تک کہ بل ہیوڈ نے بھی اسے تنبیہ کی کہ وہ اپنے منصوبے پر عمل کرنے سے گریز کرے کیونکہ وہ "ایک اور گیارہ نومبر کے سانحے کو جنم دینے جا رہا ہے۔" لیکن ساشا کے دھڑے نے دبنے سے انکار کر دیا۔ اس نے سرعام یہ اعلان کیا کہ جو بھی ہوگا وہ اس کا ذمہ دار ہوگا چاہے جو بھی اس جلسے کا نتیجہ نکلے بشرطیکہ کسی پولیس کے افسر کو مظاہرے کی حدود میں نہ آنے دیا جائے۔

سرکار کی ممانعت کے باوجود جنازے کا جلوس نکلا۔ یونین اسکوائر بیس ہزار کے مجمع سے ابلنے لگا۔ عین وقت پر پولیس نے طے کیا کہ ساشا کو اس میں شریک نہ ہونے دیا جائے جسے قیادت کی صدارت کرنا تھی چاہے وہ اسکوائر پر پہنچ جائے۔ جاسوسوں اور اخباری نمائندوں نے ہمارے گھر کو گھیر لیا۔ ساشا فلیٹ کے پیچھے پر نکل آیا اور جھک کر ان سے باتیں کرنے لگا انہوں نے نیچے سے کہا کہ وہ لیکسنگٹن ایونیو کے مقتولین کی باقیات کی راکھدان دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ الٹے قدموں گھر کے اندر چلا گیا پھر عقبی جانب سے ہمسایوں کے باغیچوں سے ہوتا ہوا سٹک لیا۔ اس نے احتیاطاً ایک سرخ رنگ کی کار بلوائی تھی تاکہ وہ اس کا عقبی کوچے میں انتظار کرتی رہے۔ پھر وہ بڑی خونخوار رفتار سے یونین اسکوائر کی طرف روانہ ہو گئی۔ کئی ایوان پہلے ہی سے یونین اسکوائر کی طرف جانے والے راستے چہار جانب سے ہجوم سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے چبوترے تک پہنچنا غیر ممکن ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ساشا گاڑی کا دروازہ کھولتا پولیس کے افسروں نے...... بلاشبہ افراتفری کے عالم میں اسے محکمہ آگ بجھانے کے افسر اعلیٰ کی گاڑی پر محمول کر لیا...... اور اس کی چاپلوسی کرنے کی غرض سے اس کی کار کے لیے ہجوم کے اندر ایک تنگ سا راستہ چبوترے تک صاف کر دیا۔ جب ساشا اس میں سے برآمد ہوا تو افسران یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ کون ہے۔ وہ عجلت سے کام لے کر چبوترے پر چڑھ گیا۔ اب پولس کے لیے بغیر خون کی ہولی کھیلے کچھ کرنا ممکن نہ تھا۔

اب کامریڈوں کی باقیات ساشا کی تحریر کے مطابق خاص طور پر تیار کرائے گئے راکھدان میں انڈیل دی گئیں جو بند مٹھی کی شکل کی تھی اور گہرائی میں سے نکل رہی تھی۔ راکھدان کو مدر ارتھ کے دفتر میں دیکھنے والوں کے لیے رکھا گیا جس کو پہلے سے مکئوں اور سرخ اور سیاہ پرچموں سے سجا دیا گیا تھا۔ ہزاروں لوگ ہماری رہائش گاہ کے سامنے سے گزرے تاکہ کیرن، برگ اور ہینن کو آخری خراج عقیدت پیش کریں۔

مجھے یہ معلوم ہونے سے بہت خوشی ہوئی کہ نیویارک میں اتنی خطرناک صورتحال ہماری خواہشات کے مطابق اختتام کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پہنچی۔لیکن جب مجھے جولائی کے مہینے کے مدرا رتھ کے شمارے ملے تو اس کے مندرجات سے میرے چھکے چھوٹ گئے۔یونین اسکوائر پر کی جانے والی تقاریر پوری کی پوری چھاپ دی گئی تھیں اور استثنائی صورت یہ تھی کہ ساشا کی اپنی اور لیونارڈ ڈی ایبٹ اور الزبتھ گرلی فلین کی تقاریر شامل نہ تھیں۔جھاگ اڑانے والی تقاریر تشدد آمیز انداز کی تھیں۔میں نے ہمیشہ یہ اہتمام کیا تھا کہ ایسے انداز بیان سے اپنے رسالے کو محفوظ رکھا جائے۔اور اب اس شمارے کو دیکھئے جو طاقت کے اظہار ڈائنا مائٹ اور طفلانہ باتوں سے بھرا ہوا تھا۔میں اتنے غصے میں تھی اور چاہتی تھی کہ تمام کاپیوں کو آگ میں جھونک دیا جائے۔مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔رسالہ خریداروں کو روانہ کیا جا چکا تھا۔

پورٹ لینڈ کے ایک شخص کی متواتر مساعی نے اس شہر پر اتنا اثر ڈالا کہ اس شہر کی مخفی قوت کا امریکہ کے کسی بھی شہر سے مشکل ہی سے اس کا ہم پلہ ٹھہرایا جا سکتا ہے۔میں اپنے دوست چارلس ارسکاین اسکاٹ وڈ کا حوالہ دے رہی ہوں۔اپنی حیثیت کے لحاظ سے وہ انتہائی قدامت پسند طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔اس کے باوجود وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اسی سماجی طبقے کے انتہائی سخت مخالف تھے جس میں وہ خود پروان چڑھے تھے۔یہ اس کی کوششوں کا ثمر تھا کہ عوامی لائبریری کو مجھ جیسے خطرناک شخص کے حوالے کر دیا گیا جیسا کہ مجھے سمجھا جاتا ہے۔مسٹر وڈ نے میری پہلی تقریر کی تقریب کی صدارت کی جس کا عنوان ''دانش مند پرولتاری'' تھا اور اس کی موجودگی کی وجہ سے بڑی تعداد میں سامعین آئے۔

پورٹ لینڈ ان دنوں شراب بندی کے معاملے کی مہم کے درد زہ میں مبتلا تھا۔میری تقریر جو ''اخلاقیات کے ماروں'' کے متعلق تھی اس میں بھی اس موضوع کا ذکر آ گیا جس سے ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔یہ میری عوامی زندگی کی نہایت ہیجانی شام تھی۔ممانعت کے حامی اور شراب دوست قریب قریب ایک دوسرے پر مکے بازی پر اتر آئے۔

اگلے روز ایک شخص مسٹر وڈ سے ملنے آیا اور میری تقریر کے متن کو خریدنے کی پیشکش کی۔جس میں وہ حصہ شامل نہ تھا جس میں جنس پر عائد ناروا پابندیوں پر تبصرہ کیا گیا تھا بلکہ صرف اس حصے کے لیے جس میں میں نے بالغوں کے اس استحقاق کی صراحت کی تھی کہ انہیں اپنے مشروبات کے منتخب کرنے کا حق ملنا چاہیے۔سائل مے خانوں کے مالکان کی انجمن کا نمائندہ تھا اور ان کی انجمن میرے دلائل کو شراب بندی کے خلاف اپنی مہم کے لیے نشر و اشاعت اور تشہیر کے لیے استعمال کرنا چاہتی تھی۔مسٹر وڈ نے اسے جواب دیا کہ وہ اس کی پیشکش کو مجھ تک پہنچا دیں گے۔لیکن چونکہ میں ایک ''عجیب و غریب مخلوق'' ہوں اور غالباً اس پر آمادہ نہ ہوں گی کہ میری تقریر آدھی شائع ہو۔''لیکن انہیں ہم معاوضہ دیں گے۔'' وہ جوش میں بولا ''اور وہ بھی منہ مانگے دام۔'' یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں نے مے فروشوں کی انجمن کا نمائندہ بننے سے انکار کر دیا۔

مونٹانا میں تانبے کے شہنشاہوں نے جن کی کیتھولک کلیسا بڑے خضوع و خشوع سے پشت پناہی کر رہا تھا۔دونوں نے بٹے اور دوسرے سلگتے ہوئے قصبات کو میرے لیے بنجر علاقہ بنا دیا تھا۔علاوہ میرے دوستوں اینی اور ایبے ایڈلسٹاڈ کی شیریں مہمان نوازی کو چھوڑ کر۔آخر الذکر ہمارے آنجہانی شاعر کا بھائی تھا۔آجروں نے جاسوسی کے نظام کو درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ان کے ملازمین نہ صرف اوقات کار کے دوران میں جاسوسوں میں گھرے رہتے بلکہ اپنے فارغ اوقات میں بھی۔یہ ''فرشتے'' ہر شخص کی چال ڈھال پر نظر رکھتے اور ان کے رویوں کی تفصیلی روودادیں بناتے۔نتیجے میں وہ جدید عہد کے غلام اس خوف میں جی رہے تھے کہ کہیں ان کے آجرین ناراض نہ ہو جائیں اور وہ روزگار سے محروم ہو جائیں۔ٹریڈ یونین کی صفوں میں بگڑتی ہوئی صورتحال نے جلتی پر تیل کا کام کر دیا۔کانکنوں کی مغربی فیڈریشن جو عرصہ دراز سے بدعنوان اور بددیانت حکام کے چنگل میں تھی وہ بھی مزدوروں کی احتجاجی آواز دبانے میں ہاتھ بٹا رہی تھی۔مگر اوپر سے پڑنے والا دباؤ بغاوت کو جنم دیتا ہے۔ہر بات کی حد ہوتی ہے۔بگڑے ہوئے کارکنوں نے یونین ہال کو ڈائنا مائٹ سے اڑا دیا۔مزدور رہنماؤں کو شہر سے مار بھگایا اور انقلابی خطوط پر ایک اور انجمن قائم کر لی۔

ایک بدلے ہوئے ماحول نے بٹے پہنچنے پر ہمارا استقبال کیا۔میری تقاریر میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے کسی خاص کوشش کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ضرورت نہ تھی۔لوگ ٹولیوں کی شکل میں آئے اورانہوں نے اپنی خودمختاری کو ظاہر بھی کیا۔انہوں نے بے خوف ہو کر سوالات پوچھے اور بحث مباحثے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔سامعین میں اگر کوئی 'فرشتے' موجود بھی تھے تو لوگ ان سے واقف نہ تھے۔اور اگر پہچان لیے گئے ہوتے تو لوگ ان سے وہیں عاجلانہ انصاف کر دیتے۔

وہاں بہت سی عورتوں کی موجودگی بہت معنی خیز بات تھی خاص طور سے میرے ''ضبط حمل'' کے لیکچر میں۔ماضی میں یہ ہوتا تھا کہ ایسے مسئلے پر ان میں اتنی ہمت نہ ہوتی کہ کوئی بات پوچھ لیں۔حد تو یہ ہے کہ رازدارانہ بھی نہیں۔اب یہ ہوا کہ وہ عوامی محفل میں کھڑی ہو کر بے تکلفی سے یہ تسلیم کر رہی تھیں کہ انہیں اپنی اس حیثیت سے سخت نفرت ہے کہ وہ گھریلو جھمیلوں میں پڑی رہتی ہیں اور بچوں کی پرورش کرتی رہتی ہیں۔یہ ایک خلاف معمول علامت تھی اور میرے لیے نہایت ہمت افزا۔

گزشتہ کئی برس سے شکاگو میں کسی ڈھنگ کے ہال تک ہماری رسائی نہ ہو سکی تھی۔مجھے اکثر ناگوار جگہوں پر تقریر کرنے پر مجبور ہونا پڑتا۔اکثر وہ میخوانوں کے پیچھے والے کمرے ہوتے۔تاہم اس سے بھی نام نہاد سفید پوش طبقہ میری تقاریر میں شرکت کرنے سے نہ باز آتا۔اکثر ایسا ہوتا کہ سامنے والی سڑک پر کاروں کی لائن لگ جاتی اس طرح جھوم کر چلنے والوں کو ایک موقع مل جاتا یہاں تک کہ میرے اپنے کامریڈوں کو یہ کہنے کا بہانہ مل جاتا کہ میں ''بغ ژواز کو تعلیم'' دے رہی ہوں۔اپریل کے مہینے میں ہونے والے شکاگو کے میرے آخری لیکچر کو ایک مدہوش شخص نے درہم برہم کر دیا جو نہ جانے کیسے میخانے کے عقب میں چلا آیا اور اس پر اڑ گیا کہ وہ کارروائی کو چلائے گا۔جلسے کے خاتمے پر دو اجنبی بن کے پاس اپنا تعارفی کارڈ چھوڑ گئے۔انہوں نے اس سے کہا کہ انہیں اطلاع دی جائے کہ میں شکاگو کب لوٹوں گی اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کی تقاریر کے لیے مناسب جگہ کا انتظام کریں گے۔

مجھے اس قسم کی بہت سی پیشکشیں ہو چکی تھیں جن میں سے چند ایک ہی ایفا ہوئیں۔مجھے اس پیشکش میں ہلکا سا ہی اعتبار آیا۔اس کے باوجود میں نے ان اجنبیوں کو لکھا کہ میں ان سے مغربی ساحل سے نیویارک واپسی پر ملنا چاہتی ہوں۔بٹے سے رخصت ہو کر میں شکاگو آ گئی۔جہاں میں مارگریٹ اینڈرسن اور ڈینیسی سے ملنے کا ارادہ کر رہی تھی۔ان میں سے ایک صاحب دولتمند اشتہاری ایجنٹ ثابت ہوئے اور دوسرا حصص کا کاروباری! ہم لوگوں نے ڈرامے کے موضوع پر بہترین طریقے سے ایک سلسلہ ہائے تقریر منعقد کرنے پر سیر حاصل گفتگو کی اور یہ فیصلہ ہوا کہ فائن آرٹس کے رسائیٹل ہال کو کرائے پر حاصل کر لیا جائے۔انہوں نے اس سلسلے کے اخراجات کی کفالت کرنے کی بھی پیشکش کی اب میں سوچ میں پڑ گئی کہ وہ اس کا بوجھ کیوں اٹھانا چاہتے ہیں۔یہ تبھی ہوتا ہے جب دولتمند یہودی ''ترقیاتی'' کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔میں نے اس پر انہیں صاف صاف بتا دیا کہ میں اس نفیس علاقے میں اسی آزادی سے اظہار خیال کروں گی جتنی میں کسی میخانے کے عقبی کثیف کمرے میں کرتی ہوں۔اس پر اتفاق رائے ہو گیا کہ میں بعد میں انہیں تار کے ذریعے تقریروں کی تاریخ کی اطلاع دوں گی۔

جب میں نیویارک پہنچی تو مجھے شدید مالی مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ساشا کی بے روزگاروں کے لیے کارروائیاں، جس میں فوج مخالف کام اور لڈلو مہم شامل تھی۔وہ تمام رقوم چٹ کر چکی تھیں جو میں نے اپنے دورے سے دفتر کے لیے ارسال کی تھیں۔ہم تو مدر ارتھ کے واجبات بھی ادا کرنے کے قابل نہ تھے۔گھر کے اخراجات تو رہے ایک طرف جو میری عدم موجودگی میں بلا معاوضہ مسافر خانے اور لنگر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ہم اپنے طابع اور ڈاک کے دفتر والوں کے بھی مقروض تھے اور ہمسائے کے تمام دکانداروں کے بھی۔اس مہم کو چلانے میں جو دباؤ اس نے برداشت کیا تھا اور جن ذمہ داریوں اور خطرات کا اس نے سامنا کیا تھا ان سب نے ساشا کو تنکھنا اور چڑچڑا بنا دیا تھا۔اسے میری تنقید گراں گزرتی اور اس بات سے دلگیر ہو جاتا کہ میں رقوم کا ذکر کرتی ہوں۔مجھے توقع تھی کہ چھ ماہ تک متواتر تقاریر کے دورے کے بعد میں آرام کروں گی جس میں ہم آہنگی اور چین ہو گا۔اس کے بجائے میرا نئی پریشانیوں سے ناک میں دم تھا۔

میں اس صورتحال سے سراسیمہ ہو گئی اور ساشا سے ناراض بھی تھی۔جو دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے نشر و اشاعت کے کام میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لگا ہوا تھا۔ اور اسے میرا ذرا سا بھی خیال نہ تھا وہ قدیم طرز کا انقلابی تھا جسے اپنے نصب العین پر جنوں کی حد تک یقین تھا۔ اس کے لیے تحریک ہی سب کچھ تھی اور میں تو اس کے لیے بس ایک وسیلہ بن کر رہ گئی تھی۔ اور یہی رویہ اس کا اپنی ذات سے بھی تھا۔ میں اس سے اب کیا توقع کر سکتی تھی؟

ساشا میری برہمی کو نہ سمجھ سکا۔ اور جب میں پیسے کا ذکر نکالتی تو وہ چڑ چڑا ہونے لگتا۔ اس نے ہماری رقوم کو تحریک پر خرچ کر ڈالا تھا۔ اول الذکر امور اس کی نظر میں میری ڈرامے کے موضوع کی تقاریر سے زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔ اس نے کہا۔ میں اس پر اس سے ترشی سے بولی اور اسے بتایا کہ میری ڈرامے کی تقاریر سے حاصل ہونے والی آمدنی کے بغیر اس کے پاس اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کے لیے کوئی رقم نہ تھی۔ اس تنازع نے ہم دونوں کو افسردہ کر دیا۔ اور ساشا دوبارہ ذات کے خول میں لوٹ گیا۔

میں اپنی زبوں حالی میں جن لوگوں سے مدد طلب کر سکتی تھی ان میں ایک میرا اعزیز بھانجا سیکس اور دوسرا پرانا دوست میکس تھا۔ دونوں بہت معاملہ فہم تھے۔ مگر ان دونوں کی مالی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ میری دستگیری کر سکتے۔ اس صورتحال کا مجھے اکیلے ہی سامنا کرنا ہوگا۔

میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنا گھر خالی کر دوں اور دیوالیہ ہونے کا اعلان کر دوں۔ میرا دوست گلبرٹ ای۔ رو جسے میں نے اعتماد میں لے کر اپنی تکالیف بیان کی تھیں۔ میرے عجیب وغریب خیالات پر ہنسنے لگا۔ دیوالیہ پن کا حربہ تو وہ لوگ اختیار کرتے ہیں جو قرض ادا کرنے سے بچنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا ''اس سے تو تم برسہا برس تک مقدمے بازی میں پھنسی رہو گی اور تمہاری آخری سانس تک کی کمائی بھی وصول کرتے رہیں گے۔' اس نے قرض دینے کی پیشکش کی مگر میں اس کی فیاضی کو قبول نہ کر سکی۔

پھر میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ میں طابع کو سب کچھ بتا دیتی ہوں کہ میری کیسی حالت ہے۔ بے تکلف اور صاف گوئی ہمیشہ بہترین طریقے ثابت ہوئے ہیں۔ میں نے فیصلہ کر لیا۔ میرے قرض خواہ نہایت معاملہ فہم ثابت ہوئے۔ جس رقم کی میں مقروض تھی اس پر ان کی نیندیں نہ اڑیں۔ مجھ پر اعتبار کیا جا سکتا تھا کہ میں انہیں بے باق کر دوں گی۔ آخر میں یہ طے ہوا کہ میں قرضوں کو ماہانہ قسطوں میں ادا کر دوں۔ ڈاک کے دفتر والوں نے تو مجھ سے درشنی ہنڈی بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ''جتنی رقم آپ دے سکتی ہیں ادا کر دیجئے'' منیجر نے کہا ''آپ کی زبان ہی ہمارے لیے کافی ہے۔''

میں نے از سر نو تنکے جمع کر کے کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لیا...... ایک کمرے میں دفتر اور دوسرا رہائش کے لیے...... اور جہاں تک ممکن ہوتا لیکچر دینے کے لیے ہر دعوت کو قبول کر لیتی۔ اور انتہائی کفایت شعاری کی راہ اختیار کر لی تا کہ مدرارتھ اور میرا کام چلتا رہے۔ میں نے بن کو تار بھیجا کہ وہ شکاگو میں میرے لیے ڈرامے پر تقاریر کی تاریخیں طے کرے اور اس کے بعد میں نے ایک اور گھر تلاش کرنا شروع کر دیا۔ یہ ایک دشوار کام تھا۔ لیکسنگٹن ایونیو کا دھماکہ اور اس سے ساشا کی سرگرمیوں کو جو شہرت ملی تھی عوام کے ذہنوں میں وہ ابھی تازہ تھیں اور گھروں کے مالکان کم ہمت والے تھے۔ لیکن آخر میں مجھے ایک سو چھبیسویں اسٹریٹ پر واقع ایک عمارت کی بالائی منزل پر دو کمروں کا فلیٹ مل گیا اور اسے میں نے اپنی ضرورتوں کے مطابق بنانے کا کام شروع کر دیا۔

ساشا اور فیٹزی نئے گھر کو ٹھیک کرنے میں مدد دینے کے لیے آ گئے۔ لیکن ہمارے تعلقات میں کشیدگی رہی۔ لیکن ساشا تو مجھ میں اتنا رچا بسا ہوا تھا کہ یہ میرے لیے ممکن نہ تھا کہ میں دیر تک اس سے ناراض رہتی۔ اس کے ساتھ ایک اور ایسی بات ہوگئی جس نے میری ناراضی کے رویے کو بدل ڈالا۔ مجھے یہ احساس ہوا کہ ساشا غلطی پر نہ تھا بلکہ میں خود غلطی پر تھی۔ یہ سب میرے سابقہ دورے کے خاتمے پر نہیں شروع ہوا تھا بلکہ اس کی جیل سے رہائی کے بعد گزشتہ آٹھ برسوں سے جاری تھا۔ وہ میری ذات تھی جو ہمارے رشتوں میں پڑنے والے رخنوں کی ذمہ دار تھی۔ میں نے اس کے ساتھ ہمالہ جیسی زیادتی کی تھی بجائے اس کے کہ اسے عملی زندگی میں داخل ہونے کا موقع دیتی، میں نے اس کے دوسرے جنم پر اسے اپنی عاطفت میں لے لیا جس کا ماحول ایسا تھا جو اس کا زہرہ آب کر رہا تھا۔ میں نے یہ سب بھٹکی ہوئی نیکی کے تحت کیا جو ماؤں میں عموماً ہوتی ہے۔ انہیں یہ زعم ہوتا ہے کہ انہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خوب معلوم ہے کہ ان کے بچوں کے لیے کیا مفید ہے۔ وہ کانپتی رہتی ہیں کہ گھر سے باہر کی دنیا میں کوئی نہ کوئی انہیں کچل ڈالے گا اور اس لیے وہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر بچوں کو ان خطرات سے بچانے کے جتن کرتی ہیں جو ان کی نمو کے لیے از حد ضروری ہوتے ہیں۔ ساشا کے معاملے میں میں نے بھی اسی غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔ نہ صرف یہ کہ میں نے زور دے کر ساشا کو باہر کی سرگرمیوں میں کود پڑنے کو نہ کہا بلکہ یہ بھی کہ جب کبھی اس نے قدم نکالنے کی کوشش بھی کی تو میں لڑکھڑانے لگتی۔ اس کی محض یہ وجہ تھی کہ یہ بات میرے بس کے باہر تھی کہ میں اسے مزید کسی آفت یا تکلیف میں مبتلا دیکھتی۔ اس کے باوجود میں اسے کسی بات سے محفوظ نہ رکھ سکی۔ میں نے صرف یہ کیا کہ اسے آزردہ خاطر کر دیا۔ شائید وہ اس امر سے آگاہ بھی نہ تھا لیکن یہ اس کی عادت ثانیہ بن چکی تھی کہ کسی نہ کسی وجہ سے وہ علیحدگی اختیار کر لیتا۔ ساشا ہمیشہ سے اپنی جگہ اور اپنے کام کا متمنی تھا۔ میں نے اسے ہر وہ شے دی جو ایک انسان کسی دوسرے کو دے سکتا ہے۔ لیکن میں نے اس کی وہ مدد نہ کی جو وہ کرنا چاہتا تھا اور جس کی اسے سخت ضرورت تھی۔ ٹھوس حقائق سے آنکھیں چرانا حماقت ہے۔ لیکن اب ساشا کو ایک عورت مل چکی تھی جو اسے دونوں چیزیں محبت اور معاملہ فہمی دے سکتی تھی اور اب میرے پاس موقع تھا کہ جو غلطیاں میں نے کی تھیں ان کی تلافی کر دوں۔

میں ان کے لیے ایسی سہولتیں مہیا کروں گی جس سے وہ ملک گیر سفر پر نکل سکیں۔ میں نے فیصلہ کیا۔ ساشا جیسے ہی کیلیفورنیا پہنچا اسے اپنے دیرینہ خواب کو عملی جامہ پہنانے کا خیال آ گیا کہ اسے اپنا اخبار نکالنا ہے۔

فٹزی اور ساشا نے میری اس تجویز کا جواب بڑی بیتابی سے دیا کہ وہ دورے پر نکل جائیں۔ میں نے اپنی نوجوان دوست آینا بیرن سے مل کر یہ بندوبست کیا۔ مذکورہ خاتون ہمارے ہاں ٹائپ کاری کا جز وقتی کام کیا کرتی تھی کہ وہ آج سے مدرارتھ کے کاروباری معاملات کو سنبھال لے۔ میکس اور سیکس رسالے کو مرتب کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔ ان کے علاوہ ہپولائٹ اور دیگر دوست بھی ہاتھ بٹانے کو موجود ہوں گے۔ ساشا میں پھر سے توانائی لوٹ آئی اور اس کے بعد ہمارے درمیان پھر کوئی کھنچاؤ نہ پیدا ہوا۔

ایک دن میرا دوست بولٹن ہال مجھ سے ملنے آیا۔ میں بہت دنوں سے سخت محنت کر رہی تھی اور بے حد نڈھال ہو چکی تھی جسے وہ بلاشبہ فوراً تاڑ گیا۔ ''تم اس چھوٹے سے دیہی فارم اوسٹنگ کیوں نہیں چلی جاتیں؟'' اس نے تجویز دی ''تمہارے منہ میں خاک'' میں نے جواب دیا ''جب تک ہماری دیمک وہاں مقیم ہے'' ''کون سی دیمک؟'' اس نے حیرانی سے پوچھا ''کیا وہاں مکھی نہیں ہے جس سے میں کئی سال سے اپنا پیچھا چھڑانے کی کوشش کر رہی ہوں'' ''تمہاری مراد ہرمین میخالیوچ سے تو نہیں ہے، وہی سہمی صورت والا آدمی جو مدرارتھ کے دفتر میں اور فیرر سینٹر میں ہاتھ بٹایا کرتا تھا؟'' ''بالکل وہی'' میں نے اسے بتایا ''یہی بظاہر سہمی ہوئی ذات میرے لیے ایک عرصے سے عذاب بنی ہوئی ہے۔'' عزیز بولٹن نے میری جانب متعجب نظروں سے دیکھا۔ ''مجھے پوری بات بتاؤ'' اس نے زور دے کر کہا۔

میں نے بولٹن کو پورا قصہ سنا دیا۔ ہرمین ایک عرصے سے مدرارتھ کا قاری تھا۔ اور پابندی سے قیمت ادا کرتا تھا اور بسا اوقات ہمارے ادب کا خریدار بھی بن جاتا ہے۔ وہ بروکلین میں رہتا تھا لیکن ہم میں سے کوئی بھی اس سے کبھی نہیں ملا تھا۔ پھر کیا ہوا کہ ایک روز مجھے اوماہا سے ایک چٹھی موصول ہوئی جس میں مجھ سے اس کی اجازت مانگی گئی تھی کہ میرے لیے وہاں جلسے ترتیب دیئے جائیں۔ مراسلہ نگار ہرمین تھا۔ میں خوش تھی کہ اس شہر سے کسی نے مدد کرنے کی پیشکش کی تھی۔ میں نے بذریعہ تار اسے کارروائی شروع کرنے کو کہا۔ جب میں وہاں پہنچی تو کیا دیکھا کہ میرا ناشناسا کامریڈ پھٹے حال اور فاقوں کا مارا لگ رہا ہے۔ بن نے اس کی مدد کی اور ہم نے اس کی رہائی کا انتظام کیا کیونکہ وہ ہمارے جلسے کے لیے دستی اشتہارات تقسیم کرتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا تھا۔ میں نے اس شہر سے واپسی سے پہلے اسے پینٹرز کی انجمن سے وابستہ کر دیا اور اسے ملازمت دلا دی۔ تین دن کے بعد میناپولس میں خلاف توقع ہمارا ہرمین سے پھر سامنا ہو گیا۔ وہ میرے سفر کے راستوں میں جلسوں کا انتظام کرنے کا خواہش مند تھا۔ اس نے اعلان کر دیا۔ میں نے اسے اطمینان دلایا کہ میں اس کی پیشکش کی قدر کرتی ہوں لیکن میرے پاس اس کام کے لیے پہلے ہی ایک مینجر ہے دو کو برداشت کرنے کی میں متحمل نہیں ہو سکتی۔ ہرمین اس کے بعد چپ ہو گیا۔ لیکن ہم جب اگلے شہر پہنچے تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ وہاں موجود تھا اور اس کے بعد اگلے شہر میں اور اس کے بعد ہر پڑاؤ پر۔ اس سے گلو خلاصی ممکن نہ تھی۔ یا تو وہ ہم سے پہلے پہنچ جاتا یا ہمارے پیچھے پیچھے۔ میری تقاریر سے جو آمدنی ہوتی اس میں اتنی گنجائش نہ تھی کہ اس کے ٹرین ٹکٹ کا کرایہ ادا کیا جا سکے۔ اور میں ڈرتی رہتی کہ ہرمین کے بلا ٹکٹ سفر کرنے میں وہ کہیں حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔ وہ میرے لیے ایک اور پریشانی اور بوجھ ثابت ہو رہا تھا۔ سیاٹل میں تو میں اس کی صورت دیکھنے کی بھی روادار نہ تھی۔ وہ ملازمت تلاش کر لے گا۔ اس نے کہا۔ اگر میں اسے چند اور ہفتے ساتھ رہنے دوں۔ میں نے ویسا ہی کیا اور اس نے بڑے خلوص سے وعدہ کیا کہ وہ سیاٹل میں ٹھہر جائے گا۔ جب ہم سپوکین پہنچے تو وہاں ہمارے استقبال کو کسے ملنا چاہیے تھا وہی ہرمین میخا یلووچ؟ اسے مغرب پسند نہ تھا۔ اس نے اعلان کر دیا اور اس لیے اس نے نیویارک واپس ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ یوں ہماری واپسی کے پورے سفر میں وہ ہمارے ساتھ سریش کی طرح چپکا رہا۔ وہ ایک اچھا کارکن ہے اور میرے جلسوں کے انتظامات کے لیے ہر کام کرنے پر کمر بستہ اور اتنا کہ وہ بن کے لیے ایک ناگزیر کارکن بن گیا۔ میں نے اطمینان کی سانس لی جب ہم نیویارک وارد ہوئے۔

کچھ عرصے تک تو ہرمین کا اتا نہ پتہ۔ لیکن اس کے بعد وہ پھر نمودار ہو گیا اور پھٹے حالوں۔ وہ ایک دھوبی کی دکان میں کام کر رہا تھا اور بقول اس کے اٹھارہ گھنٹے یومیہ مشقت کی اسے پانچ ڈالر ہفتہ اجرت ملتی تھی۔ جب وہ اپنی بپتا سنا رہا تھا تو بیچ میں غش کھا کر فرش پر گر گیا۔ جس پر ساشا اور ہپولائٹ نے عجلت میں یہ فیصلہ کیا کہ ہرمین اپنی کفالت کے لیے ان کے دفتر میں کام کر لے۔ جس سے وہ دھوبی کی دکان پر جانے سے بچ گیا اور اتفاق سے مزید غشی کے دوروں سے بھی۔ وہ بہت چالاک شخص تھا مگر شہرت کچھ لوگوں پر شراب سے بڑھ کر اثر ڈالتی ہے۔ ہمارے ساتھ دورے پر جا کر اور گرفتار ہو جانے کے بعد اپنا نام اخبار میں چھپا پا کر ہرمین کا دماغ الٹ گیا۔ اس کی حالت اور بدتر ہو گئی جب بن نے ہوبو کے جلسے کی تقریر میں اسے نیا ابھرتا ستارہ کہہ کر بانس پر چڑھا دیا۔ ہرمین خود کو چک کونر کا ہم پلہ سمجھنے لگا جو چائنا ٹاؤن کی ایک قد آور شخصیت تھی۔ سادا کیچی ہارٹمین جس کی وجہ شہرت اس کے پراسرار رقص تھے، ہچنز ہاپگوڈ جو روپوش جرائم پیشہ لوگوں پر اپنی تصانیف کی وجہ سے مشہور تھا۔ آرتھر بلارڈ جو عیش پسندی اور دنیا کی پاپیادہ سیاحت کے باعث بن ریٹمین جو ہولولینڈ کا نام نہاد بادشاہ کہلاتا اور دیگر روپوش اور کھلے ماحول کے نامور افراد سے ہمسری پر اتر آتا۔

ہرمین عیسائیت قبول کر کے مکی بن گیا۔ اس موقع پر زور خطابت سے اور اس اعتماد سے بولتے ہوئے جس پر کوئی اعتراض نہ ہو سکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ آوارہ گردی کرنا ایک اعلیٰ درجے کا فن ہے۔ ''آپ کہیں بھی مقیم ہوں آپ محنت مزدوری کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔'' اس نے فیصلہ کر دیا۔ ''لیکن کھلی ہوئی سڑک پر آپ کام کرنے کے پابند نہیں رہتے۔ اپنی روح کا میں خود مالک ہو چکا ہوں۔ بجائے اس کے کہ کسی آجر کے لیے کام کروں میں چاہتا ہوں کہ دوسرے میرے واسطے اس وقت تک کام کریں جب تک میں اپنے لیے کسی پیشے کا انتخاب نہیں کر لیتا۔'' اسے ایک سورما تسلیم کر لیا گیا اور برادری نے اسے اپنا فرد مان لیا۔

اگلے روز کے اخبارات میں مکی کے متعلق مضامین شائع ہوئے۔ ''آئرلینڈ کا یہودی جس نے عہد کیا تھا کہ کبھی کام نہ کرے گا۔'' مکی اب ہوا میں اڑ رہا تھا اور اس کا سر فخر سے بلند ہوتا جا رہا تھا۔ سینہ فخر سے پھولا ہوا اور دنیا بھر کو نہایت حقارت سے دیکھنے لگا۔ ہمارے دفتر میں اس نے ہوشمندی سے کام لے کر اپنی شہرت پر فخر و مباہات سے کام نہ لیا...... یہاں تک کہ بن اور میں دورے پر روانہ ہو گئے۔ تب اس نے اعلان کر دیا کہ وہ اپنی زندگی اپنی مرضی سے بسر کرے گا اور اس کے پاس مکمل کرنے کے لیے عظیم الشان منصوبے ہیں۔ لڑکوں نے اس پر اسے فوراً سمجھا دیا کہ وہ لوگ ان عظیم کاموں کے ساتھ ایک ہی گھر میں نہیں رہ سکتے۔

اوماہا میں مکی پھر سے نمودار ہو گیا۔ وہ مجھ پر بوجھ نہ بنے گا اس نے مجھے اطمینان دلایا وہ صرف میرے کام سے منسلک رہنا چاہتا ہے۔ میں اسے اس سے محروم نہیں کر سکتی تھی۔ مکی اس کے بعد میرا سایہ بنا رہا۔ ہمیشہ ایک قصبے سے دوسرے قصبے تک تعاقب کرتا۔ میں تو اس کے استقلال پر عش عش کرتی حالانکہ میرے اعصاب پر خوف طاری رہتا۔ یوں لگتا جیسے اس کا وجود مجھ میں پوری طرح حلول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر چکا ہو۔اب اس نے میرے نیویارک کے دوستوں کے متعلق گپ بازی شروع کر دی خصوصاً بن کے متعلق جو خاص طور سے اس کے لیے بڑے صبر و تحمل سے کام لیتا تھا۔اس بات سے بن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور مکی میری نظروں سے دفع ہو گیا۔

جب ہم لوگ نیویارک واپس پہنچے تو بن یہ خوشگوار خبر لایا کہ مکی اسی روز یہاں پہنچا تھا۔نیم فاقہ زدہ اور پا پیادہ سردی میں سفر کرنے سے ٹھٹھرا ہوا۔''اس کی مرمت کرو کچھ رقم دو، خوراک پہنچاؤ اور چھت بھی۔'' میں نے کہا ''بس اسے یہاں نہ لانا۔اس کی مہربانیاں میرے لیے پہلے ہی بہت زیادہ ہیں۔'' بن نے وہی کیا جو میں نے کہا تھا۔مگر وہ بیچارے مکی کی خستہ حالی ہی کے متعلق بتاتا رہا۔اور کرسمس کی شام میں میرے لیے اسے بطور تحفے کے لے آیا۔باہر برف کا طوفان تھپیڑے مار رہا تھا اور ہمارے پاس ایک کمرہ فالتو پڑا تھا۔اس بیچاری مخلوق کو میں کیسے بھگا دیتی؟

مکی کے دل میں احساس تحفظ کے آنے کی دیر تھی کہ اس نے پھر سے اپنی فضیلت کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔تنقید کرتا، ملامت کرتا اور ہر ایک کے صبر کا اتنا امتحان لیتا کہ قطع تعلق کی نوبت آ جاتی۔ایک دن غصے میں اس نے سیکس پر بید کی چھڑی اٹھا لی جو اس کی شیخیاں سنتے سنتے تنگ آ چکا تھا۔میری موجودگی کی وجہ سے مکی کی ٹھکائی ہوتے ہوتے رہ گئی جس کا وہ حقدار تھا۔میں نے اسے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ وہ اپنی رہائش کے لیے کوئی اور جگہ تلاش کر لے۔اس رات جب ہم لوگ ایک میٹنگ سے لوٹے تو ہم نے اپنے آتشدان کو مسمار شدہ پایا اور مکی نے خود کو ایک کمرے میں اندر سے بند کر لیا تھا۔وہ بھوک ہڑتال پر تھا۔اس کے ہاتھ کا ایک پرچہ میری میز پر رکھا ہوا تھا جس میں یہ اطلاع دی گئی تھی۔اور یہ بھی درج تھا کہ یہ اس وقت تک چلے گی جب تک میں اسے اسی گھر میں رہنے کی اجازت نہ دے دوں گی۔لڑکوں نے یہ پیشکش کی کہ وہ اسے ڈنڈا ڈولی کر کے سڑک پر پھینک آتے ہیں لیکن میں نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔امید یہ تھی کہ مکی اپنا ارادہ بدل دے گا۔چار دن بیت گئے وہ اب بھی اندر سے مقفل کیے بیٹھا تھا۔میں نے پانی سے بھری بالٹی اٹھائی اور ایک عزم سے اس کے کمرے کی چھت پر چڑھ گئی۔اس نے میری آواز سنتے ہی دروازہ کھول دیا۔میں نے اسے بتا دیا کہ اگر وہ پانچ منٹ کے اندر کھڑا نہ ہو گیا تو میں اسے سرد پانی سے نہلا دوں گی۔اس پر اس نے رونا شروع کر دیا اور مجھ پر سنگدلی کا الزام لگانے لگا۔وہ مجھے اوروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ چاہتا ہے۔اس نے اعلان کر دیا کہ وہ میرا سچا دوست ہے لیکن اب مجھے مر جانا چاہیئے کیونکہ میں اس کی محبت کا بدلہ نہیں چکا سکتی۔وہ یہیں مرے گا اور مجھے اس کام میں اس کی مدد کرنا ہو گی۔لڑکوں کا یہ کہنا تھا کہ مکی کی حیلہ سازی کے پیچھے رقابت کا جذبہ ہے۔اس خیال کو میں نے ہنس کر اڑا دیا۔بالآخر بیچارے مکی کا راز فاش ہو گیا! مگر میں اڑی رہی۔''تمہاری محبت اچھی ہے جو یہ چاہتی ہے کہ تمہاری موت کا بوجھ میرا ضمیر اٹھائے۔'' میں نے کہا ''کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ بجلی کی کرسی پر بیٹھ کر مرنے کے لیے اس سے بہتر وجوہ بھی موجود ہیں؟'' میں نے اسے اٹھنے کو کہا اور نہانے کا مشورہ دیا اور کھانا کھانے کو کہا اور یہ سمجھایا کہ ہم لوگ بعد میں یہ طے کریں گے کہ خود کشی کرنے کے لیے کون سا طریقہ سب سے اچھا ہے۔اس نے مجھ سے اس کی اجازت مانگی کہ وہ فارم پر جا کر رہنا چاہتا ہے جس کی میں نے خوشی سے اجازت دیدی۔لیکن وہاں پہنچ کر وہ مجھے خطوط سے زیر بار کرنے لگا۔روزانہ دو یا تین موصول ہوتے۔جس میں بھوک اور سردی کی شکایت ہوتی اور خود کشی کرنے کی دھمکیاں پھر سے آنے لگیں۔

بولٹن مجھے چھیڑنے کے لیے کہنے لگا کہ ''مکی کو معلوم ہے کہ تمہارے ضمیر پر ایک بوجھ رہتا ہے۔'' ''اور اس کے علاوہ اس کی یکطرفہ محبت کو دیکھتے ہوئے'' اس نے یہ اضافہ کیا، اس وقت اس کی آنکھیں شوخی سے چمک رہی تھیں۔''ٹھیک ہے میں اسے فارم سے نکال باہر کروں گا اور یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ اسے قلاش بھی نہ رہنے دوں گا۔'' بولٹن نے مکی کو لکھا کہ مجھے تمہاری علالت اور افلاس کے متعلق بتایا گیا ہے جس پر میں نے 'مفلسوں کے گھر' کے منتظمین کو اطلاع دے دی ہے۔چند دنوں میں ان کا ایک اہلکار اس سلسلے میں تم سے ملنے آئے گا۔جوابی ڈاک سے بولٹن کو مکی کا یہ پیغام ملا کہ وہ کوئی مفلس نہیں ہے اور اس کے پاس اتنی رقم ہے جس سے وہ مغربی ساحل کی طرف جا سکتا ہے۔''یہ مکی تو بہت چالاک ہے'' بولٹن نے تبصرہ کیا ''مگر مجھے یہ اندازہ نہ تھا کہ تم اسے اس آسانی سے زیر کر لو گے۔''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوسٹنگ پر وہ چھوٹی سی جگہ آخرکار اس ''دیمک'' سے پاک ہوگئی۔ایک عرصے سے مجھے بھی آرام کی ضرورت تھی۔نہ جانے کیسے اس افراتفری میں یہ بھول گئی کہ نوجوان ڈونلڈ جو میری عزیز دوست جرٹی ووز کا بیٹا تھا اسی گھر میں رہتا تھا جسے میں خالی کر چکی تھی۔سا تشانے مجھے بذریعہ خط اس وقت مطلع کیا تھا جن دنوں میں مغربی ساحل کے دورے پر تھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ وہ اپنی ماں کا خط لایا تھا اس لیے اس نے اسے اپنے پاس ٹھہرالیا تھا۔جرٹی ووز ایک قدیم باغی عورت تھی جس سے میری ملاقات ۱۸۹۷ء میں ہوئی تھی۔لیکن میں اس کے بیٹے سے گزشتہ اٹھارہ برس میں کبھی نہ ملی تھی۔جب میں اس سے اپنے مکان میں دوبارہ ملی تو اس نے مجھ پر نہایت ناخوشگوار تاثر چھوڑا۔غالباً اس کی وجہ اس کا بلند آواز میں گفتگو کرنا یا اس کی بے چین نگاہیں تھیں اور یوں لگا جیسے وہ مجھ سے آنکھیں چرا رہا ہو۔مگر وہ پھر بھی جرٹی کا بیٹا تھا بے یار ومددگار اور بے روزگار۔وہ بھوک کا مارا ہوا اور پھٹے حال تھا۔میں نے اس سے کہا کہ وہ اوسٹنگ میں جا کر کچھ دنوں آرام کرلے۔وہ مجھے بتا چکا تھا کہ ٹیری ٹاؤن کی مہم کے بعد اس کا ارادہ گھر لوٹ جانے کا تھا۔لیکن وہ اس کا منتظر ہے کہ ماں کرائے کی رقم کب بھیجتی ہے۔یوں لگا جیسے اسے میری پیشکش اچھی لگی اور اگلے دن وہ فارم کے لیے روانہ ہوگیا۔

میں نے اپنے مکان پر اپنی سرگرمیاں دوبارہ شروع کردیں۔نئی صورتحال سے مطابقت پیدا کرنے میں بہت سی دشواریاں پیدا ہوگئیں۔مگر میرے دوست اسٹیورٹ کرکی موجودگی سے وہ قابل برداشت ہوگئیں۔یہ صاحب میرے دفتر کے کمرے کے اوپر والے حصے میں مقیم تھے۔وہ اس سے پہلے بھی ہمارے ۲۱۰ ایسٹ تھرٹینتھ اسٹریٹ والے گھر میں قیام کر چکے تھے۔یہ دوسروں کا خیال رکھتے اور بے جا مداخلت کرنے سے پرہیز کرنے والا مزاج رکھتے تھے۔اسٹیورٹ میری اتنی خبر گیری کرتا جس سے مارے شرم کے میں پانی پانی ہوجاتی اور کئی طریقوں سے میری مدد کرتا۔بطور پڑوسی اس کا وجود ایک نعمت سے کم نہ تھا۔ہم دو کرائے دار تھے جو ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے۔

میں توان دو ڈراموں کے کورسوں کی تیاری میں لگی ہوئی تھی جن کا میں نے شکاگو میں پڑھانے کا وعدہ کیا تھا۔اس کے علاوہ جنگ کے خلاف تقاریر کا ایک سلسلہ بھی شروع ہونے والا تھا جسے یورپ میں چھڑے ہوئے تین ماہ ہو چکے تھے۔مدرارتھ کو چھوڑ کر اور نیویارک میں عسکریت مخالف تحریک کے علاوہ مجھے کبھی یہ موقع نہ ملا تھا کہ میں مغربی ساحل کے علاقے میں اس قتل وغارتگری کے خلاف اپنی آواز بلند کرسکتی۔سوائے ایک موقع کے جو بیٹے میں ہوا تھا۔جب میں نے ایک موٹر کی چھت پر کھڑے ہو کر ایک بڑے مجمع سے خطاب کیا تھا اور مجرمانہ جنگ کی حماقت پر لعنت ملامت کی تھی۔میں یہ محسوس کرتی تھی کہ اگر سوشلسٹ اپنے نظریات سے منحرف نہ ہوجاتے تو یہ عظیم تباہی ممکن نہ ہوتی۔جرمنی میں یہ پارٹی اپنے ارکان کی تعداد کو ایک کروڑ بیس لاکھ بتاتی تھی۔اعلان جنگ کو روکنے کے لیے کیا یہ کوئی کم تعداد تھی۔لیکن کوئی چوتھائی صدی سے مارکسسٹوں نے اپنے کارکنوں کو اطاعت اور حب الوطنی کے شکنجوں میں جکڑ لیا تھا اور انہیں اس کی تربیت دی تھی کہ وہ پارلیمانی سرگرمیوں پر انحصار کریں اور خاص طور سے اپنے سوشلسٹ لیڈروں پر اندھوں کی طرح اعتقاد رکھیں۔اور ان رہنماؤں میں سے اکثریت کس طرح قیصر کی حلیف بن بیٹھی! بجائے اس کے کہ وہ انٹرنیشنل پرولتاریوں کے مقاصد سے ہم آہنگی پیدا کرتے انہوں نے جرمن محنت کشوں سے اپیل کردی کہ وہ ''اپنے'' پدری وطن کے دفاع کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔اور یہ پدری وطن کس کا تھا جن کا کوئی پرسان حال نہ تھا اور انسانیت سوز حالت میں تھا۔بجائے اس کے کہ ایک عام ہڑتال کا اعلان کرکے جنگی تیاریوں کو مفلوج کردیتے۔انہوں نے اپنے ووٹوں کے ساتھ رقوم دے کر اس قتل عام کی حمایت کی۔دوسرے ملکوں کے سوشلسٹوں نے چند انسان دوستوں کو چھوڑ کر جرمنوں کی پیروی کی۔اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کہ کئی دہائیوں سے جرمنوں کی سوشل جمہوریت دنیا بھر میں پھیلے ہوئے سوشلسٹوں کے لیے مینارہ نور اور وجہ افتخار بنی ہوئی تھی۔

ڈراموں پر میری تقاریر کا سلسلہ دو دولتمند مربیوں کے پرچم تلے ہوا میرے لیے ایک نہایت ناخوشگوار تجربہ ثابت ہوا۔مسٹر ایلّ جو اشتہاری کاروبار کی ایک نابغہ روزگار شخصیت تھی۔اس نے یہ ذمہ داری از خود اپنے سر لے لی کہ میرے بھیجے ہوئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اعلانات کے مسودے کی کانٹ چھانٹ کردی۔ اس نے اس کی امتیازی خصوصیات بدل ڈالیں اور میرے لیکچروں کو اس طرح بنا کر پیش کیا جیسے وہ چیونگم کے اشتہارات ہوں۔

اس کے بعد کچھ ایسا ہوا جس سے میرے مربیوں کے نازک جذبات کو ٹھیس سی پہنچ گئی ہو۔ ڈرامے پر ہونے والا میرا پہلا لیکچر نومبر کی ۱۰ کو ہونا تھا جو میرے لیے بڑی اہمیت کا دن ہوتا ہے۔ شکاگو میں ستائیس برس پہلے یہ میرے شہید کامریڈوں کا اس ارض فانی پر آخری دن تھا۔ میں نے اپنی تقریر کی تمہید میں عوام میں پیدا ہونے والی اس متضاد تبدیلی کا ذکر کیا جو انارکزم کے متعلق ۱۸۸۷ء سے ۱۹۱۴ء تک آئی تھی۔ ہمارے لاثانی شہداء کے خواب میرے مدنظر تھے جو آگسٹ سپائیز کے آخری پیشگوئی وں کی تصدیق کررہے تھے کہ ''ہماری خاموشی ان آوازوں سے کہیں زیادہ طاقتور ثابت ہوگی جن کا تم آج گلا گھونٹ رہے ہو۔'' ۱۸۸۷ء کے شکاگو میں انارکزم کے لیے واحد جواب پھانسی کا پھندہ تھا اور آج ۱۹۱۴ء میں یہ شہر بڑی بیتابی سے ان نظریات کو سننے کا متمنی ہے جس کے لیے پیرسن اور اس کے کامریڈوں نے اپنی جان دی تھی۔ میرے مختصر تعارفی کلمات کے دوران میں میں نے اگلی صف میں بیٹھے ہوئے اپنے ایک حامی اور اس کے اہل خانہ کو اپنی نشستوں پر بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے دیکھا اور ہال کی آخری صفوں میں بیٹھے ہوئے لوگ اس طرح اٹھ کر چلے گئے تاکہ لوگوں سے یہ بات پوشیدہ نہ رہے۔ مگر میں ان باتوں سے متاثر ہوئے بغیر اس شام کے لیے طے شدہ موضوع پر اظہار خیال کرتی رہی جو تھا ''امریکی ڈرامہ۔''

بعدازاں میرے حامی نے بن کو بتایا کہ میں نے ''اپنی زندگی کا سب سے عمدہ موقع گنوادیا۔'' انہوں نے تو ''پورے شکاگو کی دولت اور اثر ورسوخ'' کو اس لیکچر میں شرکت کرنے پر آمادہ کرلیا تھا ''جن میں روز نوالڈز جیسا دولتمند بھی شامل تھا۔'' وہ میرے ڈرامے سے متعلق کام پر اس طرح مدد کرتے جس سے مجھے ساری زندگی فائدہ پہنچتا اور یوں ''ایما گولڈمان نے سارا کھیل دس منٹوں میں بگاڑ کر رکھ دیا جسے ترتیب دینے میں انہوں نے کئی ہفتے محنت کی تھی۔''

مجھے یوں لگا جیسے میں کوئی بکاؤ مال تھی جسے بیچنے کے لیے سجا کر رکھا گیا تھا۔ اس واقعے نے مجھ پر بہت اضمحلالی اثر چھوڑا۔ میں نے بہت کوشش کی مگر میں اپنی ڈرامے پر کی جانے والی تقاریر میں روایتی زور بیان نہ پیدا کرسکی۔ حالانکہ جب میں نے جنگ کے خلاف تقریر کی تو صورتحال بدل گئی۔ یہ تقریر میرے ہال میں ہوئی جس میں کسی کا احسان شامل حال نہ تھا۔ میں پوری آزادی سے اس قتل وغارت گری سے اظہار نفرت کررہی تھی اور پوری بے تکلفی سے ان سماجی موضوعات کو زیر بحث لارہی تھی جو اس میں آجاتے۔ جب ڈرامے سے متعلق تعلیمی نصاب مکمل ہوگیا تو میں نے اپنے ''مربیوں'' کے تمام واجبات ادا کردیئے جو انہوں نے ان انتظامات کے کرنے میں صرف کیے تھے۔ مجھے اس تجربے پر کوئی تاسف نہ ہوا۔ اس نے مجھے یہ سبق دیا کہ سرپرستی سے فرد کی دیانت مفلوج ہونے کے علاوہ خود مختاری بھی متاثر ہوتی ہے۔

میرے شکاگو کے قیام کو میری دو نوجوان دوستوں مارگریٹ اور ڈیبز آئی نے دلفریب بنادیا۔ دونوں نے خود کو میرے لیے وقف کردیا اور لٹل ریویو کے دفتر کو میری ضرورتوں پر قربان کردیا۔ دونوں اتنی مفلس تھیں جیسے تکیہ دار فقیر۔ انہیں کبھی معلوم نہ ہوتا کہ کھانا پھر کب نصیب ہوگا۔ یہاں تک کہ طابع اور مالک مکان کے واجبات کی تلوار ہمیشہ ان پر لٹکتی رہتی۔ اس کے باوجود میری دلجوئی کے لیے میز پر تازہ پھولوں کا گلدستہ ہمیشہ موجود ہوتا۔ میں نے مارگریٹ کے ساتھ جب سے موسم بہار کے وہ ناقابل فراموش دن گزارے تھے جو ہم دونوں نے مسٹر اور مسز رو کے ساتھ پیلہام مینر کے مقام پر ان کی حویلی میں بسر کیے تھے اور ان کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوئے تھے اس وقت سے ہمارے درمیان ایک انجانی اور انمول شے جنم لے چکی تھی۔ تین ہفتوں پر محیط ہماری قریب قریب بلاناغہ کی رفاقت، ان کی معاملہ فہمی اور وجدان ان سب نے مل کر ہماری باہمی انسیت میں اضافہ کیا تھا۔

شکاگو میں کشش تھی مگر میں قیام کو طول نہیں دے سکتی تھی۔ دور سے صدائیں آرہی تھیں کہ میں آؤں اور جدوجہد کو پھر سے شروع کردوں۔ کئی شہروں کا پھیرا لگانا اب بھی باقی تھا۔ ساشا اور فٹزی اپنے تقریری دورے پر روانہ ہوچکے تھے اور گھر پر میری موجودگی فوری طور پر درکار تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۴۲

ہیلینا اور کم سن بچے ہمیشہ مجھے روچسٹر کھینچ بلاتے چاہے میرے وہاں لیکچر نہ ہوتے۔ امسال اپنے مستقل قیام کے شہر کا پھیرا لگانے کی مخصوص وجوہ بھی تھیں۔ اس کا موقع مل رہا تھا کہ جنگ کے خلاف بولوں اور خاندان کی اس اہم تقریب میں شرکت کروں جو ڈیوڈ ہوپسٹین کے پہلے کنسرٹ پر ہو رہا تھا جس میں مقامی سمفونی آرکسٹرا سنگت کرنے جا رہا تھا۔

میرے لیکچر کے لیے وہاں وکٹوریہ تھیٹر کرائے پر لیا جا چکا تھا۔ جس کا انتظام ایک انارکسٹ کارکن نے کیا تھا جو ڈاشوٹا کہلاتا تھا۔ وہ اول درجے کا نظریہ پسند تھا۔ اس نے جلسے کے تمام اخراجات اپنی پس انداز کی ہوئی معمولی سی پونجی سے ادا کیے تھے۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی فرصت کے اوقات اس جلسے کی تشہیر پر صرف کیے تھے۔ اس کی اعانت میرے لیے شکاگو کے امرا کی جانب سے "زندگی کی حفاظت" کی پیشکش سے بڑھ کر تھی۔

جب میں روچسٹر پہنچی تو میں نے اپنے اعزا کو ڈیوڈ کے ہونے والے کنسرٹ کے متعلق پرتشویش امید و بیم میں پایا۔ اس بات سے تو میں بہ خوبی واقف تھی جو میری بہن ہیلینا اپنے خوابوں اور تمناؤں کے بر آنے کی امید لگائے بیٹھی تھی جو اس کی محرومیوں سے پر زندگی میں پہلی مرتبہ اس کے سب سے چھوٹے بیٹے کی ذات میں حقیقت کا روپ اختیار کرنے والی تھی۔ بیٹے میں صلاحیت کے جوہر کی چنگاری دیکھتے ہی میری کم ہمت بہن نے نہ جانے کیسے اپنے اندر ہمت اور عزم کی ایسی جوت جگالی جس سے ہر دشواری سے نبٹا جا سکتا تھا جو اس کے چہیتے بچے کے فنکارانہ مستقبل میں نمودار ہونے والا تھا۔ اس نے بڑی کفایت سے اپنے بچوں کے لیے کوڑی کوڑی جمع کی تھی۔ بطور خاص ڈیوڈ کے لیے کہ اسے وہ تمام مواقع مل سکیں جن سے وہ اپنی زندگی میں محروم رہی تھی۔ اور وہ اسی آرزو میں گھلی جا رہی تھی کہ اس کے لیے وہ اپنا سب کچھ لگا دے۔ میں جب بھی اس سے ملنے آتی تو وہ مجھ سے اپنے دل کا حال بیان کرتی تھی جس میں شکایت تو نہ ہوتی مگر اس بات کا افسوس ضرور ہوتا تھا کہ وہ اپنے جگر کے گوشوں کے لیے "کتنا کم" کر سکی تھی۔

اس کی کشمکش اور جدوجہد اب ثمر آور ہونے والی تھی۔ ڈیوڈ یورپ سے بطور مکمل فنکار ڈھل کر لوٹا تھا جس کے لیے اس نے کنیزوں کی طرح محنت مشقت کی تھی۔ اس لیے اب ماں کا دل اس کی کامیابی کے لیے پھڑ پھڑا رہا تھا۔ سنگدل نقادوں اور داد و تحسین سے عاری سامعین ...... کے سامنے اس کے لخت جگر کا اظہار فن کسی تعریف کا مستحق ٹھہرے گا؟ کیا وہ اس کی یگانہ روزگار دانش کو سمجھ سکیں گے۔ اس نے باکس میں نشست قبول کرنے سے محض اس لیے انکار کر دیا کہ "ممکن ہے میری موجودگی سے اس کی توجہ بٹ جائے۔" اس نے جواب دیا۔ وہ جیکب کے ساتھ گیلری میں بیٹھ کر زیادہ پرسکون محسوس کرے گی۔

میں نیویارک میں ڈیوڈ کو گاتے ہوئے سن چکی تھی اور مجھے معلوم تھا کہ اس نے تمام شائقین کو کتنا متاثر کیا تھا۔ وہ ایک سچا فنکار تھا وجیہ اور خوش شکل اور چبوترے پر وہ حشر ساماں لگ رہا تھا۔ روچسٹر میں ہونے والے اس کے مظاہرے کے متعلق میرے دل میں ہلکی سی تشویش بھی نہ تھی۔ تاہم میری بہن کا اختلاج کسی نہ کسی طرح مجھ تک آ پہنچا اور پورے کنسرٹ کے دوران میں میری جان اسی میں اٹکی رہی۔ جس کی محبت اور امیدیں آج بر آ رہی تھیں۔ ڈیوڈ کے وائلن نے سامعین پر سحر سا کر دیا اور اس پر داد و تحسین کے ایسے ڈونگرے برسانے لگے جو کسی نوجوان فنکار کے حصے میں اپنے ہی آبائی قصبے میں بہ مشکل نصیب ہوتا ہے۔

نیویارک پہنچتے ہی مجھ سے نیوز پیپر انٹر پرائز ایسوسی ایشن والوں نے رابطہ پیدا کیا جس کے کرتا دھرتا اسکرپس۔ ہاورڈ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اخبارات تھے۔ وہ مجھ سے ایک ایسے مضمون کے خواستگار تھے جس میں یہ بتایا جائے کہ امریکی عوام کس طرح روئے زمین پر امن قائم کرنے میں مدد کر سکتے ہیں اور لوگوں میں بھائی چارہ بڑھا سکتے ہیں۔ موضوع سے اگر انصاف کیا جائے تو کتاب کا ایک نسخہ درکار ہوگا۔ لیکن مجھ سے اسے ایک ہزار لفظوں کے کوزے میں بند کرنے کی فرمائش کی گئی۔ قارئین کی ایک بہت بڑی تعداد تک رسائی کا یہ موقع اتنا قیمتی تھا جسے گنوانا آسان نہ تھا۔ میں نے اپنے مقالے میں یہ اشارہ کیا کہ بھائی چارہ پیدا کرنے کے لیے پہلا قدم تو یہ اٹھانا پڑے گا کہ مسیح کے دس احکام میں سے اس حکم کو ''ان معاملات کو قیصر پر چھوڑ دو جو قیصر کے دائرہ اثر میں آتے ہیں اسی طرح خدا والے خدا پر۔'' یوں آسمانوں اور زمین کے مستبد حکمرانوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کا سلسلہ ترک کیا جائے۔ میں نے یہ لکھا کہ یوں ہم انسانوں کے مابین امن کی جانب گامزن ہو جائیں گے۔

میں جب ایک مختصر دورے سے لوٹی تو ڈونلڈ واس کو نیویارک میں پا کر حیران ہوگئی۔ میں نے جب اسے آخری مرتبہ دیکھا تھا تو اس کے مقابلے میں وہ اب کہیں زیادہ پھٹے حالوں تھا۔ اگرچہ یہ دسمبر کا سرد مہینہ تھا لیکن اس کے پاس پہننے کو اوورکوٹ نہ تھا۔ وہ بلاناغہ ہمارے دفتر آجاتا اور اس کے بقول ''گرم رکھنے کے لیے'' گھنٹوں قیام کرتا۔ ''اس رقم کا کیا ہوا جس کا تمہیں انتظار ہے؟ میں پوچھ بیٹھی' کیا یہ کبھی آئے گی؟'' وہ وصول ہو چکی ہے اس کا بیان تھا' لیکن اسے نیویارک میں ایک اچھی سی ملازمت کا وعدہ کیا گیا ہے اس لیے اس نے نیویارک میں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کا کوئی نتیجہ نہ برآمد ہوا تاہم اس کے واپسی کے کرائے کی رقم صرف ہوگئی اور اسے دوبارہ کرائے کے لیے وطن خط لکھنا پڑا۔ یہ سب کچھ قابل فہم تھا لیکن میرا دل نہ مانتا تھا۔ اس کی مسلسل موجودگی میرے اعصاب پر بوجھ بنتی جا رہی تھی۔

جلد ہی ایسی خبریں ملنے لگیں کہ ڈونلڈ شراب نوشی پر رقم صرف کر رہا ہے اور شبینہ محفلوں میں اپنے احباب کی خاطر مدارات کرتا رہتا ہے ابتداء میں تو میں ان باتوں کو گپ شپ سمجھتی رہی۔ وہ لڑکا جو ایک اوورکوٹ خریدنے کا متحمل نہ ہو وہ مئے نوشی کے لیے کہاں سے رقم لائے گا؟ لیکن یہ رپورٹیں زیادہ تواتر سے آنے لگیں اور میرے کان کھڑے ہوگئے۔ میں اس کی ماں جرٹی سے واقف تھی جو اتنی غریب تھی جس کے لیے بیٹے کی کفالت کرنا مشکل تھا اور اس کے دیگر دوستوں کا بھی یہی حال تھا۔ اسے اگر میں لکھتی تو وہ اور فکرمند ہوتی اس لیے میں نے مغربی ساحل کے ایک دوست کو خط لکھا۔ انہوں نے ٹکوما' سیاٹل میں معاملے کی تحقیق کی اور ہوم کالونی تک گئے جہاں جرٹی مقیم تھی۔ ان مقامات سے ڈونلڈ کو کوئی رقم نہیں بھیجی جا رہی تھی۔ میرے اندیشے بڑھنے لگے۔ اس کے فوراً بعد ڈونلڈ مجھے یہ بتانے آیا کہ بالآخر اس کے واپسی کے کرائے کی رقم آگئی ہے اور وہ مغرب کی طرف لوٹ رہا ہے۔ میں نے سکھ کا سانس لیا اور خود سے تھوڑی سی شرم بھی آئی کہ میں ناحق شک کرتی رہی۔

ڈونلڈ کے رخصت ہونے کے ایک ہفتے کے بعد ہم نے میتھو۔ اے اشمڈ کی نیویارک میں گرفتاری کی خبر پڑھی اور ڈیوڈ کپلان کی پیوجے ساؤنڈ کے مقام پر۔ ہمیں معلوم تھا کہ دونوں افراد لاس اینجلس ٹائمز کے دھماکے کے سلسلے میں ''مطلوب'' تھے۔ ''دی جنٹلمینز اگریمنٹ'' جو ریاست کیلی فورنیا نے میکنامارا برادران کے اعترافی بیان کے عوض کیا تھا کہ وہ اب محنت کشوں کے خلاف مزید مقدمات قائم کرنے سے اجتناب کرے گی وہ پھر سے توڑ ڈالا گیا۔ میرا خیال معاً ڈونلڈ واس کی طرف گیا اور میرے دیرینہ شکوک نے پھر سے سر اٹھا لیا۔ متعدد واقعات اسی جانب اشارہ کرتے تھے کہ ان افراد کی گرفتاری میں اسی کا ہاتھ تھا۔ یہ خیال الٹی گنگا بہنے کے مترادف تھا کہ جرٹی واس کا بیٹا دغابازی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ اس کے باوجود میں اس خیال سے نجات نہ پا سکی کہ ڈونلڈ ان گرفتاریوں کا کسی نہ کسی طرح ذمہ دار تھا۔

جلد ہی شبہہ کی گنجائش ہی نہ رہی۔ مغربی ساحل کے ہمارے قابل اعتبار دوستوں نے ہمیں ایسے ثبوت بھیجے جن سے ظاہر ہوا کہ ڈونلڈ واس سرکاری جاسوس ولیم جے برنس کا تنخواہ یافتہ تھا اور اس نے میتھیو اے اشمڈ اور ڈیوڈ کپلان سے دغا کی تھی۔ ہماری قدیم کامریڈ جرٹی کا بیٹا جو انارکسٹ حلقوں میں پروان چڑھا اور ہمارے گھر میں مہمان رہ کر یہودی ثابت ہوا! یہ ڈگمگا دینے والی ضرب تھی جو میری عوامی زندگی کے پچیس برسوں میں لگنے والی چوٹوں میں سب سے زیادہ مہلک تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پہلا قدم جو میں نے اٹھایا وہ یہ تھا 'مدر ارتھ' میں ان حقائق کے متعلق غیر مبہم اعتراف چھاپ دیا جو اس مقدمے سے متعلق تھا اور اس کی وضاحت کردی کہ کن حالات میں ڈونلڈ واس ہمارے گھر میں مقیم رہا۔ لیکن میری عزیز دوست جرٹی کو جب معلوم ہوگا کہ اس کا اپنا بیٹا ایک جاسوس بن گیا تو وہ ادھ موی ہو جائے گی! جرٹی اس بات پر کتنی مسرور تھی کہ ان دنوں اس کا بیٹا ''صحیح ماحول میں'' تھا اور وہ اس کے کام کو وہیں سے شروع کرے گا جس کے لیے اس نے اپنی زندگی تج دی تھی۔ میں تو سوچتی ہی رہ گئی کہ ایسی ہوشمند اور قوت مشاہدے سے معمور عورت کس طرح اپنے بیٹے کی سرشت سے انجان رہی۔ وہ اسے ہمارے گھر کبھی بھی نہ بھیجتی اگر اسے بیٹے کی فطرت کے متعلق ذرہ برابر بھی شبہ ہوتا۔ مجھے ڈونلڈ کے متعلق شک کا اظہار کرنے میں تامل تھا۔ اس کے باوجود جلد یا بدیر جرٹی کو اس حقیقت کا سامنا کرنا ہی پڑتا۔ اس کے علاوہ ڈونلڈ سے ہمارے رشتے اور کام میں اتنا زیادہ داؤ پر لگا ہوا تھا کہ میں معاملے کو مخفی نہ رکھ سکتی تھی۔ ہمارے لوگوں کو چوکنا کرنا ضروری تھا' میں نے آخر یہی فیصلہ کیا۔

میں نے اپنے رسالے کے لیے ایک مضمون لکھا جس میں مقدمے کی پوری تاریخ لکھ دی لیکن اس سے پہلے کہ اس کی کتابت مکمل ہوتی مجھے ان لوگوں کی طرف سے ایک درخواست موصول ہوئی جو اشمڈ اور کپلان کے مقدمے کی پیروی کر رہے تھے کہ میں ڈونلڈ کے خلاف کچھ بھی چھاپنے سے اس لیے اجتناب کروں کیونکہ اسے اس مقدمے میں شہادت دینے کے لیے شائید پیش ہونا تھا۔ مجھے حیلہ سازی سے ہمیشہ نفرت رہی ہے۔ مگر میں ان لوگوں کی خواہشات کو بھی نظر انداز نہیں کرسکتی تھی جو کپلان اور اشمڈ کے وکیل صفائی تھے۔

''مدر ارتھ'' کی دسویں سالگرہ آ رہی تھی۔ یہ بات ایک معجزے سے کم نہ تھی کہ ہمارا رسالہ ایک دہائی جھیل گیا۔ اسے دشمنوں کی مذمت کے علاوہ خیر خواہوں کی غیر دوستانہ تنقید بھی برداشت کرنا پڑی تھی اور رواں دواں رہنے کے لیے سخت جدوجہد کرنا پڑی تھی۔ ان لوگوں نے بھی جنھوں نے اس کے اجراء میں اعانت کی تھی انہوں نے بھی اس کے تسلسل سے جاری رہنے کے متعلق بھی اندیشے ظاہر کیے تھے۔ ان کے خدشات بلا جواز نہ تھے جس کی وجہ مجلّے میں شائع ہونے والا مواد' نتائج سے لاتعلقی اور بے خطر اساس تھی۔ اشاعتی کاروبار سے بامسعود بے خبری جسے ڈھائی سو ڈالر جیسی خطیر رقم کی پشت پناہی حاصل ہو کوئی کیسے اس طرح آغاز کرنے والے کے لیے کسی کامیابی کی توقع کرسکتا تھا؟ لیکن میرے احباب نے 'مدر ارتھ کے ورثے میں سب سے زیادہ اہم عنصر کے جانب توجہ نہ دی تھی وہ تھا ایدیش عزم اور بے پناہ جذبہ۔ یہ دونوں نقرئی حاشیوں والے تمسکات' بڑی آمدنیوں اور مقبول حمایت سے بڑھ کر ثابت ہوئے۔ بالکل ابتدا ہی سے میں نے دوہرے مقاصد متعین کردئیے تھے۔ یعنی ہم ہر غیر معروف ترقی پسند نظرئیے کے لیے بلا خوف و خطر آواز بلند کریں گے اور ہماری منزل اظہار خیال کو فنکارانہ پیرائے میں' انقلابی مساعی سے مربوط کرنا ہوگی۔ ان مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے مجھے مدر ارتھ کو پارٹی کی پالیسیوں کی بندشوں سے اسے آزاد رکھنا ہوگا یہاں تک کہ انارکسٹ پالیسیوں سے بھی' فرقہ وارانہ حاشیہ بندی سے مبرا اور ہر خارجی اثر سے پاک' چاہے وہ نیک نیتی ہی پر مبنی کیوں نہ ہوں۔ اس کے لیے مجھے اپنے کامریڈوں کے الزامات بھی سہنے پڑے کہ میں رسالے کو ذاتی مفادات کے لیے استعمال کر رہی ہوں اس کے علاوہ سوشلسٹوں کے بھی جو سرمایہ داری اور کیتھولک کلیسا کے تنخواہ یافتہ ہیں۔

اس کے وجود کا دارومدار کچھ بھی کہیں میرے کامریڈوں کے ایک چھوٹے سے گروہ اور دوستوں پر ہے جنھوں نے میرے خوابوں کی تعبیر حاصل کرنے میں مدد کی جس سے امریکہ میں ایک خود مختار اور ریڈیکل کا ترجمان نکلتا رہا۔ دسویں سالگرہ پر امریکہ اور بیرون ملک کے قارئین نے جو خراج تحسین پیش کیا اس سے اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ میرے بچے نے کس طرح لوگوں کے دل میں گھر کرلیا۔ کچھ تعریفیں تو واقعی اس لیے دلفریب لگیں کیونکہ یہ ان اشخاص کی طرف سے تھیں جن سے میں جنگ کے معاملے میں لوہا لینے پر مجبور ہوئی تھی۔

نیو مالتھیسین کانفرنس سے واپسی پر جو پیرس میں ۱۹۰۰ء میں ہوئی تھی اس کے بعد میں نے اپنے لیکچر کے سلسلوں میں ضبط تولید کے موضوع کو بھی شامل کرلیا تھا۔ میں طریقہ کار کو زیر بحث نہ لاتی کیونکہ بچوں کی تعداد کو محدود کرنے کا معاملہ میری نظر میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سماجی جدوجہد کی محض ایک جہت تھی اور میں اس کے لیے گرفتاری کا خطرہ مول لینے کو تیار نہ تھی۔ اس کے علاوہ میں ہمہ وقت جیل کی دہلیز پر ہوتی اس کا سبب میری عمومی سرگرمیاں تھیں اسی وجہ سے یہ مناسب نہ تھا کہ میں مزید کھکھیڑ میں پڑوں۔ میں طریقہ کار محض اس وقت بتاتی جب کوئی نجی طور پر پوچھتا۔ مارگریٹ سانجر کو محکمہ ڈاک کے ارباب اختیار سے اپنی تصنیف دی وومن ریبل (The Woman Rebel) کے سلسلے میں جو تکالیف درپیش تھیں اور ولیم سانجر کو اپنی بیوی کے تحریر کیے ہوئے ضبط تولید کے طریقوں پر اشتہار کو (Comstok) ایجنٹ کو دینے پر گرفتاری نے مجھے یہ آگاہی دی کہ وقت آن پہنچا ہے جب مجھے یا تو اس موضوع پر تقریر کرنا ترک کر دینا چاہیے یا اس کے ساتھ عملی انصاف کرنا چاہیے۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھے ضبط تولید کے مسئلے پر نظریات کے ساتھ نتائج کا خمیازہ بھی بھگتنا چاہیے۔

نہ تو میری ضبط تولید پر تقاریر اور نہ ہی مارگریٹ سانجر کی مساعی پہلی اینٹ تھیں۔ امریکہ میں اس کی جوت عظیم اور قدیم جنگجو موزیز ہارمین نے جگائی تھی۔ اس کی بیٹی للیان، ایزرا ہیوڈ، ڈاکٹر فٹ اور اس کے بیٹے ای۔ سی۔ واکر اور پچھلی نسل کے ان کے معاونین تھے۔ ایڈا کریڈوک جو آزادی نسواں کی سب سے زیادہ بہادر نقیب تھی جسے اس کی سب سے بڑی قیمت بھی ادا کرنی پڑی۔ اسے سرکاری جاسوس کھدیڑتے رہے اور اسے پانچ سال کی قید بھی جھیلنا پڑی اور پھر اس نے اپنی جان لے لی۔ وہ موزیز ہارمین کا گروپ اس مہم کے نقیب اور ہیرو تھے جو آزاد ماں کی جنگ لڑ رہے تھے جس میں بچے کو بھی حق ملتا تھا کہ وہ تندرست پیدا ہو۔ اول و آخر کی بحث رہی ایک طرف مارگریٹ سانجر کے کام کی اہمیت کسی صورت میں بھی کم نہیں ٹھہرائی جاسکتی۔ وہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں حالیہ برسوں میں واحد عورت تھی جو عورتوں کو ضبط تولید کے متعلق معلومات فراہم کر رہی تھی اور اس نے اس موضوع پر اپنے رسالے میں کئی سال تک چپ سادھے رہنے کے بعد دوبارہ جان ڈال دی۔

سن رائز کلب کے صدر ای۔ سی۔ واکر نے مجھے مدعو کیا کہ میں اس کے پندھرواڑے والے عشائیے میں تقریر کروں۔ اس کی تنظیم نیویارک شہر کی چند آزادی خیال کی حامی تنظیموں میں سے ایک تھی۔ میں نے اکثر وہاں سماجی موضوعات پر لیکچر دیئے تھے۔ اس موقع پر میں نے ضبط تولید کے مسئلے کو موضوع بحث بنانے کے لیے منتخب کیا۔ نیت یہ تھی کہ مانع حمل کے طریقوں پر گفتگو ہو۔ میرا اسامنا کلب کی تاریخ کے سب سے بڑے اجتماع سے ہوا۔ ان کی تعداد چھ سو افراد تھی جن میں ڈاکٹر، وکلاء، فنکار اور آزاد خیال خواتین و حضرات موجود تھے۔ ان میں زیادہ تر لوگ جوش و خروش والے لوگ تھے اور اس لیے شریک ہوئے تھے تاکہ اس آزمائشی جلسے کو اخلاقی مدد دے سکیں جہاں پہلی مرتبہ عوامی سطح پر یہ بحث شروع ہو رہی تھی۔ سب کو یقین تھا کہ خاتمے پر میری گرفتاری یقینی ہے اور میرے چند دوست کمربستہ آئے تھے کہ وہ میری ضمانت کا بندوبست کریں گے۔ میں اپنے ساتھ ایک کتاب لے گئی تھی تاکہ رات اگر حوالات میں رات بسر کرنا پڑے تو کام آئے۔ ان اندیشوں سے میں بے چین نہ تھی۔ لیکن مجھے اس امر کی ضرور فکر تھی کہ چند شرکاء محض اپنے تجسس کی تسکین کی خاطر وہاں آئے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ جنس کے بیان سے جو سنسنی پیدا ہوتی ہے اس شام وہ اس سے لطف اندوز ہونا چاہتے تھے۔

میں نے اپنے موضوع کو اس طرح متعارف کرایا جس میں ضبط تولید کے تاریخی اور سماجی پہلو کا جائزہ لیا اور اس کے بعد مانع حمل ادویات کے متعلق بات بڑھائی جس میں ان کے استعمال اور اس کے نتائج کا ذکر کیا۔ میں بلا تکلف اور براہ راست طریقے سے بولی اور یہ وہی طریقہ ہے جو میں زخم کو دھونے اور امراض سے بچنے کے طریقے بیان کرتے ہوئے اختیار کرتی ہوں۔ بعد میں پوچھے جانے والے سوالات اور بحث مباحثے سے ثابت ہوا کہ میرا طریقہ کار درست تھا۔ کئی ڈاکٹروں نے مجھے داد و تحسین سے نوازا کہ میں نے اتنے دشوار اور نازک موضوع کو کس عمدگی سے پیش کیا اور وہ بھی ''اتنے صاف اور فطری انداز میں۔''

کوئی گرفتاری عمل میں نہ آئی۔ چند احباب کو اندیشہ تھا کہ گھر جاتے ہوئے سرراہ مجھے حراست میں نہ لے لیا جائے اور اس پر مصر تھے کہ وہ میرے گھر کی دہلیز تک پہنچانے چلیں گے۔ دن گزرتے رہے لیکن ارباب اختیار نے اس مسئلے پر کوئی اقدام نہ اٹھایا۔ اس میں بڑے تعجب کی بات یہ تھی کہ ولیم سانجر کو گرفتار کر لیا گیا تھا جبکہ وہ اس موضوع پر بولا تھا اور نہ ہی کچھ لکھا تھا۔ لوگ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوچنے لگے کہ اگرچہ میں کبھی قانون شکنی کی مرتکب نہ ہوئی تھی مگر بار ہا گرفتار کی جا چکی تھی مگر اس مرتبہ سزا پانے سے بچی ہوئی تھی حالانکہ اس مرتبہ میں نے یہ کام قصداً کیا تھا۔ شائید سرکاری اہلکاروں نے اس لیے کوئی اقدام نہ کیا کیونکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ وہ لوگ جو اس سن رائز کلب کی تقریبات میں شریک ہوتے رہتے ہیں غالباً مانع حمل ادویات ان کی دسترس میں ہوتی ہیں۔ اس لیے مجھے اپنے ہر اتوار کے جلسے میں لیکچر جاری رکھنا چاہئے یہ میں نے فیصلہ کر لیا۔

ہمارا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا زیادہ تر نوجوان تھے جن میں بیشتر کولمبیا یونیورسٹی کے طلباء اور طالبات تھے۔ میرے سامعین نے جو دلچسپی ظاہر کی وہ سن رائز کلب کے عشائیے سے بھی بڑھ کر تھی۔ نوجوان لوگوں نے جو سوالات پوچھے وہ بلا واسطہ اور ذاتی نوعیت کے تھے۔ میں بھی چبا چبا کر نہ بولی اس کے باوجود کوئی گرفتاری نہ ہوئی۔ ظاہر ہوا کہ مجھے ایسٹ سائڈ میں ایک اور آزمائشی تقریر کرنا چاہئے۔

اپنی پہلے سے طے شدہ مصروفیات کی بناء پر مجھے اس معاملے کو چند دنوں کے لیے موخر کرنا پڑا۔ یونین تھیولوجیکل مدرسے کی انجمن کے طلباء نے جو میرے اتوار کے جلسوں میں شرکت کرتے رہتے تھے انہوں نے مجھے اپنے ہاں تقریر کرنے کی دعوت دی۔ میں نے حامی تو بھر لی مگر لڑکوں کو خبردار بھی کیا کہ ممکن ہے تمہیں انتظامیہ کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑے۔ جیسے ہی یہ خبر ان کے کانوں تک پہنچی کہ ایک کافرہ خانقاہ پر دھاوا بولنے والی ہے تو ایک غدر برپا ہو گیا جو میری تقریر والے دن کے بعد بھی چلتا رہا۔ طلباء کا اس بات پر اصرار تھا کہ انہیں یہ حق ہے کہ وہ جسے چاہیں سنیں اور ہنگامہ اس وقت تک چلا جب تک انتظامیہ نے سر تسلیم خم نہ کر دیا۔ آخر کار ایک نئی تاریخ پر اتفاق رائے ہو گیا۔

دریں اثنا مجھے ایک اور لیکچر بھی دینا تھا۔ جس کا موضوع ''مسیحیت کی ناکامی'' تھا جس میں بلی سنڈے کا خصوصی ذکر شامل تھا۔ جسے میں موجودہ عہد میں مذہب کا سب سے بڑا مسخرہ سمجھتی ہوں اور جو ان دنوں پیٹرسن میں اپنا سرکس چلا رہا تھا۔ ارباب اختیار ان دنوں جوزار جیسے حربے استعمال کر رہے تھے جس سے ہڑتالیوں کے جلسوں کو تہس نہس کیا جاتا۔ اور ریڈیکل لوگوں کی میٹنگوں کو ناکام بنایا جاتا اس کے برعکس بلی اور اس کی کارروائی وں کو پولیس جو تحفظ مہیا کر رہی تھی وہ انتہائی شرمناک تھا۔ پیٹرسن میں ہمارے کامریڈ اس کے خلاف کوئی احتجاج منظم کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے اور انہوں نے خطاب کرنے کے لیے مجھے دعوت دی۔ میں نے یہ محسوس کیا کہ یہ ناانصافی ہوگی کہ میں بلی سنڈے کی لیاقت کو بغیر سمجھے اور بلا یہ دیکھے کہ وہ مذہب کے نام پر کیا الا بلا بانٹ رہا ہے اسے زیر بحث لاؤں۔ میں بن کے ہمراہ پیٹرسن جا پہنچی تا کہ سنوں کہ یہ مسیح کی خود ساختہ آواز کیا کہتا ہے۔

مسیحیت اس سے پہلے اتنی پوچ اور مفہوم سے عاری کبھی نہ لگی تھی جتنی بلی سنڈے کے بازاری آداب، اس کے بھدے اشارے کنائے، شہوانی انداز سے درّے بازی، کراہت آمیز نفس پرستی جو دینی اصطلاحات میں ملفوف تھیں ان سب نے مذہب کی باقی ماندہ روحانی وقعت کا جنازہ نکال دیا تھا۔ اس کی تقریر کو آخر تک سننے میں میری طبیعت مالش کرنے لگی۔ باہر کی تازہ ہوا سے مجھے قدرے سکون نصیب ہوا جو اندر کی شہوانی گفتگو اور اس جنسی مروڑ سے ہو رہی تھی جس کے ذریعے وہ اپنے سامعین کو عریاں جنون پر اکسا رہا تھا۔

چند دنوں کے بعد میں نے پیٹرسن میں ''مسیحیت کی ناکامی'' پر لیکچر دیا اور بلی سنڈے کو اس کی مکمل بربادی کی علامت ٹھہرایا۔ اگلے دن کے اخبارات نے یہ لکھا کہ میں نے مذہب کی توہین کر کے خدا کے عذاب کو دعوت دی ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ جس ہال میں میں نے تقریر کی تھی میری واپسی کے بعد وہاں آگ بھڑک اٹھی اور وہ جل کر راکھ ہو گیا۔

اس سال میرے دورے میں پولیس نے کہیں مداخلت نہ کی جب تک میں پورٹلینڈ اور یگون نہ پہنچ گئی حالانکہ جن موضوعات کو میں چھیڑ رہی تھی وہ سب بے ضرر ہونے کے علاوہ سب کچھ تھے: خلاف جنگ موضوع، کپلان اور اشمڈ کی جنگ، جنس کرنے کی آزادی، ضبط تولید اور وہ مسائل جو مہذب محفلوں میں ممنوع تھے یعنی ہم جنس پرستی۔ نہ ہی خفیہ پولیس اور نہ ہی ان کے گماشتوں نے مجھے دبانے کی کوشش کی جبکہ میں نے مختلف قسم کے اجتماعات میں مانع حمل طریقوں پر بھی کھلم کھلا گفتگو کی تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سنسر شپ کا مطالبہ اگرچہ میرے اپنے کا مریڈوں کی طرف سے آیا کیونکہ میں ہم جنس پرستی جیسے ''غیر فطری'' موضوع کو زیر بحث لا رہی تھی۔ انارکزم کو تو لوگ پہلے ہی کافی غلط سمجھ رہے ہیں اور انارکسٹ محرومیوں کا شکار لوگ سمجھے جاتے تھے۔ اس لیے یہ نامناسب تھا کہ ان غلط تصورات کو بھی شامل کر لیا جائے جو جنس کی کجرو اقسام ہیں، یہ ان کی دلیل تھی۔ چونکہ میں اظہار خیال کی آزادی میں یقین رکھتی ہوں چاہے یہ میری مخالفت ہی میں کیوں نہ ہو۔ میں نے ان پابندیوں کو جو اگرچہ اپنے حلقوں کی نکتہ چینی تھی کو اتنی ہی اہمیت دی جتنی کہ دشمنوں کی باتوں کو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میرے اپنے کامریڈوں کے سنسر شپ کا مجھ پر وہی اثر ہوتا تھا جتنا کہ پولیس کی دارو گیر کا۔ اس سے مجھے اور تقویت ملتی اور میرا عزم مزید پختہ ہو جاتا کہ مجھے ہر مظلوم کی حمایت کرنا چاہیے چاہے وہ کوئی سماجی برائی ہو یا اخلاقی تعصب۔

وہ عورتیں اور مرد جو ہم جنس پرستی کے موضوع پر ہونے والی میری تقریروں کے بعد مجھ سے ملنے آتے اور اپنی تنہائی اور اذیت کو مجھ پر افشا کرتے تو ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو اپنے راندہ درگاہ کرنے والے لوگوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ انسان دوست نکلے۔ ان میں سے بہت سے ایسے تھے جن میں اس بات کی معقول حد تک فراست پیدا ہو چکی تھی۔ اور یہ فرض محض برسہا برس کی جدوجہد کا نتیجہ تھا جو زبان بندی کا نتیجہ تھا جسے وہ ایک عارضہ اور شرمناک معاملہ اور ضرر رساں سمجھتے رہے۔ ایک نوجوان عورت نے میرے سامنے اعتراف کیا کہ اس کی پچیس سالہ زندگی میں ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا جب کسی مرد کی قربت چاہے وہ اس کے باپ یا بھائی ہی کی ہو اسے بیمار نہ ڈال گئی ہو۔ جنسی معاملات میں وہ چاہے جتنی بھی سرگرمی دکھاتی مرد اس سے اتنی ہی زیادہ بیزاری ظاہر کرنے لگتے۔ وہ خود سے متنفر ہو گئی بقول اس کے کیونکہ وہ اپنے والد اور بھائیوں سے اتنی محبت نہیں کر سکی جتنی وہ اپنی ماں سے کرتی ہے۔ وہ جگر چھلنی کرنے والی پشیمانی میں مبتلا رہتی ہے مگر اس کی بیزاری بڑھتی رہی۔ جب وہ اٹھارہ برس کی ہوئی تو اس نے اس توقع پر شادی کی پیشکش کو قبول کر لیا کہ شائید ایک طویل بندھن اسے ایک مرد سے مانوس کر دے اور وہ اس ''بیماری'' سے نجات پا جائے۔ اس کا خوفناک نتیجہ برآمد ہوا جس نے اسے قریب قریب دیوانگی میں مبتلا کر دیا۔ وہ شادی کو برداشت نہ کر سکی اور اس میں اس کی ہمت بھی نہ تھی کہ اپنا حال دل اپنے منگیتر یا دوستوں سے بیان کر دے۔ اس کے بقول وہ آج تک کسی ایسی عورت سے نہیں ملی جو ایسی ہی اذیت میں مبتلا ہو۔ نہ ہی اس نے کوئی ایسی کتاب پڑھی ہے جس میں اس موضوع پر بحث کی گئی ہو۔ میری تقریر نے اسے آزاد کر دیا۔ میں نے اسے ذات کا احترام لوٹا دیا۔

یہ عورت بہت سی عورتوں میں سے ایک تھی جنہیں میری تلاش تھی۔ ان کی اندوہناک کہانیاں دروں بین سماجی مقاطعے کو ظاہر کرتی تھیں جو اس سے کہیں زیادہ خوفناک تھیں جتنا کہ میں سمجھتی آ رہی تھی۔ میری نظر میں انارکزم مستقبل بعید کے لیے محض ایک نظریہ نہ تھا بلکہ یہ ایک جیتا جاگتا اور موثر ذریعہ تھا جو ہمیں ممنوعات سے گلو خلاصی دلا رہا تھا جن کی نوعیت داخلی کے ساتھ خارجی بھی ہیں اور ان تباہ کن رکاوٹوں سے بھی جو آدمی کو آدمی سے جدا کرتی ہیں۔

لاس اینجلس، سان ڈیاگو اور سان فرانسسکو ہمارے جلسوں کی نوعیت کے اعتبار سے اور دلچسپی لینے والوں کی تعداد کے لحاظ سے ریکارڈ توڑنے والے تھے۔ لاس اینجلس میں مجھے عورتوں کے سٹی کلب نے دعوت دی۔ میری ہی صنف کی پانچ سو نفوس جن میں انتہائی بائیں بازو کی سرخ سے لے کر پھیکے رنگ کی عمر رسیدہ خواتین میری ''آزادی نسواں'' کے موضوع پر تقریر سننے آئیں۔ حق رائے دہی کی حامی تحریک والیوں کی نری لفاظی اور غیر ممکن دعوؤں پر میری تنقید کو معاف نہ کر سکیں جن میں وہ سیاسی قوت ملنے کے بعد نہ جانے کیا کیا کارنامے سرانجام دینے کو کہتی تھیں۔ انہوں نے مجھے عورتوں کی آزادی کا دشمن ٹھہرا دیا اور کلب کی ارکان کھڑی ہو گئیں اور میری بر ملا ملامت کرنے لگیں۔

اس واقعے نے اس سے ملتی جلتی صورتحال کی یاد دلا دی جب میں نے مردوں سے عورتوں کے غیر انسانی سلوک پر تقریر کی تھی۔ میں چونکہ ہمیشہ سے ستم رسیدہ لوگوں کی حمایت پر کمربستہ رہتی ہوں اس لیے یہ بات میرے لیے سخت ناگوار تھی کہ اپنی ہر مصیبت کا ذمہ دار مردوں کو ٹھہرایا جائے۔ میں نے اس امر کی جانب اشارہ کیا کہ اگر موصوف اتنا ہی بڑا گناہگار ہے جیسی عورتیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کی تصویر کشی کرتی ہیں تو اس کے ساتھ عورتوں کو بھی اپنی ذمہ داری قبول کرنا چاہئے۔ ماں اس کی زندگی میں پہلا اثر و رسوخ رکھتی ہے۔ وہی پہلی ذات ہوتی ہے جو اس میں تکبر اور برتر ذات کے احساس کو پروان چڑھاتی ہے۔ بہنیں اور بیویاں ماں کے نقش قدم پر چلتی ہیں، یہاں داشتاؤں کا ذکر بیکار ہے جو ماں کے شروع کیے ہوئے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچاتی ہیں۔ عورت فطرتاً بے راہ رو ہے اور میں نے یہ استدلال کیا، اولادِ نرینہ کی پیدائش سے لے کر سن بلوغت تک پہنچتے پہنچتے ماں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتی تا کہ بیٹا اس کا محتاج رہے۔ اس کے باوجود اسے اس بات سے نفرت ہوتی ہے کہ وہ کمزور ہو اور ہمیشہ اسے اجڈ مرد بنانے کی حسرت لیے رہتی ہے۔ وہ مرد کی ذات میں ایسی صفات کی آرزو کرتی ہے جو بالآخر اس کی کنیزی کا باعث ہوتے ہیں...... اس کی قوت، اس کی انانیت اور اس کا بے جا غرور۔ میری صنف کی ناہموار روش بے چارے مرد کو وحشی اور محبوب کی دو انتہاؤں میں معلق کر کے چھوڑ دیتی ہے۔ جو جان آرزو ہونے کے علاوہ درندہ بھی ہوتا ہے۔ بیچارہ بچہ اور فاتح عالم۔ فی الواقع یہ عورت کی انسان دشمنی ہے جو مرد کو ایسا بنا دیتی ہے جو وہ ہو بھی جاتا ہے۔ جب اسے اس کا علم ہو جائے گا کہ وہ کتنی اپنے آپ میں مگن ہے اور اتنی ہی ثابت قدم ہے جتنا کہ مرد۔ جب اس میں یہ ہمت آ جائے گی کہ وہ زندگی میں اتر کر کھوج لگائے جیسا کہ مرد کرتا ہے اور اسی کی طرح اس کی قیمت ادا کرے تب ہی اسے آزادی نصیب ہو گی اور اسی ریلے میں مرد کو بھی آزاد ہونے کا موقع مل جائے گا۔ اس پر میری خواتین سامعین اٹھ کر کھڑی ہو گئیں اور چلانے لگیں "تم مرد کی خیر خواہ عورت ہو اور ہم میں سے نہیں ہو۔"

دو سال پہلے ۱۹۱۳ء میں سان ڈیاگو شہر میں جو مجھے تجربہ ہوا تھا اس نے مجھ پر ویسا ہی اثر چھوڑا جیسا کہ سال ۱۹۱۲ء میں بن پر گزری تھی۔ میں اس پر کمر بستہ تھی کہ لوٹ کر آؤں گی اور اپنی نامکمل تقریر کو پورا کروں گی۔ ۱۹۱۴ء میں میرے دوستوں میں سے ایک صاحب سان ڈیاگو گئے تا کہ کوئی ہال کرائے پر حاصل کر لیں۔ سوشلسٹوں کے پاس ان کی اپنی جگہ تھی انہوں نے مجھ سے معاملہ کرنے سے انکار کر دیا۔ دیگر ریڈیکل گروپس بھی اتنے ہی بہادر نکلے یوں مجھے اپنا منصوبہ ترک کرنا پڑا۔ محض عارضی طور پر تاہم میں دل میں ٹھانے ہوئی تھی۔

امسال یعنی ۱۹۱۵ء میں اس معاملے میں خوش قسمت رہی کہ مجھے واقعی مردوں سے معاملہ کرنا پڑا بجائے ان لوگوں کے جو مردوں کے بھیس میں محض معذرتیں ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک جارج ایڈورڈس تھا۔ یہ ایک موسیقار تھا جس نے موسیقی کی تعلیم گاہ کی ہمیں اس وقت پیشکش کی تھی جب ہماری خدائی فوجداروں سے پہلی مڈبھیڑ ہو رہی تھی۔ دوسرا ڈاکٹر اے۔ لائیل ڈی۔ جارنیٹ تھا جو پادری منسٹر تھا جس نے گرجا سے مستعفی ہو کر (اوپن فورم) آزادانہ گفتگو کا مرکز قائم کر لیا تھا۔ ایڈورڈس ایک باشعور انارکسٹ بن چکا تھا جس نے اپنا وقت اور صلاحیتیں تحریک کے لیے وقف کر دیں تھیں۔ اس نے والٹیرائن ڈی کلیرز کے ڈرامے 'دی ہریکلین' اور اولوشرینز کے کھیل 'ڈریم آف اولڈ بیز' اور دوستووسکی کے ڈرامے برادرز کارامازوف سے ماخوذ کھیل "دی گرینڈ انکیوزیٹر' کے لیے موسیقی ترتیب دی۔ اب وہ میری مدد کرنے پر کمر بستہ تھا کہ میں سان ڈیاگو آؤں اور اظہار کی آزادی کا حق وہاں مستحکم کروں۔ ڈاکٹر جینٹ نے اوپن فورم اس لیے قائم کیا تھا تا کہ خدائی فوجداروں کے جبر کے خلاف احتجاج کیا جائے۔ یہ تنظیم ترقی کر کے بہت بڑی اور طاقتور ہو چکی تھی۔ ایسے انتظامات کیے گئے کہ میں وہاں تین لیکچر دے سکوں' یہ سان ڈیاگو کی سازش کو پاش پاش کرنے کی ایک کوشش تھی۔

حال ہی میں جو شخص میئر منتخب ہوا تھا وہ لبرل شخص ہونے کی شہرت رکھتا تھا اس نے اوپن فورم کا اطمینان دلایا تھا کہ مجھے تقریر کرنے کا موقع دیا جائے گا اور خدائی فوجداروں کو مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ سان ڈیاگو میں ایک نئی لہر تھی۔ اور غالباً اس کا سبب یہ تھا کہ یہاں لگنے والی نمائش کو محض اس لیے بہت گھاٹا ہوا تھا کیونکہ یہاں تین سال سے بائی کاٹ جاری تھا۔ لیکن اس شہر میں ہونے والے سابقہ تجربات اس امر کی اجازت نہ دیتے تھے کہ ہم سرکاری اعلانات پر مکمل تہیہ کر لیتے۔ ہم نے یہ ترجیح دی کہ ممکنہ ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے خود بھی تیار رہیں۔

یہ تو میں بہت عرصہ پہلے ہی فیصلہ کر چکی تھی کہ میں سان ڈیاگو بن کے ہمراہ نہ آؤں گی لیکن خوش نصیبی سے ساشا ان دنوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لاس اینجلس میں مقیم تھا۔ مجھے یہ بھی علم تھا کہ آزمائش کی گھڑی میں میں اس کی ثابت قدمی پر بھروسہ کر سکتی ہوں اور شدید خطرات میں اس کی نڈر طبیعت پر بھی۔ ساشا اور میرا رومانٹک مداح لوئین باس میدان جنگ کا جائزہ لینے کے لیے مجھ سے دو دن پہلے ہی سان ڈیاگو روانہ ہو گیا۔ فٹزی اور بن کیپس کی معیت میں میں لاس اینجلس سے ایک کار میں روانہ ہوئی۔ جب خدائی فوجداروں کے قریب پہنچی تو وہ تصویر میری نظروں کے سامنے گھوم گئی جس میں بن کو چودہ ٹھگ نرغے میں لیے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہی راستہ اختیار کیا تھا جب بن ان وحشیوں کے رحم وکرم پر تھا اور وہ اسے مار پیٹ رہے تھے اور ذلیل کر رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا جیسے وہ اب بھی درد میں مبتلا ہے اور اس اڑے وقت میں کوئی اس کا یار ومددگار نہ تھا جو اس کی دہشت کو رفع کر سکے۔ یہ مشکل تین برس بیتے تھے۔ میں تو آزاد تھی جبکہ عزیز دوست میرے پہلو میں بیٹھے تھے اور پوری حفاظت میں میں مہکتی رات میں سفر کر رہی تھی۔ میں اپنے اطراف کے حسن سے محظوظ ہو سکتی تھی' طلائی بحرالکاہل ایک جانب اور پرشکوہ پہاڑ دوسری طرف ان کی مسحور کن ترتیب جن کے سائے میں ہم چل رہے تھے۔ دیہی علاقے کی یہی پرشکوہ تابنا کی بن کے لیے تو بس ایک تماشہ رہی ہوگی خاص طور سے اس وقت جب اس پر تشدد کرنے والے ستا رہے ہوں گے۔ ۱۴مئی ۱۹۱۲ء......۲۰ جون ۱۹۱۵ء...... نا قابل یقین تبدیلی ہوئی ہے! اس کے باوجود سان ڈیاگو میں نہ جانے کون سے شئے ہماری منتظر ہے۔

ہم علی الصبح ساڑھے چار بجے وہاں پہنچے اور براہ راست اسی ہوٹل کی طرف چل دئیے جہاں ساشا نے ہمارے لیے کمرہ بک کرا رکھا تھا۔ اس نے بتایا کہ ہال کے منتظم نے اعلان کر دیا تھا کہ اس کی جگہ پر میں خطاب نہیں کر سکتی لیکن ڈاکٹر جینٹ اور اوپن فورم کے دیگر ارکان اس پر مصر تھے کہ ہمارا کام منصوبے کے مطابق انجام پائے۔ ہال ان کی تحویل میں تھا اور کرایہ سالانہ دیا جاتا تھا۔ اس کی کنجیاں ان کے قبضے میں تھیں اس لیے یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ ہال کا قبضہ لے کر داخل ہونے کے ہر راستے پر پہرے دار بٹھا دئیے جائیں۔

ہماری میٹنگ کا آغاز صبح کے گیارہ بجے ہوا تو ہمیں احساس ہوا کہ کئی خدائی فوجدار بھی وہاں موجود تھے۔ صورتحال کشیدہ تھی اور فضا دبے دبے جذبات کی وجہ سے بجلی کی روسی دوڑ رہی تھی۔ اس نے میرے موضوع کے لئے ایک مناسب پس منظر مہیا کر دیا جو تھا ابسن کا کھیل ''این اینیمی آف دی پیپل''۔ ہمارے لوگ اپنی جگہ چوکس تھے اور خلاف معمول کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ یوں لگا جیسے خدائی فوجداروں کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ کوئی جارحانہ مظاہرہ شروع کریں۔

سہ پہر کے لیکچر کا عنوان نطشے تھا ہال پھر سے پر ہجوم تھا لیکن اس مرتبہ خدائی فوجدار وہاں موجود نہ تھے۔ شام میں میں نے مارگریٹ اور ولیم سانجر کی جدوجہد پر تقریر کی جس میں ضبط تولید کی اہمیت کو زیر بحث لائی۔ دن بلا کسی افراتفری کے اختتام کو پہنچا۔ میں نے محسوس کیا کہ ہماری فتح مندی ہمارے ان شہید کامریڈوں کی مرہون منت ہے جنہوں نے آزادی اظہار کے لیے تین سال پہلے جانیں دی تھیں۔ جن میں پہلا نام جوزف مایکولاسیک کا ہے جس کو اس لڑائی میں قتل کیا گیا تھا اور آئی ڈبلیو۔ ڈبلیو کے سینکڑوں کارکن اور ان کے علاوہ دیگر مظلوم جن میں بن بھی شامل ہے جنہیں مارا پیٹا گیا۔ جیل میں ڈالا گیا اور شہر بدر کیا گیا۔ ان خیالات نے میرے عزم کو آہنی بنایا اور قدم بڑھانے کو کہا۔

بن مصر تھا کہ وہ سان ڈیاگو کا پھیرا لگائے گا اور وہ بعد میں وہاں گیا بھی مگر کسی عوامی حیثیت میں نہیں۔ وہ خود کو محض یقین دلانا چاہتا تھا کہ وہ خوفزدہ نہیں تھا۔ وہ اپنی ماں اور کئی دوستوں کی رفاقت میں نمائش گاہ گیا۔ کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ خدائی فوجداروں کی سازش دم توڑ چکی تھی۔

لاس اینجلس کے میرے متعدد دوستوں میں ڈاکٹر پرسیول ٹی۔ جرسن اور اس کی بیوی کے مقابلے میں کوئی بھی میرے کام اور خاطر مدارات کے سلسلے میں ان سے بڑھ کر نہ ثابت ہوا۔ انہوں نے بہت سے لوگوں میں میرے لیکچروں کے متعلق دلچسپی پیدا کی اور مجھے ایسے مواقع فراہم کیے جب میں نے ان کے گھر میں بہت سے لوگوں سے خطاب کیا اور بے بہا انداز میں میری میزبانی کی۔ یہ ڈاکٹر جرسن ہی تھے جنہوں نے سیورنس کلب میں میرے بولنے کے لیے دعوت نامہ حاصل کیا۔ اس کا نام کیرولا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بن ایم سیورینس کے اعزاز میں رکھا گیا تھا جو سوسن بی انتھونی، جولیا ہوو اور سابقہ نسل کے دیگر لڑاکوں کے گروپ پر مشتمل تھا۔
اس سے پہلے کہ میں لیکچر شروع کرتی مجھے ایک شخص سے متعارف کرایا گیا جسے صدر کی عدم موجودگی میں صدارت سنبھالنے کو کہا گیا تھا۔ اس کی ذات میں کوئی ایسی نمایاں بات نہ تھی اور وہ میری تصنیف ''انارکزم اینڈ ادر ایسیز'' میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس چیئر مین نے اپنے ابتدائی کلمات میں جس کا نام ٹریسی بیکر تھا۔ سامعین کو یہ اعلان کر کے حیران کر دیا کہ وہ بفلو کے ڈسٹرکٹ اٹارنی کے دفتر سے منسلک تھا جب صدر میکنلے کا قتل ہوا تھا۔ ماضی قریب تک وہ ایما گولڈ مان کو جرائم پیشہ سمجھتا رہا' اس نے یہ بھی کہا کہ نہ صرف یہ کہ اس عورت میں قتل کرنے کی جرأت ہے بلکہ بے ضمیری کی حد تک یہ صلاحیت بھی ہے کہ وہ کمزور ذہنوں کو جرائم کے ارتکاب پر اکسا سکتی ہے۔ لیون زولگوز کے مقدمے کے زمانے میں' اس نے بات بڑھاتے ہوئے کہا' اسے یقین تھا کہ یہ میں تھی جس نے صدر کے قتل کرنے پر اسے ورغلایا تھا اور اس کے خیال میں مجھے ہی اس کی انتہائی قیمت ادا کرنا چاہئے۔ جب سے اس نے میری چند کتب کا مطالعہ کیا ہے اور چند مشترک دوستوں سے تبادلہ خیال کیا ہے اس کو اپنی غلط فہمی کا احساس ہو چکا ہے اور اسے اب امید ہے کہ میں نے جو ناانصافی کی تھی اسے وہ معاف کر دے گی۔
اس کے بیان کے بعد موت کا سا سناٹا چھا گیا اور سب کی نظریں میری جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ میں بفلو کے سانحے کو حیات نو ملنے سے اپنی جگہ پر جم سی گئی۔ اور میں نے ایک ناہموار آواز میں پہلے تو یہ کہا کہ چونکہ ہم سب ہی ایک سماجی زنجیر میں منسلک ہیں اس لیے کوئی بھی اس قسم کے واقعات کی ذمے داری سے بچ نہیں سکتا جس کا ارتکاب لیون زولگوز نے کیا تھا یہاں تک کہ چیئر مین بھی۔ ایسا شخص جوان حالات سے لاتعلق رہے جن کے نتیجے میں بطور احتجاج خون ریزی کا اقدام کیا جائے وہ بھی الزام کا حصہ دار بننے سے نہیں بچ سکتا۔ ہم میں سے وہ بھی جو معاملات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اور اساسی تبدیلیوں کے لیے کوشاں ہیں اور وہ بھی اس احساس جرم سے مبرا نہیں ہو سکتے۔ وہ لوگ بھی جو مستقبل تعمیر کرنے میں مگن ہو جاتے ہیں ایسے لوگ بھی ان لوگوں کو سمجھنے سے معذور ہوتے ہیں جو ہمدردی آمیز فہم کے متمنی ہوتے اور خونی رشتوں کی ارواح کی طرح یکجائی کے لیے کڑھتے رہتے ہیں۔ لیون زولگوز ایسوں ہی میں سے ایک تھا۔
دوران تقریر مجھ پر جذبات غلبہ پاتے چلے گئے جب میں اس نوجوان کے تاریک پس منظر کو بیان کرنے لگی اس کی ابتدائی زندگی اور ماحول۔ میں نے بفلو اخبار کی خاتون کارکن کے تاثرات بھی بیان کیے جس نے مجھے یہ بتانے کے لئے تلاش کیا جو اس نے زولگوز کے مقدمے کی کارروائی دیکھتے ہوئے محسوس کیا تھا اور ان محرکات کی طرف اشارہ کیا جو لیون کے اقدام اور اس کی شہادت کے موجب بنے۔ میں نے اس شخص کے خلاف کوئی برہمی نہ محسوس کی جس نے برملا اعتراف کیا تھا کہ وہ مجھے برقی کرسی تک پہنچانے کے لئے کتنا بے تاب تھا۔ بجائے اس کے' میں اس کی معترف ہوں کہ اس نے بڑی بے تکلفی سے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا لیکن اس طرح اس نے اس دور کی برہمی کے زخموں کو پھر سے ہرا کر دیا۔ اور میں کسی حالت میں اس سے ملنے کو آمادہ نہیں ہوں اور نہ ہی اس کی خالی خولی مدح وستائش سننے کی روادار ہوں۔
سان فرانسسکو والی نمائش زوروں پر تھی اور شہر کی آبادی تقریباً دگنی ہو چکی تھی۔ ہمارے جلسے جو مہینہ بھر میں کوئی چالیس پڑتے تھے داخلے سے حاصل ہونے والی آمدنی کسی حالت میں جمع ہونے والے جم غفیر سے کم نہ تھی۔ ان میٹنگوں میں سب سے اہم واقعہ میری اس پیشکش میں تھی جو مذہبی فلسفوں کی کانگریس میں ہوئی۔ اس حیران کن واقعے کو مسٹر پاور نے ممکن بنایا جو کانگریس کے اس اجلاس کا مہتمم تھا۔ وہ مجھے مشرقی ساحل کے خطے سے جانتا تھا اور جب اسے فرانسسکو میں میری موجودگی کا علم ہوا تو اس نے مجھے تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا۔
مذہبی فلسفیوں کی عوامی محفل سوک آڈیٹوریم میں منعقد ہوئی جو مغربی ساحل کے وسیع ترین ہالوں میں سے ایک تھا۔ چیئر مین کی جگہ جو ایک قابل صد احترام ذات تھے یہ سن کر اچانک علیل ہو گئے کہ مجھے وہاں خطاب کرنا ہے جس پر صحافتی برادری کے کئی اخبارات نے ان کی اچھی طرح خبر لی۔ میری حیثیت وہاں انگریزی زبان کی مثل شیطان اور گہرے سمندر کے بیچ میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھی۔ میں نے الحاد کے متعلق تقریر شروع کرتے ہوئے اس کا ذکر بھی کیا۔ میرے متعارف کرانے پر سامعین کھل اٹھے۔ چبوترے پر میرے گرد ہمہ جہت فرقوں کے لوگ امتیازی ملبوسات میں براجمان تھے۔ موقع کی متانت کی مد نظر مجھے پوری خوش طبعی صرف کرنا پڑی۔

ایسے ماحول میں الحاد کے مضمون کو زیر بحث لانا بجائے خود ایک نازک مسئلہ تھا لیکن کسی نہ کسی طرح میں نے بیڑا کو پار لگا دیا۔ میں نے اہل دینیات کے چہروں پر کبیدگی دیکھی جنھوں نے اس پر احتجاج بھی کیا کہ میں مذہب پر اس طرح تبصرہ کر رہی تھی جس سے اس کی رسوائی ہو رہی تھی۔ مگر سامعین کی اکثریت اس سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ وہ لوگ ترنگ میں آ کر میری باتوں پر صاد کر رہے تھے اور میری تقریر کے خاتمے کے قریب نوبت یہ آ گئی کہ محفل درہم برہم ہونے کے خطرے سے دوچار ہو چکی تھی۔ میرے بعد ایک ربی نے تقریر کی جس نے یہ کہہ کر بات شروع کی ''اس کے باوجود کہ مس گولڈمان نے جو کچھ مذہب کے خلاف کہا' میرے علم کی حد تک وہ انتہائی مذہبی شخصیت ہیں۔''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۴۳

مغربی ساحل کے ایک طویل تقریری سلسلے کے دورے کے بعد نیویارک پہنچ گئی اب مجھے مدت سے آرام کی ضرورت تھی۔
لیکن نصیب اور ساشا کچھ اور چاہتے تھے۔ وہ بھی حال ہی میں لاس اینجلس سے لوٹا تھا تا کہ مشرقی ساحل پر میتھیو اے اشمڈ اور ڈیوڈ کپلان کے لیے کام کرے اور اس نے فوراً ہی اس گہری مہم میں گھسیٹ لیا۔
ساشا کی مغربی ساحل پر ان دنوں موجودگی جب میں سان ڈیاگو کے تجربے سے گزری محض ایک خلاف توقع خوشگوار اتفاق تھا۔ جب وہ مغرب کی جانب اپنے لیکچرز کے دورے پر نکلا تھا تو یہ ۱۹۱۴ء میں خزاں کا موسم تھا اور اس کا ارادہ کالوریڈو سے آگے جانے کا نہ تھا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کیونکہ جس شام اس کی روانگی طے تھی۔ نیویارک میں اسے گرفتار کر لیا گیا۔ فٹزی پٹس برگ میں جلسے کے ابتدائی انتظامات کرنے کی غرض سے پہلے ہی روانہ ہو چکی تھی۔ ساشا کے نیویارک کے دوستوں نے اس کے اعزاز میں ایک الوداعی پارٹی ترتیب دی۔ رات گئے جب پارٹی والے گھروں کی طرف چلے تو انقلابی نغمے گا رہے تھے۔ ایک پولیس والے نے انہیں حکم دیا کہ وہ فوراً گانا بند کر دیں اور اس کے بعد جو ہاتھا پائی ہوئی اس میں اس نے اپنی لاٹھی اٹھائی تا کہ بل شیٹوف پر چلائے یہ ہمارا دیرینہ دوست اور ہمکار تھا۔ ساشا کی حاضر دماغی، بلاشبہ بل کو گہرا گھاؤ لگنے سے تو بچا لیا۔ لیکن اس نے پولیس والے کا اٹھا ہوا بازو پکڑ لیا جس سے اس کے ہاتھ کا ڈنڈا چھوٹ کر گر پڑا اور کئی افسران آ پہنچے اور پوری کمپنی گرفتار کر لی گئی۔
صبح میں انہیں مختصر مدت کی سزائیں دی گئیں تا کہ ''امن خراب'' کرنے کی وجہ سے ''کارگاہ'' میں مشقت پر لگا دیا جائے۔ مستثنیات میں ساشا تھا جس پر یہ الزامات عائد کیے گئے کہ اس نے ایک افسر کو زدوکوب کیا اور لوگوں کو بلوے پر اکسایا۔ مجسٹریٹ اس پر مصر تھا کہ اس پر فوری مقدمہ چلے اور یہ بھی کہا کہ اس کی سزا کسی صورت میں دو برس سے زیادہ کی نہ ہو گی۔ پولیس افسر عدالت میں اس طرح آیا تھا کہ اس کا پورا بازو آیوڈین سے لپا ہوا تھا اور اس پر پٹی لپٹی ہوئی تھی۔ اور اس کا جج کے روبرو یہ بیان تھا کہ ساشا نے بلا کسی اشتعال کے اس پر حملہ کر دیا اور محض اتفاق تھا کہ دوسرے آفیسر آ گئے جس سے اس کی جان بچ سکی۔ یہ ایک واضح سازش تھی کہ ساشا کو پھانس کر جیل میں ٹھونس دیا جائے۔ چونکہ بے روزگاری کے خلاف ساشا کی کارروائیوں میں پولیس ناکام رہی تھی جس طرح لڈلو کی ہڑتال کے احتجاجوں میں بے بس ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ اس پر تلی ہوئی تھی کہ کسی طرح اس کا بدلہ لیا جائے۔
ساشا نے پولیس مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمے کی سماعت کو نامنظور کر دیا۔ اس پر عائد الزامات چونکہ سنگین جرائم کے زمرے میں آتے تھے اس لیے اسے حق پہنچتا تھا کہ سماعت جیوری کے سامنے ہو۔ اس کے علاوہ اسی شام اسے پٹس برگ میں تقریر بھی کرنا تھی اور اس نے مجرموں کی عدالت میں سماعت کا جوا کھیلا۔
ہمارے دوست جلبرٹ۔ ای۔ رو نے اس کی ضمانت کرائی اور وعدہ کیا کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں مقدمے کی دیکھ بھال بھی کرے گا۔ ساشا پٹس برگ کے لیے روانہ ہو گیا لیکن جب وہ ڈین ور پہنچا تو اسے رو نے متنبہ کیا کہ وہ مزید مغرب کی طرف نہ جائے تا کہ اگر اسے مقدمے کے لیے طلب کیا جائے تو وہ اڑتالیس گھنٹوں کے اندر نیویارک پہنچ سکے۔ صورتحال سنگین تھی۔ ساشا کو پانچ سال قید کی سزا کا خطرہ تھا۔
وہ ہفتوں کولوراڈو میں لیکچر دیتا رہا اسے کیلی فورنیا پہنچنے کی فکر دامن گیر تھی تا کہ میتھیو اے اشمڈ اور ڈیوڈ کپلان کے مقدمے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں مدد کی جاسکے جو لاس اینجلس میں ٹائمز بلڈنگ میں ہونے والے دھماکے کے سلسلے میں مقدمہ شروع ہونے کے منتظر تھے۔تب ایک دن نیویارک سے اسے ایک تار موصول ہوا جس میں درج تھا''تمہارے خلاف مقدمہ خارج کر دیا گیا ہے اب تم آزاد ہو اور جہاں جانا چاہو جا سکتے ہو۔''

اس معاملے میں جلبرٹ۔ای۔رونے کون سا حربہ اختیار کیا کہ فردِ جرم منسوخ کر دی گئی اور اس نے نئے ڈسٹرکٹ اٹارنی کو قائل کر دیا کہ اس کے خلاف الزامات پولیس کی دشمنی کے سبب تھے۔

اب ساشا نیویارک آ گیا اور کپلان/اشمڈ کے مقدمے کے لیے تن من دھن سے کوششوں میں لگ گیا۔اس نے ان کے حق میں اس ساحل پر ایسی تشہیری مہم چلائی تھی جس سے متاثر ہو کر انٹرنیشنل ڈیفنس لیگ نے اس سے فرمائش کی کہ وہ ملک بھر کا دورہ کرے اور راستے میں پڑنے والے شہروں میں مدافعت کے لیے شاخیں قائم کرتا جائے۔یہ کام اس نوعیت کا تھا جس کے لیے ساشا خصوصاً بہت مناسبت رکھتا تھا۔اس نے ان دونوں ماخوذ افراد کو بچانے کے لیے خود کو وقف کر دیا تا کہ اس انجام سے بچایا جا سکے جس کا وہ خود پنسلوانیا میں شکار ہوا تھا۔

متعدد مزدور تنظیموں کے تعارفی خطوط سے لیس ہو کر وہ لاس اینجلس سے روانہ ہوا اور مشرق کی جانب سفر کرتے ہوئے راستے میں پڑنے والے تمام بڑے صنعتی شہروں میں ٹھہرتا گیا تا کہ جب تک وہ نیویارک پہنچے وہ منظّم کارکنوں کی ایک بڑی تعداد کو جمع کر چکا ہو جو لاس اینجلس کی جیل میں قید لوگوں کی حمایت کر سکیں۔

ساشا نے بلا تاخیر کپلان/اشمڈ کی مہم میں مجھے شامل کر لیا اور ایسے افراد کو بھی جو اس کام میں ہاتھ بٹا سکیں۔اس کی قربت مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی اور اس سے تعاون کرنا بھی۔کپلان/اشمڈ کے لیے ایک عظیم جلسہ اس نے منظّم کیا جس سے ہم دونوں کو خطاب کرنا تھا۔اس کے علاوہ دیگر متعدد کوششیں جو ان کی مدافعت کے لیے وہ کر رہا تھا وہ اتنی اہم تھیں جن کے سامنے میرے آرام کرنے کی اہمیت ایسی نہ تھی جس پر غور کیا جائے۔وہ رجعت پسند قوتیں جو ساحل پر کارکنوں کے خلاف جمع ہوئی تھیں ان کی کوششیں دیوانگی کی حدود کو چھو رہی تھیں۔وہ ملزمان کے خلاف عوامی ذہنوں کو مسموم کر رہے تھے۔مقدمے میں رخنہ ڈالنے کے لیے انہوں نے یہ افواہ پھیلا دی کہ ڈیوڈ کپلان اقبالی گواہ بن چکا ہے۔یہ لچر کہانی حال ہی میں نیویارک کے اخبارات کی زینت بنی تھی۔اس خبر اور بیان کے بداثرات کو سمجھتے ہوئے جو ریڈیکل حلقوں کو بھی متاثر کر رہے تھے۔یہ نہایت ضروری ہو گیا کہ اس شرمناک بہتان کے خلاف ایک موقف اختیار کیا جائے۔میں کپلان کو پندرہ برس سے جانتی تھی اور اس سے ان دنوں منسلک رہی تھی جب تحریک چل رہی تھی اور مجھے اس کی دیانتداری پر پورا اعتبار تھا۔

جب کپلان/اشمڈ کے مقدمے کی سماعت کی تاریخوں کا علم ہوا تو ساشا ساحل پر لوٹ آیا تا کہ ایک بلیٹن جاری کیا جائے۔ یہ اس تشہیری مہم کا حصہ تھا جو وہ اس مقدمے کے لیے کر رہا تھا۔

یورپ میں آگ پھیلتی جا رہی تھی۔چھ ممالک پہلے ہی اس کی زد میں تھے۔امریکہ بھی اس کے شعلوں میں آتا جا رہا تھا۔ جنگجو وطن پرست اور فوجی دھڑا بے چین ہوتا جا رہا تھا۔''جنگ چھڑے سولہ ماہ ہو چکے''وہ چلائے''اور ہمارا ملک اب بھی تماشہ دیکھ رہا ہے!'' ''تیاری'' کا شور و غوغا شروع ہو چکا تھا۔وہ لوگ بھی شامل ہونے لگے جو کل تک منظّم قتل و غارتگری کے خلاف زہر اگل رہے تھے۔صورتحال یہ تقاضہ کر رہی تھی کہ جنگ دشمن مزاحمت کو مزید توانائی دی جائے۔اس کی ضرورت یوں بھی دگنی ہو گئی جب ہمیں پیٹر کروپوتکن کے رویے کے متعلق معلوم ہوا۔

انگلستان سے جستہ جستہ یہ افواہیں مل رہی تھیں کہ پیٹر نے جنگ کے حامی ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ہم نے اس بات کا مذاق اڑایا۔ہمیں یقین تھا کہ یہ اخبارات کی خود ساختہ کہانی ہے تا کہ ہمارے عظیم عمر رسیدہ شخص پر 'جنگ حامی' الزامات لگائے جائیں۔کروپوتکن،ایک انارکسٹ،انسانیت نواز اور انسانوں میں نفیس ترین انسان......یہ بیہودہ بات تھی کہ اس بات پر اعتماد کر لیا جائے کہ وہ یورپ میں ہونے والی انسان کے خون کی ہولی کی حمایت کر سکتا ہے۔لیکن فوراً ہی ہمیں اطلاع ملی کہ کروپوتکن نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اتحادی قوتوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا ہے اور ان کی اس زور شور سے حمایت کر رہا تھا جیسے ہیگلز اور ہائمین ''اپنے'' وطن کی پیشوائی کر رہے تھے۔ وہ ان تمام حربوں کو جائز قرار دے رہا تھا جن سے ''پروسنین بلا'' کو کچلنے میں مدد لی جاسکتی تھی یہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ مخالف کیمپ کے لوگ اتحادیوں کو برباد کرنے کے لیے واویلا کر رہے تھے۔ یہ ہماری تحریک پر ایک شدید ضرب تھی اور بالخصوص ان لوگوں کے لیے جو اپنے محبوب پیٹر سے واقف تھے۔ لیکن اپنے استاد کے لیے ہماری جانثاری اور ہماری اس سے محبت ہمارے نظریات میں کوئی تبدیلی نہ لاسکے اور نہ ہی جنگ کے متعلق ہمارے رویے میں کوئی تبدیلی آئی جسے ہم اقتصادی اور مالیاتی مفادات کے لیے چھینا جھپٹی سمجھتے ہیں جو کارکنوں کے مفادات کی اتنی ہی دشمن ہوتی ہے، یہ بربادی کا سب سے خطرناک ذریعہ ہے جو دنیا میں زندگی کے اہم ترین ذرائع اور مالامال وسائل کو درپیش ہیں۔

ہم اس پر کاربند تھے کہ پیٹر کے موقف کو رد کریں گے اور خوش قسمتی سے اس معاملے میں ہم تنہا نہ تھے۔ بہت سے لوگ ویسا ہی محسوس کر رہے تھے جیسا کہ ہم۔ یہ کس قدر اندوہناک تھا کہ ہم اس شخص کے خلاف کمر بستہ تھے جو ہمارے لیے طویل عرصہ سے وجہ فیضان تھا۔ ایریکو مالاٹسٹا نے پیٹر کے مقابلے میں کہیں زیادہ معاملہ فہمی اور تسلسل کا مظاہرہ کیا اور اس کے ہمرکاب روڈولف روکر، الیگزینڈر شاپیرو، تھومیس اینچ کیل اور دیگر مقامی ایڈیش گو برطانیہ عظمٰی کے انارکسٹ تھے۔ فرانس میں ساباستین فاخوئے، اے آرمانڈ اور انارکسٹ اور سنڈیکلسٹ تحریکوں والے، ہالینڈ میں ڈومیلا نیووہنیس اور اس کے ہمکاروں نے اس تھوک کے بھاؤ ہونے والے قتل و غارت گری کے خلاف ایک ٹھوس روش اختیار کی۔ جرمنی میں گستاؤ لینڈ اور ایرک موہسام، فرٹز کاٹر اور لاتعداد دیگر کامریڈوں نے اپنے حواس بحال رکھے۔ حق بات یہ ہے کہ لاکھوں جنگ آشام لوگوں کے مقابلے میں ہم صرف مٹھی بھر لوگ تھے۔ مگر ہم اپنے انٹرنیشنل بیورو کے جاری کردہ منشور کی دنیا بھر میں نشر و اشاعت کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اور ہم نے داخلی محاذ پر عسکریت پسندوں کی اصلیت کا پردہ چاک کرنے کے لیے اپنی توانائیاں دوچند کردیں۔

ہمارا پہلا اقدام تو یہ تھا کہ ہم نے پیٹر کروپوتکن کے تحریر کردہ پمفلٹ ''سرمایہ داری اور جنگ'' کو مدر ارتھ میں شائع کردیا۔ جس سے منطقی انداز اور معقول طریقے سے اس کے نئے موقف کی تنسیخ ہوتی تھی۔ لاتعداد میٹنگوں اور احتجاجی جلسوں میں ہم نے جنگ کے نتائج اس کی صفات اور اہمیت کی طرف وضاحتیں پیش کیں۔ میرا لیکچر جو ''تیاری'' اور ''چوکسی'' کا پردہ چاک کرنے پر تھا اس میں ثابت کیا کہ اس سے امن کو تحفظ نہ ملے گا اور ہر زمانے میں اور تمام ممالک میں فوجی تصادم کا خطرناک وسیلہ بنا ہے۔ یہ لیکچر تواتر کے ساتھ بڑے اجتماعات میں جہاں نمائندہ سامعین ہوتے تھے دیا گیا۔ اور امریکہ میں یہ پہلی تنبیہ تھی جو عسکری سازش کے خلاف امن کے احتجاجات کے پس منظر میں ہوئیں۔

امریکہ میں ہمارے لوگ بڑھتے ہوئے خطرے کے خلاف لوگوں میں بیداری پیدا کر رہے تھے۔ مقررین اور مناسب لٹریچر کی طلب کا ہمارے دفتر میں پورے ملک سے تانتا بندھا ہوا تھا۔ ہمارے پاس انگریزی زبان کے مقررین کافی تعداد میں نہ تھے لیکن حالات کا تقاضہ فوری تھا اور میں مسلسل اس خلا کو پورا کرنے میں لگی ہوئی تھی۔

میں پورے ملک میں ماری ماری پھر رہی تھی اور تقریباً ہر شام میں تقریر کرتی۔ میرے شب و روز میں لاتعداد ملاقاتیں وقت اور توانائی کو چوس لیتیں۔ آخرکار میری خلاف معمول قوت برداشت دم دے گئی۔ کلیولینڈ سے ایک لیکچر دینے کے بعد نیویارک لوٹتے ہوئے میں نزلہ بخار میں مبتلا ہوگئی۔ میں اتنی زیادہ بیمار تھی کہ مجھے اسپتال میں داخل کردیا گیا۔ جب میں بستر میں دو ہفتے گزار چکی تو ڈاکٹر نے حکم دیا کہ مجھے کسی اچھے ہوٹل کے کمرے میں رکھا جائے۔ میرا اپنا گھر ہر قسم کے آرام سے محروم تھا۔ جب میں ہوٹل پہنچی تو اتنی کمزور تھی کہ مجھے ہوٹل میں نام وغیرہ درج کرانا دوبھر ہوگیا۔ اس لیے میری بھانجی اسٹیلا نے میرا نام وغیرہ رجسٹر میں درج کرایا۔ کلرک نے اس پر نظر ڈالی اور پھر دفتر کے داخلی حصے میں غائب ہوگیا۔ وہ یہ کہنے کے لیے لوٹا کہ کسی غلطی کی وجہ سے اس وقت ہوٹل میں کوئی کمرہ خالی نہیں ہے۔ یہ ایک سرد اور ابر آلود دن تھا۔ بارش موسلا دھار ہو رہی تھی لیکن مجھے مجبوراً اپنے قدیم گھر لوٹنا پڑا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس واقعے کے خلاف اخبارات میں زبردست احتجاج ہوا۔ ایک مضمون نے خاص طور سے میری توجہ مبذول کرائی۔ یہ ایک طویل طنزیہ خط تھا جس میں ہوٹل والوں کی گوشمالی کی گئی تھی کہ انہوں نے ایک مریض کے ساتھ کیسا غیر انسانی برتاؤ کیا۔ اس بیان پر دستخط کرنے والے کا نام ''ہیری وین برگر، اٹارنی۔ ایٹ۔ لاء۔ نیویارک'' تھا۔ یہ ایسا شخص تھا جس سے میں ذاتی طور سے واقف نہ تھی لیکن جس کا نام میں نے بارہا سنا تھا جو ایک سرگرم موٹ تھا اور بروکلین فلاسیوفکل سوسائٹی کا رکن تھا۔

دریں اثنا میتھو اشمڈ کو، مرچنٹ اینڈ مینوفیکچررز ایسوسی ایشن، دی لاس اینجلس ٹائمز اور ریاست کیلی فورنیا کی برہمی کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کے خلاف پیش ہونے والے گواہوں میں سب سے اہم ڈونلڈ واس تھا۔ اس نے کھلی عدالت میں شکار بننے والے کے منہ پر یہ تسلیم کیا کہ وہ جاسوس ولیم جے برنس کا تنخواہ یافتہ تھا۔ جیسے جیسے گماشتہ واس' ڈیوڈ کپلان کے اتہ پتہ کا سراغ لگاتا رہا۔ اس نے اس کی مہمان نوازی کا دو ہفتے تک لطف اٹھایا۔ اس کا اعتماد حاصل کر لیا اور یہ بھی معلوم کر لیا کہ اشمڈ نیویارک ہی میں کہیں موجود تھا۔ تب برنس نے اسے مشرق کی جانب جانے کا حکم دیا اور ہدایت دی کہ انارکسٹ حلقے میں آمد و رفت رکھے اور میتھیو اشمڈ تک رسائی حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ گواہی کے کٹہرے میں واس نے شیخی بگھاری کہ موجود قیدی نے مجھ سے اپنے جرم کا اعتراف کیا تھا۔ اشمڈ کو سزا کا مستحق سمجھا گیا اور جیوری نے تاحیات قید کی سفارش کی۔

اب ایسی کوئی وجہ باقی نہ تھی جس کی وجہ سے اس تحریر کو روکا جائے جو میری نظر میں واس کی دغابازی تھی۔ مدرارتھ کے جنوری ۱۹۱۶ء کے شمارے میں بہت دیر سے طباعت کا منتظر مضمون شامل تھا۔

جرٹی واس نے اپنے بیٹے کا ساتھ دیا۔ میں اس کے مادری احساسات سمجھتی تھی لیکن میرے نزدیک ایسے باغی کو بھی معاف نہیں کیا جا سکتا جس نے تیس سال تک خدمات انجام دی تھیں میں نے اس سے پھر کبھی ملنا پسند نہ کیا۔

سزا یابی میتھیو اے اشمڈ کی طاقتور روح کو نہ کچل سکی اور نہ ہی نظریات میں خلل ڈال سکی جس کے لیے وہ اپنی باقی ماندہ زندگی زندہ درگور رہے گا۔ اس نے عدالت میں جو بیان دیا وہ اپنی وضاحت، سادگی اور جرأت کا روشن مینارہ تھا۔ اگرچہ اسے عمر قید کا سامنا تھا مگر اس کی توانا حس مزاح میں سرمو فرق نہ آیا تھا۔ جب وہ مقدمے کے اصل حقائق بیان کر رہا تھا تو وہ جیوری کی طرف مڑا اور کہنے لگا ''صاحبان آپ مجھے ایک سوال پوچھنے دیں کیا آپ ڈونلڈ واس جیسے شخص پر اعتبار کریں گے؟ آپ اپنے کتے پر ہنٹر برسائیں گے جس کے خلاف اس ذات شریف نے گواہی دی ہو، کوئی دیانتدار آدمی ایسا نہ کرے گا۔ ایسا شخص جو واس پر اعتبار کرے گا وہ کتا رکھنے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔''

ہمارے نظریات کے متعلق پورے ملک میں دلچسپی بڑھ رہی تھی۔ انارکزم سے متعلق نئی مطبوعات شائع ہونے لگی تھیں۔ 'ریوولٹ' نیویارک میں' ہپو لایٹ ہیول اس کا مدیر۔ 'دی الارم' شکاگو سے جس کا اجرا مقامی کامریڈوں کے ایک گروہ نے کیا تھا۔ اور بلاسٹ، سان فرانسسکو۔ میں ساشا اور فٹزی اس کے سربراہ تھے۔ بالواسطہ یا بلاواسطہ میں ان سب سے تعلق رکھتی تھی۔ تاہم یہ بلاسٹ تھا جو میرے دل کے قریب تھا۔ ساشا ہمیشہ سے ایک ادارے کا خواہاں تھا جہاں سے وہ عوام الناس سے مخاطب ہو سکے۔ ایک انارکسٹ ہفت روزہ کارکنوں کا پرچہ جس سے محنت کشوں کو اکسایا جائے تاکہ وہ بالارادہ انقلابی سرگرمیوں میں حصہ لیں۔

اس کی مقابلے پر آمادہ روح اور موثر قلم اس بات کے لیے کافی تھے۔ جو بلاسٹ کی توانائی اور ہمت کی ضامن تھی۔ رابرٹ مابیز کا تعاون جو ایک طاقتور کارٹونسٹ تھا مجلّے کی قدر و قیمت میں اضافے کا باعث ہوا۔

رابرٹ مابیز سے جب میں پہلی مرتبہ سینٹ لوئیس میں ملی تھی اس کے بعد نہ جانے وہ کہاں مارا مارا پھرتا رہا۔ یقیناً وہ دودھ اور پانی والے سوشلزم سے گلو خلاصی حاصل کر چکا تھا اور نیویارک ورلڈ سے عمدہ تنخواہ والی ملازمت جو پچیس ڈالر ہفتے والی تھی' اسے بھی وہ ترک کر چکا تھا۔ جس میں اسے فرمائش پر ''اس سے مجھے آزادی مل جائے گی۔'' اس نے مجھے ایک مرتبہ بتایا تھا 'ان کارٹونوں کے بنانے سے جو سرمایہ دارانہ نظام کی رحمتیں ظاہر کرتے تھے اور جس سے محنت کشوں کے مقاصد کو ٹھیس پہنچتی ہے۔'' وقت گزرنے کے ساتھ باب ایک انقلابی بن چکا تھا اور بعد میں ایک انارکسٹ۔ اس نے اپنی صلاحیتیں اور توانائی ہماری تحریک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے وقف کر دیں۔ مدرا رتھ، ریوولٹ اور دی بلاسٹ سب ہی کو اس کے تلخ اور صاف گو برش اور قلم سے قوت ملی تھی۔

فلیڈ یلفیا، واشنگٹن اور پٹس برگ کی طرف سے لیکچر دینے کے سلسلے کی دعوت ملی جن کو کئی ماہ تک چلنا تھا۔ ہمارے کامریڈوں کی پہل اور سبقت ایک اطمینان بخش اور موثر علامت تھی۔ ایسا کوئی واقعہ پہلے نہ ہوا تھا جس میں ایک ہی مقرر کو آزمایا گیا ہو مگر ہمارے دوست اس طریقے کو بھی آزمانے کے لیے بیتاب تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ ایک قصبے سے دوسرے قصبے تک مسلسل سفر کرنے میں مجھ پر کتنا دباؤ پڑے گا۔ ہر شام میں لیکچر پھر بھاگم بھاگ نیویارک واپسی کیونکہ جمعہ اور اتوار کی محفل میں تقریر کرنا ہوتی۔ لیکن اس موقع کو میں نے اس لیے خوش آمدید کہا کہ اس طرح لاس اینجلس کے مقدمے میں مجھے دلچسپی لینے کا موقع مل جائے گا۔ جنگ کے خلاف ہاؤ ہو ہوگا اور ہماری مختلف مطبوعات کا حلقہ اثر بڑھے گا۔

فلیڈ یلفیا میں میں نے جو لیکچر انگریزی زبان میں دیئے وہ میری کوششوں کے قطعاً ہم پلہ نہ ہوئے۔ شرکت کرنے والوں کی تعداد قلیل تھی اور جنھوں نے آنے کی بھی زحمت کی تھی وہ بے حس اور سست الوجود نکلے بالکل ویسے ہی جیسے برادرلی لو شہر کی سماجی فضا تھی۔ مگر وہاں دو صاحبان سے ملاقات ہوئی جن کی دوستی نے میرے اس بے کیف تجربے کی تلافی کر دی۔ ہیری بولانڈ اور ہوریس ٹراوبل۔

ہیرؔی ایک دیرینہ جانثار تھا اور میری تمام کوششوں میں فیاضی سے مدد کرتا چلا آرہا تھا۔ ہوریس ٹراوبلؔ سے میں پہلی مرتبہ ۱۹۰۳ء میں والٹ وہٹمینؔ کے عشائیے میں ملی تھی۔ اس نے وہٹمینؔ کے حلقہ اثر کے لوگوں میں سب سے زیادہ متاثر کیا تھا۔ میں نے اس کے حجرے میں جو وقت گزارا تھا اس سے بہت لطف اندوز ہوئی تھی یہ کمرہ وہٹمینؔ کے کاغذات اور کتابوں سے بھرا ہوا تھا اس میں اس کی اپنی مسلیں بھی رکھی تھیں جن میں اس کے اپنے نادر کاغذات بھی تھے۔ جن کا گویا وہ نگہبان تھا۔ سب سے زیادہ دلچسپ چیزیں اس اچھے عمر رسیدہ شاعر کی یادیں تھیں جس کی زندگی کے آخری سال ہوریسؔ نے اس کے ساتھ بسر کیے تھے۔ میں نے والٹ کے متعلق اس سے اتنا حاصل کیا جتنا کسی سوانح میں نہ ملا جنہیں میں پڑھ پائی۔ اس کے علاوہ ہوریسؔ ٹراوبل کے متعلق بھی بہت کچھ جاننے کا موقع ملا جس نے اپنی ذات کے کئی گوشے عیاں کرنے کے علاوہ اپنے محبوب شاعر کا ذکر کرتے ہوئے ضمناً اپنی انسان نوازی بھی بیان کی۔

ایک اور شخص جسے ہوریسؔ میرے قریب لانے کا سبب بنا وہ ایوجین۔ وی۔ ڈیبسؔ تھا۔ میں اس سے پہلے بھی مل چکی تھی اور اپنے سیاسی اختلافات پر دوستانہ انداز میں اس سے لوہا لے چکی تھی۔ لیکن مجھے اس کی ذات کے متعلق بہت کم معلوم تھا۔ ہوریسؔ جو ڈیبسؔ کا بے تکلف دوست تھا اس نے میرے لیے اس میں جولانی بھر دی جس سے مجھے اس کے کردار کی عظمتوں اور گہرائیوں کا اندازہ ہوا۔ ہوریسؔ کے لیے میرے دل میں جو رفیقانہ جذبات تھے وہ پھل پھول کر ایک خوبصورت دوستی میں ڈھل گئے اور یہ سب کچھ فلیڈ یلفیا کے متعدد دوروں میں ہوا۔ شہر کا کھوکھلا نعرہ جو اس کے نام برادرلی لو سے جھلکتا ہے اسے حقیقت کا جامہ پہنانے میں کسی اور کا نہیں بلکہ ہوریس ٹراوبلؔ کا بہت ہاتھ تھا جس کی محبت نوع انسان کے لیے اور عالمگیر تھی۔

واشنگٹن ڈی سی کے نتائج نے سب کو حیران کر دیا اور ہمارے زیادہ تر رفیقوں بالخصوص ہمارے سرگرم کارکنوں للیان کسلیوکؔ اور اس کے باپ کو۔ للیانؔ برسوں سے دارالحکومت میں رہ رہی تھی لیکن ہمیشہ اسے اپنے شہر میں میرے لیکچروں کی کامیابی کے متعلق شک رہتا تھا اور خاص طور سے ایک ہفتے میں دو سے۔ تاہم ہمارے نظریات کے لیے اس کا جوش و خروش تھا جس نے اسے اس کام کو مکمل کرنے کا بیڑا اٹھانے پر مجبور کیا۔

پٹس برگ کے انتظام کی باگ ڈور ہمارے نہایت لائق دوست جیکب مارگولسؔ کے ہاتھ میں تھی جس کی اعانت نوجوان امریکی کامریڈوں کا ایک گروہ کر رہا تھا۔ ان میں گریسؔ لون تھی جس کا ذہن صاف اور زوردار تھا۔ اس کا شوہر ٹومؔ اور دیور والٹر۔ تینوں لون اپنے کھرے پن اور شوق کی بنا پر تازہ ہوا کا جھونکا تھے اور ہمارے مقصد کے لیے بہت مفید اور تقویت کا باعث تھے۔ وہ شہد کی مکھیوں کی طرح میرے جلسوں کی کامیابی کے لیے جتے رہتے لیکن بدقسمتی سے ان کی مساعی کے برابر نتائج کبھی نہ حاصل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوتے۔کل اللہم اجمعین، تاہم میری میٹنگوں کا سلسلہ جوفولادسازی کے اس قلعے میں ہوا وہ قابل اطمینان تھا۔خاص طور سے اس لیے کہ جیکب مارگولس اس امر میں کامیاب ہوگیا کہ اس نے وکلاء کے ایک کلب کو اس بات پر پھسلا لیا کہ وہ مجھے خطاب کرنے کی دعوت دیں۔

تا ایں دم میں نے قانون کے نمائندوں کا محض ایک قیدی کی حیثیت میں سامنا کیا تھا اس مرتبہ اب میری باری تھی......مگر میں اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دینا چاہتی تھی۔ بلکہ چاہتی تھی کہ میرے سامعین میں جو جج اور وکلاء استغاثہ بیٹھے ہیں میں ان کے پیشے کے متعلق کیسے خیالات رکھتی ہوں۔ میں یہ تسلیم کرتی ہوں کہ یہ کام میں نے ہنسی خوشی کیا۔ جس میں نہ مجھے ندامت اور نہ ہی رحم اور ترس آیا جب میں معزز حضرات کو ناگوار صورتحال سے دوچار کررہی تھی اور جنہیں میری بات سننا پڑ رہی تھی اور یہ بھی ان کے بس میں نہ تھا کہ وہ مجھے توہین عدالت کی سزا دے دیں۔

اس موسم سرما میں میرا نیویارک میں ہونے والا لیکچر ضبط تولید کے موضوع پر تھا۔ میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا تھا کہ مانع حمل اشیاء کے متعلق لوگوں کو باخبر کروں گی۔ خاص طور پر اپنے ایدیش جلسوں میں ۔ کیونکہ ایسٹ سائیڈ کی عورتوں کو ان معلومات کی سخت ضرورت تھی۔ اگرچہ مجھے اس معاملے میں اتنی دلچسپی نہ تھی۔ ولیم سانجر کا ماخوذ کیا جانا اور بعد میں قید کی سزایابی نے مجھے مجبور کردیا کہ میں اس سوال کو اٹھاؤں۔ سانجر ضبط تولید کی مہم میں سرگرمی سے حصہ نہیں لے رہا تھا۔ وہ ایک مصور تھا اور اسے سرکاری جاسوسوں کے ایک گماشتے نے پھانسنے کی غرض سے ایک پمفلٹ تھما دیا جو اس کی بیوی مارگریٹ سانجر کا لکھا ہوا تھا اور وہی اس کو تقسیم کرتی تھی۔ وہ چاہتا تو اپنی بے خبری بیان کردیتا یوں سزایابی سے بچ جاتا۔ جس جی داری سے اس نے عدالت میں اپنا دفاع کیا تھا اس کی وجہ سے وہ تمام ہوشمند لوگوں کی نظروں میں قابل تعریف ٹھہرا۔

میری تقاریر اور ضبط تولید پر ہونے والے لیکچروں کا نتیجہ میری گرفتاری پر نکلا۔ جس پر کارنیگی ہال میں ایک عوامی احتجاج ترتیب دیا گیا۔ یہ بہت پرشکوہ اجتماع تھا جس کی صدارت ہمارا ہمکار اور گرم جوش دوست لیونارڈ ڈی ایبٹ کررہا تھا۔ اس نے موضوع کے تاریخی پس منظر کو بتایا جبکہ ڈاکٹر ولیم جے رابنسن اور جے ایس گولڈ واٹر نے طبی نقطہ نظر سے اظہار خیال کیا۔ ڈاکٹر رابنسن اس مہم کا ایک دیرینہ حامی تھا جب کہ اس کا ساتھ دینے والا قابل احترام ابراہام جیکبی بھی تھا۔ یہ نیویارک کی ادویات کی اکیڈمی میں ضبط تولید کے مسئلے کا علمبردار تھا۔ تھیوڈور شروڈر اور بولٹن ہال نے محدود کنبے کے قانونی امور پر روشنی ڈالی۔ اور انا سٹرنسکی والنگ، جان ریڈ اور کئی دوسرے مقررین نے اس کی سماجی اور انسانی اقدار کے متعلق بات کی جو آزادی کا عنصر ہوتا ہے خصوصاً محنت کشوں کی زندگی میں۔

میرا مقدمہ، کئی ابتدائی سماعتوں کے بعد ۲۰ اپریل کو شروع ہونا قرار پایا۔ اسی شام میں بریورٹ ہوٹل میں ایک عشائیہ ترتیب دیا گیا جس کا انتظام انا سلون اور دیگر دوستوں نے کیا تھا۔ پیشے کے ارکان اور متعدد سماجی میلانات کے لوگ موجود تھے۔ ہمارا اچھا سا قدیم کامریڈ ایچ۔ ایم۔ کیلی نے انارکزم پر تقریر کی، روز پیٹر سٹوکس نے سوشلزم پر اور وہڈن گراہم نے موت پر۔ فن کی دنیا کی نیابت رابرٹ ہینری، جورج بیلوز، رابرٹ مائنز، جان سلون، رانڈل ڈیوی اور بورڈ مین رابنسن نے کی۔ ڈاکٹر گولڈ واٹر اور دیگر ماہرین طب نے بھی حصہ لیا۔ ٹوی لائیٹ کلب کے جان فرانسس ٹکر نے جو جام صحت تجویز کرنے کا استاد تھا وہ اپنی شہرت پر پورا اترا کیونکہ حاضر جوابی میں وہ نیویارک میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ برطانوی مصنف جان کاوپر پوویز نے ایک نہایت پرلطف گفتگو پیش کی اس کا ساتھ کرنٹ لٹریچر کے الیگزینڈر ہاروی نے دیا۔ پوویز نے یہ ظاہر کیا کہ اس کی ضبط تولید کے طریقوں سے ناواقفیت ڈراؤنی ہے لیکن وہ اس پر مصر تھا کہ اگرچہ اسے اس معاملے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اس کے باوجود وہ اس موقع سے غیر متعلق نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اسے ایک آئینی اعتراض ہے وہ اظہار خیال کی آزادی کے دبانے سے ہے۔

جب آخر میں مجھے بولنے کا موقع دیا گیا تو اٹھائے جانے والے نکات کا جواب دوں تو میں نے مہمانوں کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی کہ ایسے عشائیے میں جو ایک انارکسٹ کے اعزاز میں دیا گیا ہے وہاں مسٹر پوویز کی موجودگی بجائے خود

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آزادی کی جانب ان کا پہلا قدم ہے۔ انہوں نے دانشورانہ دیانتداری کا ایک موثر ثبوت مہیا کیا تھا جب کچھ سال پہلے انہوں نے ہیبر واسکول شکاگو میں اس لیے تقریر کرنے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ اس انسٹیٹیوٹ نے الیگزینڈر برکمینؔ کو اپنی حدود میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ آخرالذکر کو کپلانؔ/اشمڈؔ مقدمے کے سلسلے میں تقریر کرنے کے لیے اعلان بھی کیا جا چکا تھا۔ عین وقت پر اس انسٹیٹیوٹ کے ڈائریکٹروں نے اپنے دروازے اندر سے بند کر لیے۔ جس پر شکاگو کے محنت کشوں نے اس رجعت پسند ادارے کا بائیکاٹ کر دیا اور محنت کشوں کے انسٹیٹیوٹ کی بنیاد ڈالی۔ اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد مسٹر پوویزؔ ہیبر وانسٹیٹیوٹ میں تقاریر کے ایک سلسلے کی غرض سے آئے۔ جب انہیں برکمینؔ سے متعلق ڈائریکٹروں کے رویے کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اپنی تمام مصروفیات کو منسوخ کر دیا۔ ان کا یہ اقدام اس لیے قابل ستائش ہے کیونکہ برکمینؔ کے متعلق انہیں صرف یہ معلوم تھا کہ اس نے اخباری نمائندوں کے سامنے جو بیان دیا تھا اس میں معاملے کی غلط تعبیر کی گئی تھی۔

روز پیٹرؔ سٹوکس نے عشائیے میں راست اقدام کرنے کا مظاہرہ کیا۔ اس نے اعلان کیا کہ اس کے پاس ٹائپ رائٹر سے تیار شدہ ایسے صفحات ہیں جن میں مانع حمل اشیاء کے متعلق معلومات ہیں اور وہ ان لوگوں کو یہ پرچے دینے کو تیار ہے اگر ان میں سے کوئی ان کا خواہشمند ہو۔ اکثریت نے مانگا۔

اگلے دن عدالت میں جو اپریل کی ۲۰ تھی میں نے اپنے مقدمے کی خود پیروی کی۔ ڈسٹرکٹ اٹارنی مسلسل مداخلت کرتا رہا اور نکتہ اعتراضات اٹھاتا رہا۔ جس میں اسے کامیابی بھی ہوئی جب تین میں سے دو ججوں نے اس کے اعتراض کو تسلیم کر لیا۔ جج اوکیفؔ جو صدارت کر رہا تھا، خلاف توقع غیر جانبدار نکلا۔ نوجوان وکیل استغاثہ سے چند جھڑپوں کے بعد میں نے خود وکیل صفائی کی جگہ سنبھال لی۔ اس سے مجھے موقع مل گیا کہ میں جاسوس کی لاعلمی کا پردہ چاک کر دوں جس نے میرے خلاف گواہی دی تھی اور یوں میں نے وہ پرچہ کھلی عدالت میں پیش کر دیا جو ضبط ولادت کی حمایت کرتا تھا۔

میں کوئی گھنٹہ بھر بولی اور آخری کلمات یہ کہے کہ آیا یہ کوئی جرم ہے کہ میں تندرست مادریت اور بچپن کا زمانہ خوشگوار رکھنے کے لیے کوشاں ہوں۔ اس لیے مجھے فخر ہے کہ میں مجرم سمجھی جا رہی ہوں۔ میرے خیال میں جج اوکیفؔ نے قدرے تذبذب کے ساتھ مجھے مجرم ٹھہرایا اور مجھ پر سو ڈالر جرمانہ یا دوسری صورت میں کارگاہ جیل میں پندرہ دن قید سخت کی سزا سنا دی۔ اصول کی بنیاد پر میں نے جرمانے کی رقم ادا کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میں جیل جانے کو ترجیح دوں گی۔ جس پر ایک ستائشی مظاہرہ ہوا اور عدالتی اہلکاروں نے حاضرین سے کمرہ خالی کرا لیا۔ مجھے جلد ہی ٹومبس پہنچا دیا گیا جہاں سے مجھے کوئنز کے کاؤنٹی جیل پہنچا دیا گیا۔

اگلے اتوار کو ہونے والے جلسے میں میں نہ شریک ہو سکی کیونکہ میرا جلسہ گاہ تو قید کی کوٹھڑی بن چکی تھی۔ مگر وہ اجتماع میری نظریاتی اسیری کے خلاف ایک احتجاج میں بدل گیا۔ مقررین میں سے ایک بنؔ تھا۔ اس نے یہ اعلان بھی کیا کہ مانع حمل اشیاء کی تفصیلات کے پرچے ادبی میز پر رکھے ہیں اور جو چاہے انہیں بلا کسی قیمت کے لے سکتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ چبوترے پر سے اتر پاتا آخری کاغذ کا پرزہ بھی لوگ اٹھا چکے تھے۔ بنؔ کو موقع ہی پر گرفتار کر لیا گیا اور مقدمہ چلانے کے لیے بند کر دیا گیا۔

بلیک ویل جزیرے کے طرح جہاں گزشتہ برسوں میں میرے مشاہدے میں آیا تھا کوئنز کاؤنٹی جیل میں بھی یہ بات مزید واضح ہوئی کہ ہر ادنیٰ درجے کا سماجی قانون شکن پیدائشی نہیں ہوتا بلکہ اسے بنا دیا جاتا ہے۔ اگر آپ کے اندر کسی نظریے کا ولولہ نہ ہو تو قیدی ان قوتوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا جو اسے کچل دینے کے لیے تیار کی گئی ہیں۔ میں ایسے نظریے سے مسلح تھی کہ یہ پندرہ دن میرے لیے چُہل کے دن بن گئے۔ میں باہر رہ کر مہینوں میں جتنا مطالعہ کر سکی تھی اس سے زیادہ یہاں کر لیا۔ امریکی ادب پر چھ لیکچروں کے لیے مواد تیار کر لیا اور اس کے باوجود ساتھی اسیروں سے میل جول کے لیے کافی وقت نکل آیا۔

نیویارک کے ارباب اختیار میری اور بنؔ کی گرفتاریوں کے نتائج سے تقریباً بالکل بے خبر تھے۔ کارنیگی ہال کے جلسے نے ضبط تولید کے مسئلے پر ملک بھر میں دلچسپی پیدا کر دی۔ مانع حمل اشیاء سے متعلق معلومات کے حصول کے حق کے لیے کئی شہروں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

احتجاج اور عوامی مطالبات کی خبریں آنے لگیں۔ سان فرانسسکو میں چالیس ممتاز خواتین نے ایک محضر نامے پر دستخط کیے جس میں یہ کہا گیا کہ وہ ایسا ہی اشتہار شائع کریں گی اور اس کے لیے جیل جانے کے لیے تیار ہیں۔ چند ایک نے تو عملی مظاہرہ بھی کر دیا اور گرفتار کر لی گئیں۔ لیکن ان کے خلاف جج نے مقدمات خارج کر دیئے اور یہ کہا کہ شہر میں کوئی ایسا قانون نافذ نہیں ہے جو ضبط تولید سے متعلق معلومات کی تشہیر کی ممانعت کرتا ہو۔

کارنیگی ہال کی اگلی میٹنگ میری رہائی پر مبارکباد دینے کے لیے منعقد ہوئی۔ اس موقع پر نیویارک کے ممتاز افراد کی موجودگی ایک نیک شگون تھا۔ لیکن حقیقی تنظیمی کام بنؔ اور اس کے 'عملے' نے کیے تھے۔ جیسا کہ وہ ہمارے سرگرم کارکن لڑکیوں اور لڑکوں کو کہا کرتا تھا۔ ضبط تولید اب محض نظریاتی مسئلہ نہ رہا تھا۔ اب یہ سماجی جدوجہد کا ایک اہم مرحلہ بن چکا تھا جس کے فروغ کا تعلق اب زبانی جمع خرچ کے بجائے عمل سے تھا۔ ہر مقرر نے اسی نکتے پر زور دیا۔ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی یہ روز پاسٹر سٹوک نکلی جس نے خواہشات کو عملی جامہ پہنا کے دکھایا۔ اس نے مشہور ہال کے چبوترے پر سے مانع حمل اشیاء کی معلومات کے اشتہارات تقسیم کر دیئے۔

کھنڈت ڈالنے والا واحد عنصر میکس ایسٹمینؔ تھا اس نے جلسے کے آغاز سے چند منٹ پہلے یہ اعلان کر دیا کہ میں اس شرط پر صدارت کروں گا اگر بنؔ کو بولنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ایسٹمینؔ کے سماجی نظریات اور اس کے ماضی کو دیکھتے ہوئے جس میں وہ آزادانہ اظہار خیال کا داعی رہا تھا اس کی اس دھمکی نے کمیٹی کے ہر رکن کو صدمے سے دوچار کر دیا۔ یہ امر کہ بنؔ اسی الزام میں ماخوذ تھا جس خاص موضوع پر بحث کرنے کے لیے یہ میٹنگ بلائی گئی تھی نے ایسٹمینؔ کے رویے کو اور بھی ناقابل فہم بنا دیا تھا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ وہ دستبردار ہو جائے لیکن اس کے دوستوں نے صدارت کرنے کی ترغیب دی۔ اس واقعے سے یہ ثابت ہوا کہ امریکہ کے چند مبینہ ریڈیکلوں نے آزادی کے مفہوم کو کس حد تک سمجھا ہے اور جب ان کے حقیقی اطلاق کا وقت آتا ہے تو وہ ان کو کتنی اہمیت دیتے ہیں۔ امریکہ میں سوشلزم کے ''تمدنی'' رہنما اور لبریٹر کے مدیر کی ذاتی ناپسندیدگی ''ارفع مقاصد'' کے سامنے حائل ہو گئی۔

بنؔ کا مقدمہ ایک اسپیشل سیشن میں ۸ مئی کو تین ججوں رسلؔ، موسؔ اور میکلونیؔ کے سامنے شروع ہوا۔ آخر الذکر وہ صاحب تھے جنہوں نے ولیم سانجر کو مہینہ بھر کے لیے جیل کی ہوا کھلائی تھی۔ بنؔ نے اپنے مقدمے کی خود پیروی کی اور ضبط تولید کی مدافعت میں زبردست استدلال کیا۔ وہ بلاشبہ مجرم پایا گیا اور اسے کارگاہ میں ساٹھ دن کی اسیری کی سزا سنا دی گئی۔ ایسا کیوں ہوا جیسا کہ جج موسؔ کا کہنا تھا کہ اس کا عمل سوچا سمجھا، پہلے سے طے شدہ اور پیش بندی والا تھا جس میں قانون کی خلاف ورزی مقصود تھی۔ بنؔ نے بخوشی تہمت قبول کر لی۔

اس کی سزایابی کے نتیجے میں یونین اسکوائر پر احتجاج کے لیے ایک زبردست جلسہ ہوا۔ ایک گشتی کار ہمارا پلیٹ فارم بنی اور ہم نے فیکٹریوں اور دکانوں سے اوقات کار کے بعد نکلنے والے محنت کشوں کے ابلتے ہوئے جم غفیر سے خطاب کیا۔ بولٹنؔ ہال نے صدارت کی، اڈا روہؔ اور جیسیؔ ایشلے نے ممنوع اشتہاری پرچے تقسیم کیے۔ جلسے کے اختتام پر وہ سب دھر لیے گئے مع چیئرمین صاحب کے۔

ضبط تولید کی مہم کی آپا دھاپی میں میں نے اہم مسائل کو فراموش نہ کیا۔ یورپ میں ذبح عظیم جاری تھا اور امریکہ کے جنگجو سرخ دھارے کی مہک کی وجہ سے خون کے پیاسے ہوتے جا رہے تھے۔ ہمارے لوگوں کی تعداد مختصر تھی اور وسائل محدود مگر ہم نے اپنی پوری توانائی اس پر مرکوز کر دی تا کہ جنگ کے امنڈتے ہوئے سیلاب پر بند باندھ دیا جائے۔

آئرلینڈ میں اٹھنے والی ایسٹر کی شورش کی آگ المناک طریقے سے آسمان کو چھونے لگی تھی۔ میں نے اس بغاوت کے متعلق کوئی خوش فہمی وابستہ نہ کی تھی، اگرچہ یہ نہایت سورمائی تھی مگر یہ اپنے مقاصد میں مکمل اقتصادی اور سیاسی حکمرانی سے یکسر نجات کی بصیرت سے محروم تھی۔ میری ہمدردیاں فطرتاً باغی عوام الناس کے طرف اور برطانوی سامراج کے خلاف تھیں جس نے آئرلینڈ کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صدیوں سے دبا رکھا ہے۔

آئرش ادب کے گہرے مطالعے سے گایلک لوگ مجھے محبوب ہو چکے تھے۔ جس طرح ایٹس، لیڈی گریگوری، مرّے اور رابنسن نے ان کا نقشہ کھینچا تھا اور سب سے بڑھ کر سنج نے اس وجہ سے میں ان سے محبت کرنے لگی تھی۔ انہوں نے آئرش کسانوں اور روسی موجک (کسانوں) کے مابین جو قابل ذکر یکسانی بیان کی تھی اسے میں بخوبی سمجھتی تھی۔ ان کی بے ریا سادگی اور تصنع سے محروم رویہ، عوامی موسیقی کی روح اور ان کے قدیم رویے جو قانون شکنی پر قائم تھے جو قانون شکنی میں فرد کو بدنصیب سمجھتے نہ کہ مجرم، دونوں آپس میں بھائی ہیں۔ آئرش شعرا مجھے روسیوں کی بہ نسبت کہیں زیادہ صاف گو لگے۔ ان کی زبان وہی ہوتی ہے جو ان کے عوام کی بولی تھی۔ میں سیلٹک (Celtic) ادب کی ممنون ہوں اور امریکہ کے آئرش دوستوں کی بھی احسان مند ہوں اور دنیا بھر میں جہاں بھی ستم رسیدہ لوگ ہیں وہ بھی کسی نہ کسی طرح میری باغی روش میں میرے ممدومعاون رہتے ہیں۔ مدرارتھ اور تمام عوامی اجتماعات میں ان لوگوں سے یکجہتی کا اظہار کرتی رہتی ہوں جو کہیں بھی بغاوت کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

برطانوی سامراج کا شکار ہونے والوں کی حالت زار مجھ پر پاڈرایک کولم کی ذات سے واضح ہوئی۔ وہ ان شہید رہنماؤں کا ہمراز تھا اور اس نے جب زبان کھولی تو اس میں ایسٹر ویک کے واقعات سے متعلق معلومات اور معاملہ فہمی بھی تھی۔ اس نے بڑے انس سے پاڈرایک اپچ پیرس کا ذکر کیا جو شاعر اور استاد تھا، جیمز کونّولو کا جو پرولتاری باغی تھا اور فرانسس شیہی اسکیفنگٹن جو انتہائی شریف النفس اور کھری روح تھی۔ کولم کے انداز بیان نے ان لوگوں کو دوبارہ زندہ کر دیا اور مجھے بے حد متاثر کیا۔ اس نے میری فرمائش پر واقعات کی ساری روداد مدرارتھ کے لیے لکھی جو ہمارے رسالے میں پاڈرایک اپچ پیرس کی روح کو گرمانے والی نظم ''دی پیس آف فریڈم'' کے ساتھ شائع ہوئی۔

برطانیہ عظمیٰ کے مقابلے میں ہمارا اپنا ملک رجعت پسندی سے ہونے والے دردزہ کے تشنج میں مبتلا تھا۔ جب میتھو اے اشمڈ کو تاعمر قید کی سزا دی جا چکی تو ڈیوڈ کپلان کا مقدمہ درپیش تھا۔ جسے دس برس قید کی سزا دی گئی اور اسے کیلیفورنیا ریاست کے سان کینٹن کے قید خانے میں رکھا گیا۔ میگن برادران کے گھروں پر چھاپہ مارا گیا جو میکسیکو کی آزادی کے معاملے میں پیش پیش تھے۔ یہ چھاپہ لاس اینجلس میں پڑا تھا یوں ریکارڈو اور اینریکو میگن گرفتار کر لیے گئے۔ شمالی مینیسوٹا میں خام لوہے کے تیس ہزار کانکن ایک ایسی جان لیوا کشمکش میں پڑے ہوئے تھے کہ کسی طرح زندہ رہنے کے لیے قابل قبول حالات پیدا ہو جائیں۔ کان کے مالکان حکومت سے مدد لے کر یہ چاہتے تھے کہ ہڑتال توڑ دی جائے اس لیے اس کے رہنما گرفتار کر لیے گئے۔ جس میں کارلو ٹریسکا، فرینک اپچ لٹل، جیورج اندرتیچن اور دیگر ایسے افراد جو خون پسینہ کرنے والوں کی حمایت کر رہے تھے۔ ملک بھر میں گرفتاریوں پر گرفتاری ہو رہی تھی جس میں پولیس انتہائی درندگی کا مظاہرہ کرتی جس کی ہمت افزائی کے لیے اور سرمایے کے مطالبے پر عدالتیں فرمانبردار بنی ہوئی تھیں۔

ان دنوں بن کوئنز کاؤنٹی جیل میں اپنی سزا کاٹ رہا تھا۔ اس کے خطوط میں ایسا سکوت ہوتا اس سے پہلے جس سے میں کبھی واقف نہ تھی۔ میں اپنے دورے پر روانہ ہونے والی تھی۔ یہاں میرے چند دوست تھے جو میری عدم موجودگی میں اس کا خیال رکھتے اور ہمارے منصوبے کے مطابق رہائی کے بعد اسے ہم سے کیلیفورنیا میں آملنا تھا۔ اب کوئی وجہ نہ تھی کہ اس کے متعلق کوئی تشویش ہوتی۔ اس نے مجھ سے خود بھی روانگی کی فرمائش کی تھی۔ اس کے باوجود مجھے اسے جیل میں چھوڑ کر جانے میں تامل تھا۔ اس نے آٹھ سال تک میری جدوجہد کے ہر دکھ اور خوشی میں شراکت داری کی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے میں سوچ میں پڑ گئی کہ بن کے بغیر دوبارہ دورہ کروں' بغیر اس زوردار کارگزاری کے۔ جن کی مدد سے میرے جلسوں کو کامیابی نصیب ہوتی تھی؟ میں اس دباؤ اور جدوجہد کو بن کی محبت اور اس کی قربت کی راحت کے بغیر کیسے برداشت کروں گی؟ اس خیال سے میرے اندر سرد لہر دوڑ گئی اس کے باوجود عظیم مقصد جو میری زندگی ہے اتنا اہم ہے کہ جسے ذاتی ضرورتوں کی بھینٹ نہیں چڑھایا جا سکتا۔ میں تنہا روانہ ہو گئی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۴۴

ڈین ور میں مجھے ایک انوکھا تجربہ ہوا جب ضبط تولید پر میرے لیکچر کی صدارت ایک جج نے کی۔ یہ بن بی لنڈز ےؔ تھا۔ وہ بڑے یقین سے محدود کنبے پر بولا اور میری کوششوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ میں اس جج اور اس کی دلکش بیوی سے کئی سال پہلے ملی تھی اور میں ان کے ساتھ ضرور وقت گزارتی تھی جب ڈین ور کا پھیرا لگاتی۔ دوستوں کی معرفت مجھے یہ پتہ چلا تھا کہ اس کے سیاسی دشمنوں کے ہاتھوں اس سے کتنا شرمناک سلوک کیا گیا تھا۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے اس کی عوامی اور نجی دیانتداری کے متعلق دشنام آمیز رپورٹیں پھیلائی تھیں بلکہ مسز لنڈز لے کو بھی انہوں نے اپنے حملوں کا نشانہ بنایا، گمنام طریقوں سے اسے دھمکایا اور دہشت زدہ کیا۔ لیکن میں نے جج لنڈز ےؔ میں کوئی تلخی نہ پائی۔ وہ اپنے دشمنوں کے لیے بھی فراخ دل تھا اور اپنے طے شدہ راستے پر چلنے پر مصر۔

جب میں شہر میں تھی تو مجھے ڈاکٹر اسٹینلے ہاؔل کا ''احتیاطی علاج'' کے موضوع پر لیکچر سننے کا موقع ملا۔ میں اس کے تحقیقی کام سے مانوس تھی اور میرے نزدیک وہ جنسی نفسیات کے میدان کا نقیب تھا۔ اس کی تحریروں میں موضوع کو ہمدردی کے ساتھ نمایاں کیا جاتا اور جس میں معاملہ فہمی بھی ہوتی۔ ڈاکٹر ہاؔل کو گرجا کے ایک منسٹر نے متعارف کرایا چونکہ وہ حالات کا قیدی تھا اس لیے آزادی اظہار کو استعمال نہ کر سکا۔ اس نے بڑے بھونڈے پن اور تسلسل سے کلیسا کی ضرورت کا ذکر کیا جو چاہتا ہے کہ جنسی تعلیم یوں دی جائے جس سے ''پاک دامنی، اخلاق اور مذہب کی حفاظت ہو'' اور اس نے ایسے فرسودہ تصورات کو دہرایا جن کا جنس سے اور نہ ہی نفسیات سے کوئی سروکار تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے صدمہ ہوا کہ وہ اتنا نحیف' خصوصاً فکری طور پر ہو چکا تھا۔ چونکہ ہم لوگ کلارک یونیورسٹی کی بیسویں سالگرہ کی تقریبات میں اور میرے کئی لیکچروں کے موقع پر مل چکے تھے۔ اس لیے مجھے امریکی عوام کی حالت زار پر رحم آیا جو ایسے طفلانہ مواد کو عالمانہ معلومات سمجھ کر قبول کر رہے تھے۔

لاس اینجلس میں میرے لیکچر کا انتظام ساشاؔ نے کیا تھا جو اس مقصد کے لیے خاص طور سے سان فرانسسکو سے آیا تھا جہاں سے وہ 'بلاسٹ' نکال رہا تھا۔ اس نے اس جانفشانی سے کام کیا تھا کہ میری میٹنگ ہر طریقے سے بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ اس کے باوجود مجھے بنؔ یاد آ رہا تھا۔ بنؔ اپنی تمام کمزوریوں کے ساتھ۔ اپنی غیر ذمہ داریوں اور ان عادتوں کے ساتھ جو اکثر ناگوار ہوتیں۔ مگر میری بر ہا لاس اینجلس کی فوری ضرورتوں کے سامنے ٹھنڈی پڑ گئیں۔

میرا لیکچر جو ''فوجی تیاری'' پر تھا اتفاق سے اسی دن ہوا جس دن تیاری کی پریڈ کا دن تھا۔ ہم شائید اس سے زیادہ مناسب دن نہ منتخب کر سکتے اگر ہمیں پہلے سے اس فوجی مظاہرے کی تاریخ کا علم ہو جاتا۔ سہ پہر میں لاس اینجلس کے لوگوں کو حب الوطنی کے نظارے سے ضیافت کی گئی جہاں انہیں اس بات کا اطمینان دلایا گیا کہ ''امن کے پجاری کو ایڑی سے چوٹی تک مسلح رہنا چاہئے۔'' جبکہ شام میں انہیں یہ سننا پڑا کہ ''جو مسلح رہتا ہے وہ امن کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔'' چند حب الوطن ہماری میٹنگ میں اس نیت سے آئے تھے کہ اس کو درہم برہم کر دیں گے۔ انہوں نے آخری وقت میں اپنا ارادہ بدل دیا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ہمارے سامعین ان کی جنگجویانہ وطن پرستی کو سننے کے روادار نہیں ہیں۔

ریکارڈو اور اینریکو فلورز ماگن برادران لاس اینجلس جیل میں رکھے گئے تھے اور مقامی کامریڈ انہیں ضمانت پر رہا کرانے میں ابھی تک کامیاب نہ ہو سکے تھے۔ اس سے پہلے ان دونوں افراد کو نہایت عاجلانہ طریقے سے جیل میں ٹھونس دیا گیا تھا اس کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سب ان کی میکسیکو کے عوام کی آزادی کے لیے دلیرانہ وکالت تھی۔ ان کے امریکہ میں دس سال کے قیام میں پانچ برس اسیری میں گزرے تھے۔ اب امریکہ میں میکسیکو کے اثر و نفوذ کے نتیجے میں انہیں تیسری مرتبہ جیل بھیجنے کی کوشش ہو رہی تھی۔ وہ لوگ جو ماگن کو جانتے اور محبت کرتے تھے وہ اتنے غریب تھے کہ ان کی ضمانت کرا کے رہا نہیں کرا سکتے تھے جبکہ وہ لوگ جن کے پاس وسائل تھے وہ انہیں خطرناک مجرم سمجھتے اور یہ سب کچھ اخبارات کی کارستانی تھی۔ مجھے علم ہوا کہ میرے چند امریکی دوست بھی ان اخبارات کی ہرزہ سرائی کا شکار ہو گئے تھے۔ ساشا اور میں نے یہ ٹھان لیا کہ مطلوبہ دس ہزار ڈالر کے بانڈ کا انتظام کیا جائے۔ چونکہ میکسیکو کی ہر چیز کی حکومت بالاعلان مذمت کر رہی تھی اس لیے یہ کام اور بھی دشوار ثابت ہوا۔ ہمیں اس کے لیے بھی دستاویزات جمع کرنا پڑیں جن سے یہ ثابت کیا جا سکے کہ ماگنون کا واحد جرم یہ ہے کہ وہ میکسیکو کی آزادی کے لیے بے لوث لگن سے کام کر رہے ہیں۔ بڑی کوششوں کے بعد ہم اس میں کامیاب ہوئے کہ انہیں بانڈ کے عوض رہا کرایا جائے۔ ریکارڈو اور اینریکو کے چہروں پر مسرت آمیز حیرانی تھی جنہیں یقین نہ آتا تھا کہ وہ ضمانت پر رہا ہو سکیں گے۔ ان کے لیے ہم نے جو کام کیا تھا اس کے لیے یہ سب سے بڑی داد و تحسین تھی۔

عدالت میں اس وقت ایک پُراثر منظر دکھائی دیا جب ماگن برادران سماعت کے لیے نمودار ہوئے۔ عدالتی کمرہ اہلِ میکسیکو سے پُر تھا۔ جب جج داخل ہوا تو ان میں سے ایک بھی نہ کھڑا ہوا لیکن جب ماگن کو لایا جا رہا تھا تو ہر شخص کھڑا ہو گیا اور ان کے سامنے رکوع میں چلا گیا۔ یہ ایک شاندار معنی خیز حرکت تھی جس سے وہاں پر یہ ثابت ہوا کہ ان سادہ لوح لوگوں کے دلوں میں ان بھائیوں کی کتنی وقعت ہے۔

سان فرانسسکو میں ساشا اور فٹزی نے تمام تیاریاں اس طرح کی تھیں جس سے اس شہر میں میرا مہینے بھر کا قیام خوشگوار اور سودمند ہو۔ میرے ابتدائی لیکچر انتہائی اطمینان بخش ہوئے اور ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا سلسلہ ایسا ہی بار آور ہو گا۔ اپنے اپارٹمنٹ میں، میں یہ توقع کر رہی تھی کہ جولائی میں بن آ کر قیام کرے گا۔ لیکن میں اپنے فارغ وقت کا زیادہ حصہ ساشا اور فٹزی کے ساتھ ان کی قیام گاہ پر گزارتی۔

سنیچر کا دن تھا اور جولائی کی ۲۲ ۱۹۱۶ء اور میں ان کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھا رہی تھی۔ یہ کیلیفورنیا کا طلائی دن تھا اور ہم تینوں نہایت خوشگوار موڈ میں تھے۔ ہم کھانے میں کافی دیر سے مشغول تھے ساشا ہماری تفریحِ طبع کے لیے دلفریب انداز میں فٹزی کے دلربائی کے قصے سنا رہا تھا۔ اس وقت فون کی گھنٹی بجی اور وہ اٹھ کر دفتر میں فون سننے چلا گیا۔ جب وہ پلٹا تو میں نے اس کے چہرے پر نہایت سنجیدگی پائی اور مجھے وجدانی طور پر پتہ چل گیا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔

''سہ پہر میں جہاں 'تیاری' کی پریڈ ہو رہی تھی وہاں بم پھٹا ہے'' اس نے بتایا ''وہاں لوگ مرے ہیں اور زخمی بھی ہوئے ہیں'' ''مجھے امید ہے وہ اس کے لیے انارکسٹوں کو ذمہ دار نہ ٹھہرائیں گے؟'' میں چیخی ''وہ ایسا کیونکر کر سکتے ہیں'' فٹزی نے ترکی بہ ترکی جواب دیا ''وہ ایسا کیوں نہ کریں گے'' ساشا نے جواب میں کہا ''وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔''

میرا ''تیاری'' پر ہونے والا لیکچر انتظامات کے مطابق ۲۰ کو ہونا تھا لیکن ہمیں معلوم ہوا کہ لبرل اور ترقی پسند محنت کشوں نے ایک ''خلاف تیاری'' بہت بڑا جلسہ اسی شام ترتیب دیا تھا۔ اس موقع پر کسی تصادم سے بچنے کی نیت سے ہم نے اپنی میٹنگ بڑھا کر ۲۲ کو طے کر لی۔ یہ خیال میرے ذہن میں کوندا کہ ہم نے نہ جانے کیوں اس دھماکے میں ملوث ہونے سے خود کو بچا لیا۔ اگر میرا جلسہ طے شدہ تاریخ پر ہوتا تو سانحے سے پہلے ہر وہ شخص جو میرے کام سے متعلق تھا بالیقین اس بم کے دھماکے کا ذمہ دار ٹھہرا دیا جاتا۔ فون کسی اخباری نمائندے کا تھا جو یہ جاننا چاہتا تھا کہ اس دھماکے کے متعلق ہم کیا کہنا چاہتے ہیں...... ایسے مواقع پر اخباری نمائندوں اور جاسوس کے سوالات کی یہی نوعیت ہوتی ہے۔

جب میں اپنے اپارٹمنٹ کی طرف جا رہی تھی تو میں نے اخباری چھوکرے کی آواز سنی کہ ضمیمہ شائع ہوا ہے۔ میں نے اخبار خریدا اور اس میں وہی پایا جس کی توقع تھی...... ''انارکسٹ بم'' کے متعلق نمایاں سرخیاں اور سب کچھ صفحہ اول پر تھا۔ اخبارات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مطالبہ کررہے تھے کہ ''خلاف تیاری'' ۲۰ جولائی کی میٹنگ کے تمام مقررین کو فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ ہرسٹ کا 'اکزامنر' بالخصوص خون کا پیاسا ہورہا تھا۔ حادثے کے بعد جوافراتفری پھیلی اس نے ان لوگوں کی کم ہمتی کا پردہ چاک کردیا جن میں نہ صرف اوسط درجے کے لوگ تھے بلکہ ریڈیکل اور لبرلز بھی شامل تھے۔ ۲۲ جولائی سے پہلے دو ہفتوں کے دوران میں وہ ہمارے ہال کو بھردیتے تھے اور میرے لیکچروں میں جوش وخروش میں اضافہ کرتے۔ لیکن اب خطرے کی پہلی علامت کو دیکھتے ہی وہ جائے عافیت تلاش کرنے لگے جیسے بھیڑوں کا ریوڑ اٹھتے ہوئے طوفان کو دیکھ کر کرتا ہے۔

دھماکے کے اگلے روز شام میں ہونے والی میٹنگ میں بہ مشکل پچاس آدمی موجود تھے۔ باقی تمام سامعین جاسوسوں پر مشتمل تھے۔ فضا نہایت کشیدہ تھی ہر شخص کسمسا رہا تھا بظاہر اس کی وجہ ایک اور بم کی دہشت تھی۔ میں نے اس سہ پہر کے سانحے کا گہرائی سے جائزہ لیا اور نظریاتی قیاس آرائیوں کے بدلے معقول ثبوت مانگے ورنہ تشدد ہمیشہ تشدد کو جنم دیتا ہے۔ ساحل کے محنت کش اس ''تیاری'' کی پریڈ کے مخالف تھے اور یونین کے ارکان سے کہا گیا تھا کہ وہ اس میں شریک نہ ہوں۔ یہ سان فرانسسکو کا ایک کھلا ہوا راز تھا کہ پولیس اور اخبارات کو چوکس کردیا گیا تھا کہ کوئی پرتشدد واقعہ ہوسکتا ہے اگر چیمبر آف کامرس نے اس پر اصرار جاری رکھا کہ اس مظاہرے میں فوجی قوت کی بھی نمائش کی جائے۔ اس کے باوجود ''حب الوطنوں'' نے پریڈ کے انعقاد کی اجازت دے دی۔ یوں انہوں نے شرکاء کو عمداً معرض خطر میں ڈال دیا۔ انسانی زندگی سے ان لوگوں کی ایسی لاتعلقی جنہوں نے اس تماشے کی اجازت دی تھی۔ کیا اس کا اشارہ نہ تھا کہ اگر امریکہ جنگ میں شامل ہوا تو زندگی کتنی ارزاں سمجھی جائے گی۔

دھماکے کے بعد دہشت کا ایک دور دورہ تھا۔ انقلابی کارکن اور انارکسٹ' ہمیشہ کی طرح اس کے پہلے شکار ہوئے۔ چار محنت کش اور ایک عورت کو فی الفور گرفتار کرلیا گیا۔ وہ تھے تھومس جے مونی اور اس کی بیوی، وارن۔ کے۔ بلنگز، ایڈورڈ ڈی نولان اور اسرائیل وین برگ۔

تھومس مونی ڈھلائی والوں کی یونین کا دیرینہ رکن تھا اور لوکل۔ ۱۶۴ کے نام سے کیلی فورنیا کے طول وعرض میں انتھک جانباز لڑاکے کے نام سے مشہور تھا جو محنت کشوں کے مقاصد کے لیے ہوتے۔ وہ کئی برس سے مختلف ہڑتالوں میں ایک موثر عنصر ثابت ہوا تھا۔ ضمیر فروش نہ ہونے کی وجہ سے مغربی ساحل کا ہر آجر اور محنت کشوں کا سیاستدان تہہ دل سے اس سے نفرت کرتا۔ یونائیٹڈ ریلویز نے چند سال پہلے کوشش کی تھی کہ مونی کو پس زنداں پہنچادے مگر کاشتکاروں کی جیوری نے بھی اسے پھانسنے کی واردات کی حمایت کرنے سے انکار کردیا تھا۔ حال ہی میں اس نے پھر سے ٹرام کے ڈرائیوروں اور کنڈکٹروں کو منظم کرنے کی کوشش کی تھیں۔ اس نے یہ بھی ایک ناکام کوشش کی تھی کہ پریڈ کے دن سے چند ہفتے پہلے ریلوے کے قلیوں کی ہڑتال کرادی جائے۔ یوں یونائیٹڈ ریلویز نے اسے نشانہ بنانے کے لیے تاک لیا تھا۔ انہوں نے ڈبوں کے دروازوں پر خبرنامے چسپاں کردیئے جس میں انہیں متنبہ کیا گیا تھا کہ وہ ''دھماکے باز مونی'' سے صاحب سلام نہ رکھیں ورنہ انہیں کھڑے کھڑے برطرف کردیا جائے گا۔

اس اشتہار کے چسپاں کیے جانے کی اگلی رات میں کمپنی کے چند بجلی کے کھمبوں کو اڑادیا گیا۔ وہ لوگ جنہیں علم تھا وہ ریلوے کے 'باسوں' کی اس کوشش پر مسکرادیئے جو خاص طور سے مونی کو ''پھانسنا'' چاہتے تھے تاکہ اسے ''بروقت'' دھماکے باز ثابت کردیا جائے۔

وارن۔ کے۔ بلنگز جو ایک زمانے میں بوٹ اور شو کے کارکنوں کی یونین کا صدر رہ چکا تھا وہ برسہا برس سے مزدوروں کی جدوجہد میں سرگرم رہتا آیا تھا۔ اور آجرین ایک مرتبہ پہلے بھی اس میں کامیاب ہوچکے تھے اور اسے برق رفتاری سے جیل میں ٹھونس دیا گیا۔ اسے سان فرانسسکو میں ہونے والی ہڑتال کے مسائل کے سلسلے میں جھوٹے مقدمے میں پھانس دیا گیا تھا۔

اڈیورڈ ڈی نولان ایک ایسا شخص تھا جس کی ساحل کے محنت کش حلقوں میں بڑی تکریم تھی اور اپنی واضح سماجی بصیرت، ذہانت اور توانائی کی وجہ سے بے حد سراہا جاتا۔ وہ ''تیاری کی پریڈ'' سے چند ہی دن پہلے بالٹی مور سے لوٹا تھا جہاں بطور مندوب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسے مکینکوں کے کنونشن میں بھیجا گیا تھا۔نولان جنگلے کے محافظوں کے دستے کا ان دنوں سردار تھا جب مکینکوں کی ہڑتال چل رہی تھی اور اس وجہ سے ایک عرصے سے آجرین کے سیاہ نامہ اعمال میں جگہ پا چکا تھا۔

اسرائیل وین برگ جٹنی بس آپریٹرز یونین کی مجلس عاملہ کے بورڈ کا رکن تھا۔جس نے یونائیٹڈ ریلویز کی آمدنی کو سنجیدہ خطرات سے دوچار کر کے اس کی دشمنی مول لے لی تھی۔ٹراموے کمپنی یہ چاہتی تھی کہ جٹنی کو اہم سڑکوں پر سے ہٹا دیا جائے اور جٹنی بس یونین کو رسوا کرنے کے لیے ان کے ایک رکن پر قتل کا الزام لگا دیا جائے،سان فرانسسکو کا ڈسٹرکٹ اٹارنی ایسا نایاب موقع کب ہاتھ سے جانے دیتا جسے ریلویز نے اس منصب پر پہنچنے میں مدد کی تھی تاکہ وہ اس کے ان اہلکاروں کو جو بدعنوانیوں میں ماخوذ تھے ان کے مقدمات جہاں تک ممکن ہو' تو ختم کرادے......اس نے منتخب ہوتے ہی یہ کام سرانجام دے دیا۔

مسز اینا مونی جو ٹوم مونی کی اہلیہ تھی موسیقی کی ایک معروف استانی تھی۔ایک مستعد اور کام سے کام رکھنے والی عورت۔اسے پولیس کی سرکشی سمجھیے کہ اسے بھی گرفتار کر لیا گیا تاکہ وہ ٹوم کی رہائی کے لیے کوئی دوڑ بھاگ نہ کر سکے۔

ان لوگوں کی ''تیاری پریڈ'' میں دھماکہ کرنے کے الزام میں گرفتاری ایک دیدہ دلیری کی کارروائی تھی تاکہ محنت کشوں کے ناقابل خرید نمائندوں کو گرفتار کر کے ایک کاری ضرب لگائی جائے۔ہمیں ملزمان کے لیے لبرل اور ریڈیکل عناصر کی جانب سے ایک متحدہ اقدام کی توقع تھی جس میں سیاسی اختلافات کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔اس کے بجائے ہمارا پالا ایک مکمل سکوت سے پڑا اور ان ہی لوگوں کی جانب سے جو مونی،نولان اور ان کے ساتھی اسیروں کے برسہا برس تک واقف اور شریک کار رہ چکے تھے۔

مکنمارا ان کا اقبال جرم اب تک اعصاب پر مسلط تھا اور بھوت کی طرح محنت کشوں کے سیاستدانوں کی صفوں میں ان کے سابق دوستوں کو سوتے اور چلتے پھرتے ستا رہا تھا۔اور اس ساحل پر محنت کشوں کی انجمنوں کا کوئی بھی ممتاز فرد ایسا نہ تھا جو اپنے گرفتار شدہ بھائیوں کے حق میں بولنے کی جرأت کرے۔اور ایک متنفس بھی ایسا نہ تھا جو ان کے مقدمے کی پیروی کے لیے ایک چھدام دینے کو تیار ہو۔'آرگنائزڈ لیبر' کے کسی شمارے میں ان کے حق میں ایک لفظ بھی نہ چھپا۔یہ تعمیراتی کاروبار کا ایک طاقتور بازو تھا اور جس کا اولاف ٹویٹمور مدیر تھا۔اور نہ ہی ایک حرف لیبر کلیرین میں چھپا جو سان فرانسسکو کی لیبر کونسل اور اسٹیٹ فیڈریشن آف لیبر کا سرکاری ہفت روزہ تھا۔یہاں تک کہ فری مونٹ اولڈر جس نے مکنمارا برادران کی زور وشور سے مدافعت کی تھی اور جو ہمیشہ ہر غیر مقبول مقصد کے لیے دلیری سے نقیب بنا ان دنوں چیمبر آف کامرس کے معصوم لوگوں کو پھانسی دلوانے کی بیّن سازش کے سامنے بالکل خاموش تھا۔

یہ نہایت جان لیوا صورتحال تھی۔صرف ساشا اور میں تھے جو اسیروں کے حق میں بولنے کی جرأت کر رہے تھے۔لیکن ہم تو انارکسٹ سمجھے جاتے تھے اور سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ مذکورہ ملزمان جن میں صرف اسرائیل ایک انارکسٹ تھا' قانونی مدافعت کے لیئے آیا ہمارا اپنی صفوں سے الحاق پسند کریں گے۔وہ یہ بھی محسوس کر سکتے ہیں کہ ہمارے نام کسی فائدے کے بجائے ان کے مقدمے کو بگاڑ سکتے ہیں۔میں خود بھی انہیں بہت تھوڑا سا جانتی تھی اور وارن کے بلنگز سے تو میں کبھی نہ ملی تھی۔لیکن ہمارے لیے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور سکوت کی سازش کا حصہ بن جائیں۔ہمیں ان کی دستگیری کے لیے آگے بڑھنا چاہیئے چاہے ہم انہیں الزامات کا مجرم ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں۔لیکن ساشا تمام ملزمان کو اچھی طرح جانتا تھا اور اسے ان کی معصومیت پر کامل یقین تھا۔اس کی دانست میں ان میں سے کوئی بھی یہ صلاحیت نہ رکھتا تھا کہ لوگوں کے ہجوم میں بم اچھال دے۔اس کا اطمینان دلا دینا میرے لیے کافی تھا کہ ان لوگوں کا ''تیاری پریڈ'' سے کسی طرح کا تعلق نہ تھا۔

۲۲ جولائی کے سانحے کے بعد والے دو ہفتوں میں دی بلاسٹ اور میری میٹنگ صرف یہی دو واقعات تھے جن میں مقامی اہل اقتدار کی برپا کی ہوئی دہشت گردی کے خلاف احتجاج کا اظہار ہوا تھا جو چیمبر آف کامرس کے اشارے پر ہو رہی تھی۔ساشا نے رابرٹ مائنز کو لاس اینجلس سے طلب کر لیا تاکہ معصوم ملزمان کی قانونی مدافعت کے لیے تیاری میں مدد کرے۔

بن جو نیویارک میں اپنی قید کی میعاد پوری کرنے کے بعد آ چکا تھا اس بات کا سخت مخالف تھا کہ میں اپنی تقاریر کے سلسلے کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مکمل کرنے کے لیے سان فرانسسکو میں ٹھہروں۔ میری میٹنگیں پولیس کے کڑے پہرے میں منعقد ہوتیں۔ ہال میں جاسوسوں کی بھیڑ رہتی جن کی موجودگی سے سامعین نہ آتے۔ ناکامی اس کے برداشت سے باہر تھی ہال میں جہاں ہزار لوگ موجود ہوتے ہوں وہاں محض مٹھی بھر لوگوں کی موجودگی اسے بہت گراں گزرتی۔ لگتا تھا جیسے کوئی خیال اس کے اعصاب پر سوار تھا۔ وہ ان دنوں معمول سے زیادہ بے چین لگتا تھا اور مجھ سے منت سماجت کرتا کہ میں تقاریر کو چھوڑ دوں اور شہر سے روانہ ہو جاؤں۔ مگر میں اپنے طے شدہ پروگرام سے انحراف نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے رکی رہی۔ میں اپنی میٹنگوں میں سوڈالر اور ان محنت کش لوگوں کے لیے قانونی لڑائی کے لیے ایک معقول رقم بطور قرض حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ لیکن سان فرانسسکو اس قدر دہشت زدہ تھا کہ کوئی بھی اچھی شہرت کا وکیل ان قیدیوں کا مقدمہ قبول کرنے پر آمادہ نہ تھا جنہیں تمام مقامی اخبارات پہلے ہی سزا کے مستحق قرار دے چکے تھے۔

اس کے لیے ہمیں سخت جدوجہد کرنا پڑی جب کئی ہفتوں کے بعد لوگوں میں دلچسپی کے آثار سے پیدا ہونے لگے۔ ریڈیکلز میں بھی بڑی مشکل سے۔ اب ساشا، باب مائیز اور فٹزی ان کارروائیوں کے ذمہ دار تھے۔ میں اپنا دورہ پورا کرنے کے لیے آزاد تھی اگرچہ مجھے ان کے انجام کی فکر بھی دامن گیر رہتی۔ دی بلاسٹ کی غیر مشروط حمایت جو وہ مونی اور اس کے کامریڈوں کی کر رہا تھا اس سے ساشا اور اس کے ساتھیوں، جن میں فٹزی اور ہمارا اچھا سا "سویڈ" کارل ہے پہلے ہی پولیس کی چھان بین کی زد میں آچکے تھے۔ دھماکے کے چند دنوں کے اندر جاسوس طاقت کے بل پر دی بلاسٹ کے دفتر میں گھس آئے اور گھنٹوں لوٹ مار کرتے رہے اور جو چیز بھی ان کے ہاتھ لگی وہ اپنے ساتھ لے گئے جس میں مدرارتھ کے کیلیفورنیا کے خریداروں کی فہرست بھی تھی۔

وہ ساشا اور فٹزی کو اپنے صدر دفتر لے گئے۔ ان سے ان کی سرگرمیوں پر سختی سے جرح کی اور انہیں گرفتار کر لینے کی دھمکی دی۔

ارفع اور ادنیٰ اکثر ایک دوسرے میں گڈمڈ رہتے ہیں۔ جب سان فرانسسکو سے متعلق ہماری پریشانیاں زوروں پر تھیں اور میں بن کے ہمراہ پورٹلینڈ جا رہی تھی تو اس پر اس بات کا معیادی دورہ پڑ گیا کہ "اسے اپنی روح کی نرسنگ کرنا چاہیئے، افکار کو یکجا کرنا چاہیئے اور خود آگاہی پیدا کرنا چاہیئے۔" وہ پھر سے فریاد کرنے لگا کہ وہ ہمیشہ "دفتر کے لیے محض ہرکارہ لڑکا" بن کر نہیں رہ سکتا۔ جو صرف سامان ڈھوتا رہے اور مطبوعات فروخت کرتا رہے اس کے اور بھی خواب ہیں۔ وہ لکھنا بھی چاہتا ہے۔ وہ تو ابتدا ہی سے مصنف بننا چاہتا تھا مگر میں نے اسے کبھی اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ اس کے بقول ساشا میرے لیے دیوتا کا درجہ رکھتا ہے اور ساشا کی زندگی اور کام میرے لیے گویا مذہب تھا۔ اس کے بقول ہر دشواری جو اس کے اور ساشا کے درمیان میں پیدا ہوئی اس میں ہمیشہ میں نے آخر الذکر کا ساتھ دیا تھا۔ بن کو میں نے کبھی بھی اس کی منشا کے مطابق کوئی کام کرنے کا موقع نہ دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کی ایک بچہ پیدا کرنے کی خواہش کو بھی پورا نہ کیا تھا۔ وہ اس پر اڑا ہوا تھا اور اس بات کو فراموش نہیں کر سکا جو میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اپنی ضرورت کے فیصلے کرتی ہوں اور مجھے یہ ناپسند ہے کہ میرا بچہ تحریک کے کام میں رکاوٹ بنے۔ میرا رویہ اس پر ہمیشہ ایک یاسیت کی چادر کی طرح رہا اور اس نے اسے اتنا خوفزدہ کر رکھا کہ وہ میرے سامنے یہ اعتراف بھی نہ کر سکا کہ وہ کسی اور لڑکی کے ساتھ رہتا ہے۔ بچے کی تمنا نے اسے ہمیشہ مغلوب کر رکھا اور جب سے میں اس لڑکی سے ملا ہوں اس خواہش نے مجھے اور بے بس کر دیا ہے۔ کوئنز کاؤنٹی کی جیل میں اسیری کے دوران میں اس نے عزم کر لیا ہے کہ وہ اپنی اس عظیم آرزو کی تکمیل کی راہ میں کسی شے کو حائل نہ ہونے دے گا۔

"لیکن تمہارے تو بچہ ہے۔" میں نے کہا "تمہاری ننھی سی ہیلن" کیا تم نے کبھی اسے والدین والی شفقت دکھائی ہے اور تھوڑی سی بھی الفت، یوم ویلنٹائن کو چھوڑ کر، جب اس کو بھیجنے کے لیے میں کارڈ کا انتخاب کرتی ہوں۔"

وہ محض ایک کھلنڈرا نوجوان تھا جب وہ پیدا ہوئی تھی۔ اس نے جواب میں کہا۔ اور یہ سارا معاملہ بس ایک حادثہ تھا۔ اب وہ اڑتیس سال کا ہے اور "پدریت کے جذبے سے لبریز۔"

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ دلائل کا کوئی فائدہ نہ تھا۔اس اعتراف کے برعکس جو اس نے ہماری محبت کے پہلے سال کیا تھا اور جس میں مجھے یوں لگا تھا جیسے کھلے آسمان سے مجھ پر بجلی گری ہو۔اس نئے انکشاف سے مجھے جھٹکا لگا اور نہ ہی زخمی کیا۔ پہلے والے نے تو ایک گہرا گھاؤ لگایا تھا جو آج تک نہ بھرا تھا اور مجھے شک کے سائے سے کبھی آزادی نہ مل سکی۔ مجھے اس کے فریبوں کا ہمیشہ اندازہ ہو جاتا تھا اور اتنا ٹھیک ٹھیک کہ وہ مجھے شرلاک ہومز کہنے لگا ''جس کی نظروں سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔''

واقعات کی ستم ظریفی کا ایک اور خصوصی انداز دیکھئے۔ نیویارک میں بنؔ نے ''اتوار اسکول کی کلاس'' کا آغاز کیا جس نے میرے کامریڈوں کی جانب سے تمسخر کا جواز پیدا کر دیا۔ ''ایک اتوار اسکول وہ بھی انارکسٹ کے دفتر میں!'' وہ ہنستے ''مسیح اور وہ بھی لادین کے حجرے میں'' میں نے بنؔ کا ساتھ دیا۔اظہار کی آزادی میں حضرت عیسیٰ سے تعلق رکھنے کا حق بھی شامل ہے، میں نے کہا۔ مجھے علم تھا کہ بنؔ ایسا عیسائی نہ تھا جیسے لاکھوں دوسرے ہوتے ہیں اور جو نصران کے ماننے والے ہوتے ہیں۔ یہ بلکہ ''آدمی کے بیٹے'' کی شخصیت تھی جو بنؔ کے لیے کشش رکھتی تھی اور یہ سب کچھ اس کی نوعمری سے اس سے لگا ہوا تھا۔اس کی مذہبی جذباتیت کسی صاحب فہم شخص کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی، مجھے اس کا یقین تھا۔اس کے ''اتوار اسکول'' کے زیادہ تر شاگرد لڑکیاں تھیں جو خدا سے کہیں زیادہ اپنے استاد پر فریفتہ تھیں۔ میں نے محسوس کیا کہ بنؔ کا مذہبی احساس انارکزم پر اعتقاد سے کہیں زیادہ طاقتور ہے اور مجھے یہ حق نہ تھا کہ میں اسے اس کے اظہار سے محروم کر دوں۔

پرلے درجے کے تضادات کی دنیا میں رویئے میں ہمواری رکھنا سہل نہیں ہوتا لیکن جہاں تک بنؔ کا تعلق ہے ہمواری کے علاوہ اس میں تمام دوسری باتیں موجود تھیں۔اس کے ہر قسم کی عورتوں سے معاشقوں نے مجھے کئی جذباتی طوفانوں سے ہمکنار کیا لیکن میں نے ہمیشہ اپنے نظریات سے ہم آہنگی رکھی۔ تاہم وقت دکھوں کا بہت بڑا مرہم ہے۔اب میں بنؔ کی شہوانی مہموں کو اہمیت نہ دیتی اور اس کے نئے اعترافات نے بھی مجھ پر کوئی کاری زخم نہ لگایا۔لیکن اس المیہ مزاح کا نقطہ معراج وہ تھا جب مدر ارتھ کے دفتر میں قائم بنؔ کے اتوار اسکول کے سلسلے میں میرے موقف کا ایک ایسا نتیجہ نکلا تھا جو اس کا ایک شاگرد لڑکی سے معاشقہ تھا۔تب مجھے اپنی وہ تشویش یاد آ گئی کہ میں کس طرح بنؔ کو جیل میں چھوڑ کر دورے پر اکیلی چلی جاؤں اور آج اس پر بوالہوسی کا دورہ پڑا ہوا تھا! یہ سب کچھ کتنا لغو اور مضحکہ خیز تھا...... میری خستگی ناقابل بیان تھی اور اس خواہش نے مجھے دبوچ رکھا تھا کہ میں کہیں دور بھاگ جاؤں اور ذاتی زندگی کی نامرادیوں کو فراموش کر دوں اور اس ظالم خواہش کو بھی کھرچ کر پھینک دوں کہ مجھے اپنے نظریئے کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔

میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں مہینہ بھر کے لیے پراونس ٹاؤن چلی جاؤں اور اسٹیلاؔ اور اس کی بے بی سے مل آؤں۔ان کی رفاقت میں مجھے آرام ملے گا اور شائید چین بھی یعنی چین۔

اسٹیلاؔ اور ایک ماں، وقت کس برق رفتاری سے گزر رہا ہے۔کل ہی وہ خود ہی ایک بچہ تھی جو میرے روچسٹر کے تاریک ایام میں روشنی کی ایک کرن تھی۔جن دنوں اس کے ہاں ولادت ہونے والی تھی میری آرزو تھی کہ اس عظیم لمحے پر میں اس کے پہلو میں رہوں۔اس کے بجائے میں فلیڈیلفیا میں لیکچر دے رہی تھی اور میرا دل اس تشویش سے دھک دھک کر رہا تھا کیونکہ میری اسٹیلاؔ نئی زندگی کو عالم وجود میں لانے کی جانکنی سے گزر رہی ہوگی۔وقت نے بڑی چھلانگیں لگائیں اور آج میں اسٹیلا کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جو نوجوان اور نئے مادری جذبے سے دمک رہا تھا۔اور اس کی ننھی جو شباہت میں اس کی ہو بہو تصویر تھی جب میری بھانجی اس عمر میں ایسی ہی لگتی تھی۔

پراونس ٹاؤن کی دلفریبی، اسٹیلاؔ کی خدمت اور ننھی کی شگفتگی نے میرے قیام کو اتنا پر مسرت بنا دیا جس کا مجھے کئی برس سے تجربہ نہیں ہوا تھا۔وہاں ٹیڈیؔ بالنٹائن بھی موجود تھا جو اسٹیلا کا شوہر ہے عمدہ نیت کا آدمی۔ پر جوش اور دلچسپ اس کے علاوہ وہاں ایسی خلاف معمول خوبیوں کے حامل افراد کا یکے بعد دیگرے ملاقات کو آنا جن میں سوسن گلاسپلؔ، جیورج کرامؔ کک اور میرے قدیم دوست ہچ ہیپؔ گڈ اور نیتھؔ بوالیس، آخر الذکر تو نہایت فطین شخصیت تھا۔وہاں جان ریڈؔ اور مہم جو لوئیس برائینٹؔ بھی تھی جو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پورٹلینڈ میں دوسال پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ رکھ رکھاؤ والی۔حسین میری پائن بھی موجود تھی جس کا خاتمہ تپ دق سے ہونے والا تھا اس کی شفاف جلد اور آنکھوں کی چمک میں گھنے تانبے جیسے بالوں نے اضافہ کر دیا تھا۔اکھڑ ہیری کمپ بھی تھا، مسخرے پن کی حد تک بے تکا اور بے ڈھب جو میری کے ساتھ پہلوئے حور میں لنگور لگتا۔پراونس ٹاؤن کے یہ لوگ متنوع ذہنوں اور دلوں کے مالک تھے اور ان کی رفاقت نشاط انگیز ہوتی تھی لیکن ان میں سے کسی نے بھی مجھ پر سکون پرور اثر نہ چھوڑا جتنا کہ میکس کا تھا۔جو مدعو کرنے پر میرے ساتھ چند ہفتے گزارنے آیا تھا۔اس میں سر مو بھی فرق نہ آیا تھا۔اس کی ارفع روح اور عرفان کا آمیزہ ماہ وسال کے ساتھ اور توانا ہو چکا تھا۔رحم دل اور صاحب فراست اس کے پاس رنج وحرماں کو دفع کرنے کے لیے کبھی بھی مناسب کلمات کی کمی نہ ہوتی۔اس کے ساتھ ایک گھنٹہ بسر کرنا گویا موسم بہار کے ایک دن کے برابر ہوتا۔مجھے تو اس کے ساتھ رہنے میں تسکین اور چین میسر آتا۔اسٹیلا کے چھوٹے سے کنبے کے ماحول میں میں نے اس کے ساتھ جو مہینہ بسر کیا وہ مجھے اتنا توانا بنا رہا تھا جس سے میں فتح عالم کے لیے نکل سکتی تھی۔

افسوس صد افسوس نہ کوئی فارغ مہینہ تھا اور نہ ہی کوئی تسخیر عالم! آزادی کی ابدی جدوجہد صدا دے رہی تھی۔ساشا کے تار اور خطوط پکار پکار کر مدد مانگ رہے تھے تا کہ سان فرانسسکو کی ان پانچ جانوں کو بچانے کے لیے مدد کی جائے۔کیا میں آرام کے متعلق سوچ سکتی تھی۔اس کے مطالبے میں برہمی تھی جبکہ ٹوم مونی اور اس کے کامریڈوں کو موت کا سامنا تھا؟ کیا میں سان فرانسسکو کو فراموش کر چکی ہوں اور وہاں کی جیل میں اسیروں کے خلاف دہشت زدہ کرنے والے تعصب، محنت کشوں کے رہنماؤں کی بزدلی، قیدیوں کی قانونی مدافعت کے لیے رقم کی نایابی اور ان کے لیے عمدہ وکیل کی تلاش کا ناممکن لگنا؟ ڈوبنے والے انسان کی آخری چیخ جیسے حالات کا اس کے خطوط میں ظاہر ہونا جو ساشا کی فطرت کے خلاف ہے اور اس نے مجھ سے التجا کی تھی کہ میں نیویارک لوٹ آؤں تا کہ قانونی پیشے کے کسی ممتاز رکن کو ان کے مقدمے کی پیروی کے لیے حاصل کیا جائے۔اگر اس میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے تو مجھے کنساس سٹی روانہ ہو جانا چاہئے تا کہ فرینک پی والش کو یہ مقدمہ ہاتھ میں لینے پر آمادہ کیا جائے۔

میرا چین غارت ہو چکا تھا۔رجعتی قوتیں میری آزادی کے طلائی قلعے میں در کر آئی تھیں اور وہ آرام جو مجھے از حد درکار تھا اس پر ڈاکہ پڑ چکا تھا۔مجھے تو ساشا کی حیران کن بے صبری ناگوار گزری لیکن ایک حد تک میں خود کو بھی مجرم محسوس کر رہی تھی۔ مجھے یہ احساس سخت اذیت دے رہا تھا کہ رائج سماجی نظام کے شکار لوگوں پر سے میرا اعتبار کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے جس کے لیے میں ستائیس برس لڑ چکی ہوں۔آنے والے دن ایسے تھے جنہیں دل و دماغ میں رسہ کشی اور جان لیوا تذبذب کے ایام کہا جا سکتا ہے۔ایسے ہی دنوں میں ساشا کا تار ملا جس میں بتایا گیا تھا کہ بلنگ کو مجرم ٹھہرایا جا چکا ہے اور قید تا حیات کی سزا دے دی گئی ہے۔اب مجھے جلدی کس بات کی تھی میں نے نیویارک روانگی کی تیاری شروع کر دی۔

جو میرے پراونس ٹاؤن میں قیام کا آخری دن تھا میں میکس کے ہمراہ ریت کے ٹیلوں کے درمیان چہل قدمی کے لیے گئی۔ لہریں تھمی ہوئی تھیں۔سورج سونے کے اک طباق کی طرح معلق تھا۔سمندر کے نیلے شفاف پانی میں دور دور تک ہلکورے نظر نہ آتے تھے۔یوں لگ رہا تھا جیسے ریت کی چادر دور تک پھیلی ہے جو پانی کے بلوریں تہہ میں اتر چکی ہو۔فطرت سکھ کا سانس لے رہی تھی اور حیران کن چین پھیلا ہوا تھا۔میرا ذہن بھی پرسکون تھا اور یہ چین فیصلہ کر لینے کا نتیجہ تھا۔میکس دل لگی پر مائل تھا اور مجھ پر بھی وہی سرور چھا گیا۔ہم نے آہستہ آہستہ سمندر کی جانب بڑھنے کے لیے ایک عریض میدان میں سے گزر کر اپنا راستہ نکالا۔ہم دنیا کی مکروہات کو فراموش کر چکے تھے اور اطراف میں طلسمی نظر بندی کے سحر میں گم ہو گئے۔مچھیرے جو دن بھر کی مال غنیمت کی کمائی سے لدے پھندے لوٹ رہے تھے انہوں نے ڈوبتے دن کی یاد دہانی کرائی اور ہم دبے قدموں سے واپسی کے لیے روانہ ہو گئے اور ہمارے مسرور گانے فضا میں تانیں پھیلا رہے تھے۔

ہم ساحل سے بہ مشکل آدھا راستہ طے کر پائے ہوں گے کہ ہم نے کہیں سے پانی کی غرغراہٹ کی آواز سنی۔ناگاہ اندیشوں نے ہماری گنگناہٹ کو سکوت میں بدل ڈالا۔ہم دیکھنے کے لیے مڑے اچانک میکس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم خشکی کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرف بھاگنے لگے۔لہرابل رہی تھی اور تیزی سے پھیل رہی تھی۔وہ ایک کھاڑی سے نکل کر بہتی ہوئی سمندر میں شامل ہوجاتی۔وہ بالکل ہمارے عقب میں آچکی تھی۔لہریں تیزی سے ریت پر پھیل رہی تھیں، رفتار اور جثّہ میں بھی برق رفتاری سے اضافہ ہورہا تھا۔اس میں پھنس جانے کی دہشت نے ہمیں دوڑایا۔ ہر لمحے ہمارے پاؤں نرم ریت میں دھنسنے لگتے مگر ہماری پشت پر بڑھتے خطرے نے ہماری جینے کی جبلت کو کھدیڑے رکھا۔

دہشت کے مارے ہم ایک پہاڑی کے نیچے پہنچ گئے ایک اور آخری کوشش کر کے ہم لشتم پشتم پہاڑی پر چڑھ گئے اور سر سبز سطح پر ڈھیر ہو گئے۔ بالآخر ہم محفوظ تھے۔

نیویارک کے راستے میں ہم کونکورڈ میں ٹھہرے۔میں ہمیشہ سے امریکی تہذیب کے ماضی کے عہد کو دیکھنا چاہتی تھی۔عجائب گھر، تاریخی مکانات اور قبرستان بس یہی زریں دنوں کے شواہد بچے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے مبہم سا اشارہ کیا کہ یہ انوکھا قدیم قصبہ ایک زمانے میں شاعری ادب اور فلسفے کا گہوارہ تھا۔وہاں کوئی ایسی علامت موجود نہ تھی کہ وہاں ایسے مرد وزن رہ چکے ہیں جن کے لیے آزادی ایک متحرک نظریہ تھا۔موجودہ صورت مردوں کے بجائے بھوتوں کا مسکن لگتی تھی۔

ہم فرینک لَی سان بورن سے ملے جو ہنری ڈیَ تھورو کا سوانح نگار تھا اور کونکورڈ کے عظیم حلقے کا آخری شخص۔ یہ سان بورنَ ہی تھا جس نے نصف صدی پہلے جونَ براؤن کو تھورَو، ایمرسَن اور ایلکوٹَ سے متعارف کرایا تھا۔اس نے دانش کی مخصوص اشرافیہ میں سادہ اور کریمانہ اطوار پائے۔نمایاں پر افتخار لہجے میں اس نے ان دنوں کا ذکر کیا جب اپنی بہن کی رفاقت میں بندوق کی نالی کی نوک پر اس نے کس طرح ٹیکس جمع کرنے والے عملے کو اپنے باڑے سے بھگا دیا تھا۔اس نے تھورَو کا نہایت احترام سے ذکر کیا جو انسانوں اور حیوانوں کا چاہنے والا تھا اور فرد کے حقوق پر ریاستی دراندازی کے خلاف وہ کیسا باغی تھا۔اس نے جون براؤنَ کی بھی اس وقت حمایت کی جب اس کے دوستوں نے دستگیری سے انکار کر دیا تھا۔ بڑی تفصیل سے سان بورنَ نے ہمیں اس جلسے کی تفصیلات بتائیں جو تھورَو نے سیاہ فاموں کے حقوق کے چیمپئن کی یاد میں منعقد کی تھی جبکہ کونکورڈ کے زعما کی پوری ٹولی اس کی مخالفت پر متفق تھی۔

سان بورن نے تھورَو کا جو نقشہ کھینچا اس سے میرے اندازے کو تقویت ملی کہ ریاست ہائے متحدہ میں انارکزم کا وہی پیشرو تھا۔میری حیرانی کی اس وقت انتہا نہ رہی جب تھورَو کے سوانح نگار کو میرے اس تبصرے پر اسے بدنام کرنے کا احساس پیدا ہوا اور کہنے لگا ”نہیں، بلاشبہ!“ وہ چلایا ”انارکزم کے معنی تو تشدد اور انقلاب کے ہیں۔اس کے معنی زولگوز ہے جبکہ تھورَو ایک انتہا درجے کا اہنسا کا حامی تھا۔“ ہم نے کئی گھنٹے اس بات پر صرف کیے تاکہ اس معاصر کو امریکی نظریات کے انتہائی انارکسٹک عہد کے متعلق آگاہ کریں اور انارکزم کے مفہوم کو سمجھائیں۔

پراونس ٹاؤن سے میں فرینک لی والشَ کو فرانسسکو کے معاملے کے متعلق لکھ چکی تھی اور اسے بتا چکی تھی کہ میں کینساس سٹی جا کر اس معاملے پر مزید تبادلہ خیال کر سکتی ہوں اگر وہ موُنی کی صفائی کے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینے پر تیار ہو۔اس کا جواب نیویارک میں میرا منتظر تھا۔اسے میری تجویز قبول نہ تھی۔ والشَ نے لکھا وہ اپنے ہی شہر میں ایک اہم مجرمانہ مقدمے میں الجھا ہوا ہے اور اس نے یہ ذمہ داری بھی لے رکھی ہے کہ وہ مشرق میں لبرل عناصر کی صف بندی کرے گا جو وڈرو ولسَن کی مہم کا حصہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسے سان فرانسسکو میں محنت کشوں کے مقدمات سے دلچسپی تھی۔ اس نے مزید لکھا کہ وہ جلد ہی نیویارک میں موجود ہوگا اور اس مسئلے پر مجھ سے مزید گفتگو کرے گا۔شائید وہ اس سلسلے میں کوئی مفید مشورہ دے سکے۔

کنساس سٹی میں جن لوگوں سے میں ملی تھی ان میں سب سے زیادہ زبردست فرینک پی والشَ تھا اس نے اپنی ریڈیکلزم کی کبھی تشہیر نہ کی تھی لیکن کسی بھی غیر مقبول مقدمے کے لیے اس پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا۔مزاجاً وہ ایک جنگجو تھا اور اس کی ہمدردیاں ہمیشہ گرفتار بلا کے ساتھ ہوتیں۔محنت کشوں کی جدوجہد میں اس کی دلچسپی سے میں آگاہ تھی اس لیے اس کے خط سے مجھے بہت مایوسی ہوئی۔اس کے علاوہ یہ مخمصے میں بھی ڈالنے والا تھا۔اگر وہ ولسَن کی مہم کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے نیویارک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آ سکتا ہے تو وہ اپنے شہر میں اتنا مصروف کیونکر ہو سکتا ہے۔ یا اس کے نزدیک دوسرے ساحل پر پانچ زندگیوں کو لاحق خطرات کے مقابلے میں انتخابی مہم زیادہ اہم تھی۔ میں تو سوچ میں پڑ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ سان فرانسسکو میں درپیش مسائل سے اچھی طرح واقف نہ تھا اور میں نے پوری صورتحال اس کے سامنے بیان کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ شائید اس طرح وہ اپنا ارادہ بدل دے۔

نیو یارک کے دفتر میں ولسن مہم کی صدارت فرینک پی والش، جیورج ویسٹ اور دیگر دانشور کر رہے تھے۔ میں نے مونی کے مقدمے کے سلسلے میں والش سے طویل گفتگو کی۔ وہ کافی متاثر لگا اور اس نے مجھے اطمینان دلایا کہ ان اسیروں کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا۔ اس نے کہا کہ یہ معاملہ گھمبیر ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ سنگین معاملہ ملک کو درپیش ہے۔ یعنی جنگ، جنگجو عناصر بہت بے تاب ہیں کہ کسی طرح ولسن کو صدارت سے علیحدہ کر دیا جائے تا کہ وہ اپنی پسند کے آدمی کو صدر بنا دیں۔ اب یہ تمام لبرل اور امن سے محبت کرنے والے لوگوں پر منحصر ہے کہ وہ وڈ رو ولسن کو دوبارہ منتخب کریں اور والش اس پر مصر تھا۔ اس کے نزدیک انارکسٹوں کو بھی ایسے نازک وقت پر فی الحال سیاست میں شرکت کے متعلق اپنے اعتراضات کو پس پشت ڈال کر ولسن کو وہائٹ ہاؤس میں مقیم رکھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ ''اس نے ابھی تک ہم کو جنگ سے دور رکھا ہے۔'' اب یہ مجھ پر لازم آتا ہے، اور اس پر والش مصر بھی تھا کہ میں ایسے وقت نہ چوک جاؤں اور ظاہر کروں جیسے میری جنگ کے خلاف تمام مساعی محض کھوکھلی باتیں ہیں۔ میں موثر طریقے سے ان الزامات کو بے بنیاد بنا سکتی ہوں کہ میں تشدد اور مسماری کی مبلغ ہوں اور ثابت کر سکتی ہوں کہ میں بلاشبہ سچے امن کی نقیب ہوں۔

مجھے اس میں ذرا سی بھی حیرانی نہ ہوئی جب میں نے والش کو سیاست کا ایسا محافظ پایا۔ جیسا کہ میکسیکو کے انقلاب کے متعلق اس کا سوچا سمجھا موقف تھا۔ ایک مرتبہ میں کنساس سٹی اس جدوجہد میں اسے شرکت پر آمادہ کرنے گئی تھی اور اس نے بے تابی سے شرکت پر آمادگی ظاہر کی تھی اور اس نے اپنا یہ عقیدہ بھی ظاہر کیا تھا ''عمل کی آواز خالی خولی لفظوں سے زیادہ گونجتی ہے۔'' آج معاملہ اس کے سابقہ تصورات کے بالکل برعکس تھا کہ وڈ رو ولسن کو اگر مزید سیاسی قوت مل جائے تو ''وہ دنیا کو محفوظ بنا دے گا۔''

میں والش سے ایک بے صبری کے احساس سے رخصت ہوئی کہ اس ریڈیکل ذہن کے مالک شخص میں کتنی خوش اعتقادی پائی جاتی ہے اور اس کے دیگر رفقاء کار میں جو ولسن مہم میں شریک ہیں۔ یہ امریکی لبرلز میں سیاسی نابینا پن اور سماجی ناسمجھی کا میرے لیے ایک اور ثبوت تھا۔

میں نیو یارک میں قانونی پیشے کے کسی ایک شخص کو بھی نہ جانتی تھی جس سے مونی کے مقدمے میں رابطہ کرتی۔ اس لیے مجھے ساشا کو اس معاملے میں اپنی ناکامی سے آگاہ کرنا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ خود نیو یارک آ رہا ہے کہ جائزہ لے کہ کیا کر سکتا ہے۔ دی انٹرنیشنل ورکرز ڈیفنس لیگ آف سان فرانسسکو نے اس سے درخواست کی تھی کہ وہ مشرقی ساحل جائے کوئی وکیل کرے اور محنت کش عناصر کو جگائے اور گرفتار شدگان کو درپیش خطرات کے متعلق بتائے۔

اکتوبر کے آخر میں بولٹن ہال کا مقدمہ جو ضبط تولید کی ایک میٹنگ کے سلسلے میں ہوا تھا جو یونین اسکوائر میں گزشتہ مئی میں منعقد ہوئی تھی اس کا آغاز ہوا۔ متعدد گواہ جن میں میں بھی شامل تھی نے شہادت دی کہ فریق صفائی نے کسی بھی قسم کی مانع حمل اشیاء وہاں نہیں تقسیم کی تھیں۔ بولٹن ہال مجرم نہ پایا گیا۔ تاہم عدالت کے کمرے سے رخصت ہوتے ہوئے مجھے انہیں الزامات میں گرفتار کر لیا گیا جن سے ہال کو ابھی ابھی بری کیا گیا تھا۔

ضبط تولید کے حامیوں کی دار و گیر خوشی خوشی جاری رہی۔ مارگریٹ سانجر اس کی بہن انیتھل بایرنے جو ایک تربیت یافتہ نرس تھی اور ان کی مددگار فاہنا منڈیل سب ہی کو مسز سانجر کے بروکلین میں واقع کلینک سے گرفتار کر لیا گیا۔ انہیں ایک خاتون جاسوس نے جھانسہ دیا جس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ چار بچوں کی ماں ہے اور اسے مانع حمل اشیاء دی جائیں۔ ان کے علاوہ کئی اور ایسے واقعات ہوئے جن میں جیسی ایشلے اور کئی آئی ڈبلیو ڈبلیو کے لڑکے دھر لیے گئے۔ قانون اور اخلاقیات کے سرپرست ملک بھر میں اس پر تلے ہوئے تھے کہ ضبط تولید سے متعلق معلومات کو پھیلنے سے روکا جائے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لاتعداد سماعتوں اور مقدمات جو اس سلسلے میں ہو رہے تھے ان سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ اس موضوع پر ججوں کی تعلیم و تربیت ہو رہی ہے۔ ان میں سے ایک نے تو برملا یہ کہہ دیا کہ میں ان لوگوں میں امتیاز کر سکتا ہوں جو ضبط تولید سے متعلق علم کو اپنے عقائد کے مطابق مفت پھیلا رہے ہیں اور ان میں جو اسے فروخت کرتے ہیں۔ بات صاف تھی کہ اس سے پہلے اس قسم کی باتوں میں کوئی فرق ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا تھا۔ ولیم سانجر کے مقدمے میں، بن کے معاملے میں یا پھر میرے سلسلے میں، سب سے بڑھ کر اس کا ثبوت کہ محدود کنبے کے سلسلے میں جو غوغا ہو رہا تھا اس کا اثر ظاہر ہونا شروع ہو چکا تھا۔ جب جج واڈ ہیمز نے چوری کے الزام میں گرفتار شدہ ایک عورت کے مقدمے کی سماعت کے دوران میں کہا۔ اس کا شوہر جو تپ دق کا مریض ہے اور عرصے سے بے روزگار تھا اپنے بڑے کنبے کی کفالت سے قاصر تھا۔ ان اسباب کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے جنہوں نے قیدی کو ارتکاب جرم پر اکسایا جج واڈ ہیمز نے کہا کہ یورپ کی متعدد اقوام نے جو ضبط تولید کے قوانین کو اختیار کر چکی ہیں لگتا ہے جن کے عمدہ نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ ''میرے خیال میں ہم لاعلمی کی دنیا میں رہ رہے ہیں۔'' اس نے مزید کہا ''جس کی وجہ سے آئندہ کبھی مستقبل میں جب دیکھا جائے گا تو ہم ششدر رہ جائیں گے جیسے ان دنوں ہم مڑ کر جب تاریک صدیوں کو دیکھتے ہیں۔ ہمارے سامنے ایک کنبے کا حال ہے جس کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے، جس کا شوہر تپ دق کا مارا ہے، عورت کی چھاتی سے بچہ چپکا ہوا ہے اور دوسرے چھوٹے بچے اس کا دامن تھامے ہوئے ہیں اور سب ہی غربت اور ناداری کے مارے ہیں۔''

ہمارے لیے اس کی معقول وجہ تھی کہ اگر بچوں کی تعداد کو محدود کرنے کے لیے جیل بھی جانا پڑ رہا ہے جس سے انصاف کی کرسی پر بیٹھنے والے بھی اس کی اہمیت تسلیم کر رہے ہیں۔ دیوان خانوں کے اندر ہونے والے بحث مباحثوں کے مقابلے میں براہ راست کارروائی ان نتائج کی ذمہ دار تھی۔

نومبر کے اوائل میں ساشا نیویارک آ گیا اور دو ہفتے سے بھی کم مدت میں سان فرانسسکو کی لڑائی کے حق میں اس نے بہت بڑی حمایت پیدا کر لی۔ تقریباً تمام یہودی محنت کش تنظیموں کے علاوہ کئی امریکی تجارتی انجمنیں بھی شامل ہو گئیں۔ وکیل صفائی کا انتظام کرنے کی مساعی میں بھی وہ اتنا ہی کامیاب ہو گیا۔ چند دوستوں کی امداد سے وہ ڈبلیو بورک کو کرن کو بھی قائل کرنے میں کامیاب ہو گیا جو ایک نامور وکیل اور مقرر تھا اور اس نے اس امر پر بھی قائل کر لیا کہ وہ بلنگز مقدمے کی دستاویز کی نقول کا بھی جائزہ لے۔ کو کرن، ساشا کی پیشکش کے انداز سے اتنا متاثر ہوا اور پھانسنے والی کھلی چالوں سے اتنا دل گرفتہ ہوا کہ اس نے بلا کسی محنتانے کے مغربی ساحل چلنے کی پیشکش کر دی اور مونی، نولان اور سان فرانسسکو کے دیگر اسیران کی وکالت کرنے کی حامی بھر لی۔ ساشا یونائیٹڈ ہیبرو ٹریڈرز والوں کو بھی قائل کرنے میں کامیاب ہو گیا جو ملک میں یہودی محنت کشوں کی سب سے بڑی تنظیم تھی تاکہ کارنیگی ہال میں ایک بہت بڑا جلسہ کیا جائے جس میں کیلیفورنیا کے بڑے کاروباری حلقے کی سازش کے خلاف احتجاج کیا جائے۔ اس ادارے کے مندوب اپنے فرائض کی بجا آوری میں پہلے ہی بہت منہمک تھے اس لیے اتنے بڑے جلسے کے انتظامات کرنے اور مقررین کا انتظام کرنے کا بوجھ بھی ساشا اور اس کے سرگرم اور مستعد نوجوان کامریڈوں پر آن پڑا جو اس مہم میں اس کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ بدقسمتی سے میں اس کی کوئی دستگیری نہ کر سکی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نیویارک اور مڈل ویسٹ کے درمیان مختلف مقامات پر اپنے لیکچر دینے میں الجھی ہوئی تھی۔ تاہم میں نے وعدہ کر لیا کہ میں کارنیگی ہال میں بولوں گی اس کے لیے چاہے مجھے شکاگو سے واپس آنا پڑے۔

شہر میں چالیس تقاریر اور ملواکی میں چار لیکچر دینے کے بعد بھاگم بھاگ میں نیویارک آئی، میں دوسری دسمبر کو صبح میں پہنچی جو اس عظیم اجتماع کا دن تھا۔ سہ پہر میں یونین اسکوائر پر ایک مظاہرہ کیا گیا جو مونی اور اس کے کامریڈوں کی گرفتاری کے خلاف احتجاج تھا اس کے علاوہ منی سوٹا میں فولاد کی صنعت کے مفادات کا شکار ہونے والے کارلو ٹریسکا اور اس کے رفقاء کے حق میں بھی تھا جو میسا بارینج کے مقام پر ہڑتال کا نتیجہ تھا۔ شام میں ہونے والی کارنیگی ہال کی میٹنگ میں سامعین کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی جس سے فرینک پی والش، ماکس ایسٹ مین، ماکس پائن جو ہیبرو ٹریڈز کا سیکریٹری تھا، آرٹیرو جیوانٹی شاعر اور مزدور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہنما، ساشا اور میں نے خطاب کیا۔ میرے کندھوں پر یہ فرض ڈالا گیا کہ چندہ دینے کی اپیل میں کروں اور مجمع نے بڑی فیاضی سے کیلیفورنیا کے اسیروں کے دفاع کے لیے رقوم جمع کرائیں۔ اسی رات میں مغرب کی جانب روانہ ہوگئی تا کہ اپنے منقطع لیکچروں کا سلسلہ شروع کرسکوں۔

کلیولینڈ میں ہونے والے میرے لیکچر "محدود کنبے" میں بن کو یہ سوجھی کے رضا کاروں کو بلایا جائے جو ضبط تولید کے اشتہارات تقسیم کریں۔ بہت سے لوگوں نے ہاتھ بٹانے کی حامی بھرلی۔ جلسے کے اختتام پر بن کو حراست میں لے لیا گیا۔ کوئی سو افراد جن کے ہاتھ میں ممنوعہ اشتہارات تھے اس کے پیچھے پیچھے جیل تک گئے۔ مگر صرف بن کو ہی مقدمے کا سامنا کرنے کے لیے پکڑا گیا۔ ہم نے بلا تاخیر اظہار کی آزادی کی ایک لیگ قائم کردی جو مقامی ضبط تولید کی تنظیم کے اشتراک سے اس کا مقدمہ لڑے گی۔

کلیولینڈ ایک عرصے سے اظہار کی آزادی کا ایک مضبوط گڑھ تھا۔ اس کی وجہ وہ آزادی کی فضا تھی جسے موٹ میئر نے قائم کی تھی۔ مختلف سیاسی نظریات کے حامل بہادر شہریوں نے بڑی محنت سے اس آزادی کی حفاظت بھی کی تھی جن میں میرے دوست بھی تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی مسٹر / مسز کار، فریڈ شولڈر، ایڈیلین چامپنی اور ہمارے پرانے فلسفی جیکبس سے زیادہ مددگار ثابت نہ ہوا۔ انہوں نے ہمیشہ اپنی کوششوں میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جس سے میرے عوامی کام کامیاب نہ ہوئے ہوں اور انہوں نے میرے فارغ اوقات کو بھی دلفریب بنائے رکھا۔ اس لیے یہ بڑے صدمے کی بات تھی کہ یہ غیر معمولی شہر مراجعت کر کے روایتی ہوگیا۔ لیکن ہماری صدا پر جس طرح لوگوں نے لبیک کیا تا کہ جبر کے خلاف ایک لڑائی منظّم کی جائے اس سے امید بندھی کہ اظہار کی آزادی کا حق جلد ہی ٹوم جانسن کے آبائی شہر میں پھر سے بحال ہوجائے گا۔

متعدد شہروں میں میرے لیکچر ایسے ہی حالات سے دوچار ہوئے اور "محدود کنبے" کے دیگر وکیلوں کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ کبھی یہ ہوا کہ بن کو گرفتار کرلیا گیا اور کبھی مجھے اور میرے دوستوں کو ایسے ہی حالات سے واسطہ پڑا جو ہم سے سرگرمی سے تعاون کررہے تھے یا دیگر مقررین کے ساتھ بھی ہوا جو لوگوں کو اس مردود مسئلے پر روشن خیال بنارہے تھے۔ سان فرانسسکو میں ڈاک کے کرتا دھرتا لوگوں نے دی بلاسٹ کو اس وجہ سے روک لیا کہ اس شمارے میں ضبط تولید پر ایک مضمون چھپا تھا اور اس لیے بھی کہ صدر مملکت وڈرو ولسن کے خلاف توہین کے عظیم جرم کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ ضبط تولید کا مسئلہ سلگنے کے بعد اب بھڑکنے لگا تھا اور ارباب اختیار اب اس بات پر پورا زور لگارہے تھے کہ اس کے حامیوں کو خاموش کردیا جائے اور انہیں اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے ناجائز ہتھکنڈے استعمال کرنے میں بھی تامل نہ تھا۔ روچسٹر میں بن کی گرفتاری اس لیے عمل میں آئی کہ اس نے وہاں ہمارے ایک جلسے میں ڈاکٹر ولیم جے رابنسن کی تحریر 'فیملی لمیٹیشن' کا ایک نسخہ اور مارگریٹ سانجر کا ایک اشتہار "ہر عورت کو کیا جاننا چاہیئے" کو فروخت کرنے کی کوشش کی۔ جس افسر نے اسے گرفتار کیا لگتا ہے وہ اس امر سے بے خبر تھا کہ یہ دونوں مطبوعات ہر کتب فروش کے پاس کھلم کھلا بک رہی تھیں۔ لیکن جلد ہی کھلا کہ ان کے دیوانہ پن میں ایک مصلحت تھی۔ تھانے میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ڈاکٹر رابنسن کی کتاب کے اندر ایک مانع حمل شے بھی "موجود" تھی۔ ہمیں معلوم ہوا کہ کسی جاسوس نے بن کو "پھانسنے" کے لیے اسے وہاں رکھا تھا اور واقعی اسے اب مقدمے کا سامنا تھا۔

میں ابھی دورے ہی پر تھی کہ مجھے اپنے وکیل ہیری وین برگر کا نیویارک سے تار موصول ہوا جس میں مجھے بتایا گیا تھا کہ مجھے مقدمے میں جیوری کے حق سے محروم کردیا گیا ہے۔ جنوری کی ۸ کو تین ججوں کے روبرو میرا مقدمہ پیش ہوا۔ جج گلن جو اجلاس کی صدارت کررہا تھا اس نے مجھے ترشی سے متنبہ کیا کہ وہ صفائی کے فریق کو عدالت میں اپنے نظریات بیان کرنے کی اجازت نہ دے گا۔ لیکن اسے یہ کہنے کی زحمت بھی نہ اٹھانا پڑی کیونکہ مقدمے کے غبارے سے ویسے ہی ہوا نکل گئی اس سے پہلے کہ میرے وکیل یا مجھے کچھ کہنے کا موقع ملتا۔ جاسوسوں نے جو ثبوت مہیا کیے تھے کہ مئی میں میں نے یونین اسکوائر پر ضبط تولید کے جو اشتہارات تقسیم کیے تھے ان میں اتنا تضاد پایا جاتا تھا کہ عدالت نے بھی اسے سنجیدگی سے قبول کرنے سے انکار کردیا اور میں بری ہوگئی۔

تاہم بن کلیولینڈ میں عائد الزامات کے سلسلے میں اتنا خوش نصیب نہ نکلا۔ اسے میرے مقدمے کے سلسلے میں عدالتی حکم کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذریعے حاضری دینے کو کہا گیا اور چونکہ اس کا خود مقدمہ اگلے دن پیش ہونا تھا اس لیے اس نے کلیولینڈ میں اپنے وکیل اور ضامن کو تار بھیجا کہ وہ سماعت کی تاریخ بڑھوالیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ کسی تشویش میں نہ مبتلا ہو اور وہ اس کے لیے وقت بڑھوالیں گے۔ مگر دوہرے اطمینان کی غرض سے بن نے حاضری کے عدالتی حکم کی نقل کلیولینڈ کی عدالت کو بھیج دی۔ لیکن ۹ جنوری کی سہ پہر میں اسے اپنے وکیل کی طرف سے یہ اطلاع ملی جس میں کہا گیا تھا نئی تاریخ دینے کے بجائے جج ڈان کل نے بن پر توہین عدالت کے جرم میں گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے۔ بن پہلی گاڑی سے کلیولینڈ روانہ ہو گیا۔ اگلی صبح میں اس کے مقدمے کی پکار پڑی۔ جج کل نے ''شاہانہ'' انداز میں اس بات سے اتفاق کیا کہ اس پر توہین عدالت کے الزامات واپس لیے جاتے ہیں اور بن پر صرف ضبط تولید کے الزام میں مقدمہ چلے گا۔ جج عقیدے کا رومن کیتھولک تھا اور جنسی معاملات میں ہر قسم کی صفائی کا کٹر مخالف۔ اس نے بڑی تفصیل سے نفسانی گناہوں اور گوشت و پوست پر اظہار خیال کیا اور ضبط تولید اور انارکزم کی برملا مذمت کی۔ بارہ جیوری والوں میں سے پانچ کیتھولک تھے۔ باقی ماندہ سزا دینے میں تذبذب کا شکار تھے کیونکہ وہ تیرہ گھنٹے کی مشاورت کے بعد بھی اتفاق رائے پر نہ پہنچ سکے۔ جس پر عدالت نے انہیں لوٹا دیا تاہم یہ ہدایات دیں کہ وہ اس وقت تک وہاں رہیں گے جب تک کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ ایک کثیف کمرے میں طویل عرصے تک مقیم رہنے پر مجبور لوگ جلد ہی ہم خیال ہو جاتے ہیں۔ بن مجرم پایا گیا اور ایک کارگاہ میں چھ ماہ اسیری کی سزا دی گئی اور ایک ہزار ڈالر جرمانہ ادا کرنے کو بھی کہا گیا۔ یہ ضبط تولید کے جرم پر سنائی جانے والی سب سے بھاری سزا تھی۔ بن نے بے تکلفی سے اعتراف کر لیا کہ وہ ''محدود کنبے'' پر یقین رکھتا ہے اور اپنے وکیل کے مشورے پر اس نے فیصلے کے خلاف مرافعہ کرنے کی ٹھانی۔

مقدمے کا نتیجہ ایسا اس لیے نکلا کیونکہ معقول تشہیر کی کمی تھی۔ مارگریٹ سانجر نے کچھ ہی دن پہلے شہر میں لیکچر دیا تھا اور اس کی توقع کی گئی تھی کہ وہ صورتحال کا جائزہ لے گی اور اپنے سامعین سے بن کی حمایت کرنے کو کہے گی۔ اس کے انکار کر دینے سے ہمارے دوست صفوں میں شگاف پڑنے سے چراغ پا ہو گئے لیکن بدنصیبی سے کوئی وقت نہ بچا تھا جس میں بن کے حق میں عوامی جذبات بیدار کیے جاسکتے۔

یہ پہلا موقع نہ تھا جب مسز سانجر نے ضبط ولادت کے داعیوں کی امداد کرنے سے پہلوتہی کی تھی جو قانون کے جال میں پھنس گئے تھے۔ جن دنوں میں نیویارک میں اپنے مقدمے کی سماعت شروع ہونے کی منتظر تھی وہ ملک بھر کا دورہ کر رہی تھی اور اس کے جلسوں کا انتظام ہمارے کامریڈ کر رہے تھے اور وہ بھی میری تحریک پر۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ مسز سانجر جس نے ضبط ولادت کے کام کا آغاز ہمارے علاقے ایک سوانیسویں اسٹریٹ سے کیا تھا وہ عنقریب شروع ہونے والے مقدمہ کا بھی ذکر نہ کرتی۔ ایک مرتبہ بینڈ باکس تھیٹر میں منعقد ہونے والی میٹنگ میں جب روبرٹ مائینز نے اس سے اس معاملے میں خاموش رہنے کا سبب دریافت کیا تو اس نے اس پر جھاڑ جھپٹ شروع کر دی اور کہا کہ اس نے اس کے معاملات میں مداخلت کی کیسے جرأت کی؟

شکاگو میں بن کیپس نے ایک میٹنگ کے دوران میں سامعین سے سوال کیا اور مسز سانجر کو مجبور کیا کہ ضبط تولید سے متعلق میرے کام کا بھی ذکر کرے۔ ایسے ہی واقعات ڈیٹرایٹ، ڈینور اور سان فرانسسکو میں درپیش آئے۔ مختلف مقامات سے میرے دوستوں نے مجھے لکھا کہ مسز سانجر یہ تاثر دیتی ہیں گویا یہ ان کا نجی معاملہ ہے۔ بعد ازاں مسٹر اور مسز سانجر نے ضبط تولید کے ان اداروں سے اپنی لاتعلقی کا اعلان کر دیا جنہیں ہم نے منظم کیا تھا۔ اس کے علاوہ ہماری پوری مہم سے بھی جو ہم نے کنبے کو محدود کرنے کے لیے چلائی تھی۔

کلیولینڈ میں بن کے لیے حمایت کی کمی نے ہمیں یہ سبق دیا کہ روچسٹر میں اس کے ہونے والے مقدمے کے سلسلے میں ہم خود ایک احتجاج منظم کریں۔ اس کے آغاز میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا۔ مقامی مقرر ڈاکٹر میری۔ ای۔ ڈکنسن نے ڈولی سولان، اڈا راؤ اور ہیری وینبر گر نے چبوترہ سنبھالا یہ لوگ اس تقریب کے لیے نیویارک سے آئے تھے۔ اگلے دن عدالت کے باہر ایک زوردار مظاہرہ منظم کیا گیا۔ ولز۔ کے۔ جلٹ ایک خلاف معمول جج ثابت ہوا۔ مجھے تو بن پر رشک آنے لگا کہ اس کے مقدمے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سماعت کا موقع ایسے شخص کے سامنے ہورہا ہے جس کی نگاہ میں عدالت ایک ایسی جگہ ہے جہاں مدعا علیہ اپنی بات کہنے سے نہ ڈرے۔ ایسے جج کی موجودگی میں اور ہیری وین برگر جیسے وکیل صفائی کی موجودگی میں جس میں لڑنے والی ثابت قدمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی بن کو یقین تھا کہ اس سے معقول سلوک کیا جائے گا۔ اس نے برملا کہہ دیا کہ وہ اس قانون کو تسلیم نہیں کرتا جو ضبط تولید سے متعلق اطلاعات کی نشر واشاعت پر قدغن لگاتا ہے۔ اس نے اسے پہلے بھی توڑا تھا اور پھر یہی کرے گا۔ اس نے کہا۔ لیکن اس مقدمے میں وہ معصوم ہے اس نے تکرار کی کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ مانع حمل شئے کس طرح ڈاکٹر رابنسن کی کتاب میں پہنچ گئی۔ اسے بری کردیا گیا۔

ہمیں لگا جیسے ہمارے پاس معقول وجوہ ہیں کہ اس مہم میں ہم اپنے حصے پر مطمئن ہوسکتے ہیں۔ ہم نے محدود کنبے کا خیال پورے ملک کے طول وعرض میں پیش کردیا تھا۔ اور اس کے طریقوں کا علم لوگوں کی زندگی میں داخل کردیا جنہیں اس کی سخت ضرورت تھی۔ اب ہم اس کے لیے تیار تھے کہ اس میدان کو ان لوگوں کے لیے چھوڑ دیں جو ضبط تولید ہی کو تمام سماجی بیماریوں کے لیے اکسیر ہونے کے دعویدار ہیں۔ میں نے خود اس معاملے کو اس تناظر میں نہیں دیکھا تھا بلاشبہ یہ ایک اہم مسئلہ تھا لیکن کسی بھی رنگ میں سب سے زیادہ اہم نہ تھا۔

سان فرانسسکو میں ''دی بلاسٹ'' کو دبایا گیا اور اس کے دفتر پر دو مرتبہ چھاپا پڑا جس کا سبب رسالے کا جنگ مخالف کام تھا اور اس کی مونی کے حق میں کارروائی تھی۔ آخری چھاپے میں فٹزی سے بیدردی سے سلوک کیا گیا اور ایک سرکاری غنڈے کی وجہ سے اس کا ایک بازو تقریباً ٹوٹ گیا۔ اب یہ ناممکن ہوچکا تھا کہ اس ساحل پر اس کی طباعت جاری رکھی جاسکے اور فٹزی اسے نیویارک لے آئی۔ اور یہیں سے اس نے ساشا کی ان سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کردیا جو کیلیفورنیا والوں کے دفاع کے لیے ہورہی تھیں۔

ٹام مونی کو مجرم ٹھہرا کر سزائے موت سنادی گئی۔ نہ تو ڈبلیو بورک کوکران کی فصاحت اور نہ ہی اس فیصلہ کن بیان سے جو استغاثہ کی اہم ترین گواہی تھی سے یہ ثابت ہوگیا تھا کہ اس نے حلفیہ دروغ گوئی کی تھی، کوئی فرق پڑا۔ کیلی فورنیا کے محکمہ انصاف پر چیمبر آف کامرس کی گرفت اتنی سخت تھی اس لیے محنت کش مدعا علیہ کے حق میں ناقابل تردید گواہی بھی کام نہ آسکی۔ سان فرانسسکو میں شائید ہی کوئی شہری ہو جسے یہ نہ معلوم ہو کہ حکومتی گواہان میکڈونلڈز اور آکسمین انسانوں کے پست ترین طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں گواہی کے لیے ڈسٹرکٹ اٹارنی چارلس فکرٹ لایا تھا اور اس کا معاوضہ بھی ادا کیا تھا اور یہ آجروں کا زرخرید کارندہ تھا۔ مگر معصومیت کی کوئی اہمیت نہ تھی، ارباب اختیار نے فیصلہ کرلیا تھا کہ ''دکانداری چمکانا'' ہے اور ٹوم مونی کو پھانسی پر لٹکانا ہے تاکہ دیگر محنت کش تنظیموں کو کان ہوجائے یوں مونی کی قسمت کا فیصلہ کردیا گیا۔

کیلیفورنیا کی ریاست ملک بھر میں واحد جگہ نہ تھی جہاں قانون/ ضابطے نے کارکنوں کا پوری طرح گلا گھونٹنے اور پوری قوت سے انہیں برباد کرنے بلکہ لاوارث اور ذلت کے مارے لوگوں پر مزید احتجاج کرنے کے دروازے بھی بند کردیئے تھے۔ ایوریٹ میں، واشنگٹن میں آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے چوہتر جوان اپنی زندگی بچانے کی جنگ لڑ رہے تھے اور یونین کی ہر ریاست میں جیل اور بندی خانے ان لوگوں سے بھر چکے تھے جو اپنے نظریات کے لیے سزا یافتہ تھے۔

ریاست ہائے متحدہ کا سیاسی آسمان گہرے بادلوں سے تیرہ وتاریک ہورہا تھا اور شگون روزانہ مزید بے چینی پر مائل تھا۔ اس کے باوجود عوام الناس بے حس ہوچکے تھے۔ تب خلاف توقع مشرق میں امید کی کرن پھوٹی جو روس سے آرہی تھی اس سرزمین سے جس پر صدیوں سے زاروندنا رہا تھا۔ وہ دن جس کی ایک عرصے سے آرزو کی جارہی تھی بالآخر آگیا...... انقلاب آچکا تھا!

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۴۵

نفرت کے مارے رومانوف کو آخر کار تخت سے اتار پھینکا گیا۔ زار اور اس کے طفیلی اقتدار سے محروم کر دیئے گئے۔ یہ تبدیلی کسی سیاسی عمل کا نتیجہ نہ تھی بلکہ یہ عوام الناس کی بغاوت کی عظیم کامیابی کا ثمر تھا۔ ابھی کل تک بے نوا کچلے ہوئے لوگ جو ایک بے رحم مطلق العنانی کی ایڑی کے نیچے صدیوں سے پستے چلے آ رہے تھے اور ذلت اور بے توقیری کے مارے تھے روس کی خلقت اٹھ کھڑی ہوئی تا کہ اپنے ورثے کو حاصل کر لے اور پوری دنیا کو بتا دے کہ استبدادی اور جابرانہ حکومت ان کے ملک میں اپنے خاتمے کو پہنچ چکی ہے۔ یورپ کے وسیع اور عریض قبرستان سے جو جنگ اور تباہی کا نتیجہ ہے وہاں سے تابناک کرنیں زندگی کی پہلی علامات بن کر نمودار ہو رہی تھیں انہوں نے ان لوگوں کو جو آزادی سے محبت کرتے ہیں نئی امید اور جوش و خروش سے معمور کر دیا۔ اس کے باوجود کسی نے بھی روسی انقلاب کی روح کو اس طرح نہ سمجھا جیسا ان روسی نژاد لوگوں نے جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی چہیتی مادر روس (ماتشکا روسیا) میں یہ نظر آیا کہ وہ انہیں آدمیت اور ولولہ لوٹا دے گی۔

روس اب آزاد تھا لیکن ابھی سچ مچ نہیں ہوا تھا۔ تاہم سیاسی آزادی نئی زندگی کی شاہراہ پر پہلا قدم تھی۔ ''حقوق'' کس مصرف کے ہوتے ہیں۔ میں نے سوچا۔ اگر اقتصادی حالات میں تبدیلی نہ ہو۔ مجھے جمہوریت کی 'برکتوں' کا ایک عرصے سے علم تھا اور اس لیے سیاسی منظر نامہ بدل جانے پر اعتماد نہیں تھا۔ ان سب سے کہیں زیادہ مجھے اعتماد عوام الناس پر تھا۔ روسی خلقت پر جو اپنی طاقت سے آگاہ ہو چکے ہیں اور مواقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے بھی۔ اسیر اور ملک بدر ہونے والے شہداء جنہوں نے روس کو آزاد کرانے کے لیے جدوجہد کی تھی نئی حیات پا رہے تھے اور ان کے چند خوابوں کو تعبیر مل رہی تھی۔ وہ سائبیریا کے برفیلے اور افتادہ علاقوں سے واپس ہو رہے تھے' بھونروں سے نکل رہے تھے اور جلاوطنی سے لوٹ رہے تھے۔ وہ اس لیے لوٹ رہے تھے تا کہ لوگوں کو متحد کریں اور انہیں ایک نیا اقتصادی اور سماجی روس تعمیر کرنے میں مدد دیں۔

امریکہ بھی اپنا حصہ ادا کر رہا تھا۔ زار کا تختہ الٹنے کی جیسے ہی پہلی خبر آئی ہزاروں جلاوطنوں نے اپنے آبائی ملک جانے میں عجلت دکھائی جو ان کے لیے اب امکانات کا ملک تھا۔ بہت سے تو ریاست ہائے متحدہ میں کئی دہائیوں سے مقیم تھے اور کنبے دار اور صاحب مکان تھے۔ لیکن ان کے دل تو روس میں اٹکے ہوئے تھے بجائے اس ملک کے جس نے انہیں ان کی محبت کے عوض مالا مال کر دیا تھا۔ اور اس سب کے باوجود وہ انہیں حقارت سے ''غیر ملکی'' کہتے۔ روس ان کو خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ اس کے دروازے پاٹو پاٹ کھلے ہوئے تھے اور وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو گلے لگانے کو تیار تھا۔ کرم خور چڑیوں کی طرح جو موسم بہار کی علامت پاتے ہی میدانوں کی طرف واپسی شروع کر دیتی ہیں۔ تقلید پسند ہوں اور چاہے انقلابی سب ہی ایک مقصد کے لیے...... یعنی اپنی ارض مادر کی محبت اور آرزومندی کے لیے۔

ہماری بھی دیرینہ محبت یعنی ساشا کی اور میری، ہمارے دلوں میں انگڑائی لینے لگی۔ حالانکہ گزشتہ برسوں میں روس کی نبض پر ہمارا ہاتھ تھا اور اس کی روح اور آزادی کے لیے اس کی مافوق البشر جدوجہد سے بھی وابستہ تھے۔ مگر ہماری زندگیوں کی جڑیں تو اختیار کردہ وطن میں تھیں۔ ہم اس دھرتی کے پرشکوہ وجود سے اور اس کے حسن سے محبت کرنے لگے تھے اور آزادی کے متوالے اور اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دینے والے مرد و زن کے گرویدہ ہو چکے تھے یہ وہ لوگ تھے جو امریکیوں میں اونچے کینڈے کے لوگ تھے۔ میں خود کو ان ہی لوگوں میں شمار کرتی ہوں جو صحیح معنوں میں امریکی ہوتا ہے جو فکری طور پر نہ کہ بجائے کاغذ کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک ٹکڑے کے طفیل امریکی بنے تھے۔ اٹھائیس سال سے میں امریکہ کے لیے جی رہی ہوں، خواب دیکھ رہی ہوں اور کام کر رہی ہوں۔ ساشا کے خیالات بھی روس لوٹنے کی آرزو اور موتی کی زندگی کو بچانے کی مہم چلانے کی ضرورت میں بٹے ہوئے تھے۔ جس کا دم واپسیں تیزی سے قریب آ رہا تھا۔ کیا وہ موت کے منہ میں پڑے شخص کو فراموش کر دے یا ایسے ہی دیگر افراد کو جن کے انجام ترازو کے پلڑے کی طرح معلق تھے؟

اس کے ساتھ ہی ولسن کے فیصلے کا اعلان ہوا کہ ریاست ہائے متحدہ کو یورپی مذبح میں اس لیے شامل ہونا چاہیے تاکہ دنیا کو جمہوریت کے لیے محفوظ جگہ بنایا جائے۔ روس کو اپنے انقلابی جلاوطنوں کی سخت ضرورت تھی لیکن میں نے محسوس کیا کہ امریکہ کو ہماری اس سے زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے ہم نے ٹھہرنے کا فیصلہ کیا۔

امریکہ کے اعلان جنگ نے درمیانی طبقے کے امن کے حامی لوگوں کو برہم کر دیا۔ ان میں سے چند ایک نے تو ہمیں فوج مخالف سرگرمیاں بند کرنے کو کہا۔ ایک عورت جو کالونی کلب آف نیویارک کی رکن تھی اور جس نے بارہا اس بات کی پیشکش کی تھی کہ وہ یورپی ممالک میں جنگ مخالف کام کرنے کے لیے رقم مہیا کر سکتی ہے اب یہ تقاضہ کر رہی تھی کہ ہم اپنی مساعی ترک کر دیں۔ چونکہ اس کی پیشکش کو ہم نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اس لیے مجھے اس سے یہ کہنے میں کوئی تکلف نہ ہوا کہ محترمہ مسجد سے پہلے گھر میں چراغ جلایا جاتا ہے۔ مجھے تو ایسی کوئی وجہ نظر نہیں آ رہی تھی جس کی وجہ سے میں جنگ کے متعلق اپنے موقف کو ترک کر دیتی جس پر میں کوئی چوتھائی صدی سے عمل پیرا تھی۔ وہ بھی محض اس لیے کہ وڈرو ولسن انتظار کرتے کرتے تھک چکا تھا۔ میں اپنے عقائد محض اس لیے بدل لوں کیونکہ اس سے اب یہ نہ دیکھا جا رہا تھا کہ وہ اپنے شجاع لڑکوں کو لڑنے سے روکے تاکہ وہ اور اس کے دیگر مدبرین وطن میں رہ کر موج اڑائیں۔

نام نہاد ریڈیکلز کے غبارے میں سے ہوا نکل جانے کے بعد جنگ مخالف تمام سرگرمیوں کی ذمہ داری زیادہ دلاور، جنگجو عناصر کے کاندھے پر آن پڑی۔ ہمارے جتھے نے خاص طور پر اپنی کوششیں دگنی کر دیں اور مجھ پر تو نیویارک اور اس کے قرب و جوار کے شہروں میں پھیرا لگانے کا دورہ سا پڑا ہوا تھا۔ تقاریر کرتی اور مہم کو منظم کرتی۔

روسی جلاوطنوں اور مہاجرین کا ایک دستہ اپنے آبائی وطن لوٹنے کے لیے تیاری کر رہا تھا۔ ہم نے اس کے ارکان کے لیے توشہ، لباس اور رقوم کا بندوبست کیا۔ ان میں سے زیادہ تر انارکسٹ تھے اور وہ سب ہی اپنے ملک کی تعمیر نو میں حصہ لینے کے لیے بے چین تھے جس کی عمارت کو انسان دوستی اور مساوات کی بنیاد پر اٹھایا جائے۔ روس واپسی کے معاملات کی تنظیم کی ذمہ داری ولیم شاٹوف کے سپرد تھی جو بل کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔

انقلابی انارکسٹ جو روسی مطلق العنانی کے استبداد کی وجہ سے امریکہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوا تھا۔ امریکہ کے اپنے دس سالہ قیام کے دوران میں صحیح پرولتاریوں کی طرح زندگی بسر کرتا رہا اور جدوجہد میں ہمیشہ ہراول دستے میں ہوتا تاکہ کارکنوں کی حالت بہتر ہو سکے۔ وہ بہ حیثیت مزدور کام کر چکا تھا بطور گودی مزدور، بحیثیت مستری اور رنگریز۔ بل اس جفاکشی، عدم تحفظ اور تذلیل سے آگاہ تھا جو ایک مہاجر محنت کش کے وجود کا حصہ ہوتی ہے۔ بہت سے کمزور افراد تو روحانی طور پر تباہ ہو جاتے لیکن بل کے پاس ایک نظریے کی روشنی تھی اس کے علاوہ اس میں نہ ختم ہونے والی توانائی تھی اور گہری دانش بھی۔ اس نے تو اپنی پوری زندگی روسی پناہ گیروں میں روشن خیالی پیدا کرنے میں صرف کر دی۔ وہ ایک عمدہ منتظم تھا۔ ایک فصیح مقرر اور جرأت مند فرد۔ اس کے ان اوصاف نے اسے امریکہ میں موجود روسیوں کے متعدد چھوٹے دھڑوں کو یکجا کر کے ایک طاقتور تنظیم میں بدل دیا۔ اس کی کامیابی میں یہ بات نمایاں تھی کہ اس نے ان سب کو ایک طاقتور اتحاد میں ڈھال دیا جس کا نام یونین آف رشین ورکرز پڑ گیا۔ جس کے دائرہ اثر میں امریکہ اور کینیڈا دونوں تھے۔ اس کا مقصد انگنت روسی کارکنوں کو تعلیم دینا اور انقلابی شعور پیدا کرنا تھا جنہیں امریکہ میں موجود یونانی کیتھولک چرچ اپنے جال میں پھانسنا چاہتا تھا جیسا کہ وہ روس میں کر چکا تھا۔

بل شاٹوف اور اس کے دیگر سرگرم رفیق کامریڈوں نے برسوں اس سلسلے میں کام کیا تھا کہ اپنے روسی بھائیوں کو ان کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

معاشی معاملات میں بیدار کیا جائے اور انہیں منظم امداد باہمی کی اہمیت پر روشن خیال بنایا جائے۔ ان میں سے زیادہ تر غیر ہنرمند افراد تھے جو طویل اوقات تک گھنٹوں کام کرتے اور بڑی سنگدلی سے ان کا، کانوں، ملوں اور ریل کی پٹریاں بچھانے جیسے نہایت جسمانی مشقت کے کاموں میں سخت استحصال کیا جاتا۔ بل کی توانائی اور لگن کے طفیل یہ ساری خلقت بتدریج متحد ہو کر باغیوں کے ایک طاقتور ادارے میں ڈھل گئی۔

شاٹوف ایک زمانے میں فیر سنٹر میں ٹائم منیجر رہ چکا تھا اور اس حیثیت میں اس کی ذہانت، جوش و خروش اور جانفشانی ثابت ہوئی تھی اور یہ خوبیاں ہر اس کام میں ثابت ہوئیں جن میں اس نے ہاتھ ڈالا۔

زندگی کے ذاتی معاملات میں بھی بل کچھ کم نفیس نہ تھا۔ دلکش اور ہنسوڑ۔ وہ ایک شاندار نقیب تھا ہنگامی حالات میں خصوصاً قابل اعتبار اور دشوار حالات میں اس سے بھی بڑھ کر۔ ایک گہرا اور بہادر دوست۔ بل نے ساشا کے ہمراہ اس وقت جانے پر اصرار کیا جب اس کا اندیشہ تھا کہ آخر الذکر پر سان فرانسسکو کے جاسوس اس کے موتی کے لیے کام کرنے پر کہیں حملہ نہ کر بیٹھیں۔ ساشا نے جب کئی شہروں کا سفر کیا تو بل نے خود کو اس کا ذاتی محافظ مقرر کر لیا اور یہ جان کر مجھے بہت اطمینان حاصل ہوا کہ اگر کوئی شخص ساشا پر حملہ آور ہوگا تو ہمارے شیر دل بل کی صورت میں اسے دوہری مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

روس میں ہونے والے معجزے کی پہلی خبر جیسے ہی یہاں پہنچی شاٹوف نے اپنے ہزاروں ہم وطن ریڈیکلوں کے لیے جو واپسی کے لیے بے چین تھے انتظامات کرنا شروع کر دیئے۔ کسی دخانی جہاز کے حقیقی ناخدا کی طرح جو اپنی فکر کیے بغیر اس پر کمر بستہ ہو کہ اس کا ہر مسافر بحفاظت اپنی منزل پر پہنچ جائے۔ اس نے ہم سے کہا کہ وہ آخر میں روانہ ہوگا جب ہم نے اسے بتایا کہ اس کا تجربہ اور اس کی صلاحیتیں امریکہ کے مقابلے میں روس میں زیادہ کارآمد ہوں گی۔ وہ اس وقت تک یہاں مقیم رہا جب تک اس کی روانگی تقریباً سخت خطرے میں نہ پڑ گئی۔

میرے علم میں مادام الیگزاندرکولونتے اور لیون ترانسکی کی نیویارک میں موجودگی آئی۔ اول الذکر کی جانب سے کئی خطوط اور اس کی کتاب کا ایک نسخہ بھی مجھے مل چکا تھا جو عالمی کام میں عورتوں کے حصے کے متعلق تھی۔ اس نے مجھ سے ملنے کی فرمائش بھی کی تھی لیکن میں اس کے لیے وقت نکالنے سے قاصر رہی۔ بعد ازاں میں نے اسے عشائیے پر مدعو کیا مگر وہ علالت کی وجہ سے نہ آسکی۔ لیون ترانسکی سے بھی اس سے پہلے میں نہ ملی تھی۔ لیکن ان دنوں میں شہر ہی میں موجود تھی جب یہ اعلان ہوا کہ ایک الوداعی میٹنگ منعقد ہو رہی ہے جس میں روس روانگی سے پہلے وہ خطاب کرے گا۔ میں اجتماع میں شریک ہوئی۔ کئی بے کیف مقررین کے بعد ترانسکی کو متعارف کرایا گیا۔ ایک اوسط قامت کا شخص، پچکے رخسار، بال سرخ اور الجھی ہوئی ڈاڑھی تیز تیز چلتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کی تقریر جو پہلے روسی زبان میں اور اس کے بعد جرمن میں زوردار اور برقانے والی تھی۔ میں اس کے سیاسی میلان سے متفق نہ تھی۔ وہ ایک مینشویک (سوشل ڈیموکریٹ) تھا اس وجہ سے وہ ہم سے بہت دور تھا۔ لیکن اس کا جنگ کے اسباب کا تجزیہ لاجواب تھا۔ اس کا روس میں غیر موثر عبوری حکومت پر برملا لعن طعن شدید تنقید کے زمرے میں آتا تھا اور اس کا ان وجوہ کا بیان کرنا جنہوں نے انقلاب کی راہ ہموار کی اس کی پیشکش خیرہ کر دینے والی تھی۔ اس نے اپنی دو گھنٹوں پر محیط گفتگو کو سمیٹتے وقت اپنے وطن کے محنت کش عوام الناس کو فصاحت سے خراج عقیدت پیش کیا۔ سامعین کا جوش و خروش اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ ساشا اور میں نے دیگر لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو کر مقرر کو تہہ دل سے داد دی۔ ہم روس کے مستقبل کے معاملے میں اس کے گہرے اعتماد میں برابر کے شریک تھے۔

جلسے کے بعد ہم ترانسکی کو الوداع کہنے کے لیے ملے۔ وہ ہمارے متعلق جانتا تھا اور اس نے پوچھا کہ ہم تعمیر نو کے کام میں مدد دینے کے لیے کب روس آنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ”ہم وہاں ضرور ملیں گے۔“ اس نے کہا۔

میں نے ساشا سے واقعات کے ان خلاف توقع تبدیل ہونے پر گفتگو کی جو ہمیں ترانسکی کے قریب لے آئے ہیں۔ جو مینشویک ہے بمقابلہ پیتر کروپوٹکن جو ہمارا کامریڈ، ہمارا استاد اور دوست تھا۔ جنگ عجیب و غریب ہم بستر لوگ پیدا کر رہی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور ہم سوچ رہے تھے کہ کیا ہم اس وقت بھی تراتسکی کے نزدیک محسوس کریں گے جب وقت کا دھارا ہمیں روس پہنچا دے گا کیونکہ ہم نے واپسی موخر کی ہے نہ کہ ترک۔

تراتسکی کی روانگی کے فوراً ہی بعد ہمارے کامریڈوں کا پہلا دستہ بحری جہاز سے روانہ ہو گیا۔ ہم نے انہیں خوشی خوشی رخصت کرنے کی غرض سے ایک پارٹی ترتیب دی جس میں ہمارے امریکی دوستوں نے بھی شرکت کی۔ اور انہوں نے بھی بڑی فیاضی سے ان کی ضرورتوں کے لیے عطیات دیئے۔ ساشا کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ روسی محنت کشوں، کسانوں اور سپاہیوں کو ایک منشور بھیجا جائے اور ہم نے اس طرح بروقت تیار کر لیا کہ اس گروہ کے ساتھ روانہ کر دیا۔ ان میں بہت سے ایسے مرد اور عورتیں بھی تھیں جنھوں نے ہمارے ساتھ دی بلاسٹ اور مدر ارتھ میں کام کیا تھا۔ یہ منشور لوئی برگر اور ایس الف کو سونپا گیا جو ہمارے قریبی اور انتہائی قابل اعتماد دوست تھے۔ یہ روسی عوام سے ایک اپیل تھی کہ وہ واشنگٹن سے ٹوم مونی اور وارن کے بلنگز کو موت کی سزا سنائے جانے کے خلاف احتجاج کریں۔ ہمارے نزدیک یہی ایک حربہ بچا تھا جس سے ان معصوم سزا یافتہ لوگوں کی جان بچائی جا سکتی تھی۔

اپنی عسکری تیاریوں کے جوش و خروش میں امریکہ پرانی دنیا کے آمرانہ ممالک کی ہمسری کر رہا تھا۔ جبری بھرتی، جسے برطانیہ عظمیٰ نے محض اٹھارہ ماہ کی جنگ کے بعد اختیار کیا تھا اسے ولسن نے امریکہ کے یورپی تنازع میں کودنے کے ایک ماہ بعد اختیار کر لیا۔ واشنگٹن اپنے شہریوں کے حقوق کے معاملے میں اس ضعف معدے کا شکار نہ تھا جیسا کہ برطانوی پارلیمان تھی۔ دی نیو فریڈم کے عالم مصنف کو ذرا سا بھی تامل نہ ہوا جب اس نے تمام جمہوری اصولوں کو ایک ضرب سے مسمار کر دیا۔ اس نے دنیا کو یقین دلایا تھا کہ امریکہ ارفع انسانی اصولوں پر کاربند رہے گا اس کی نیت تو محض جرمنی کو جمہوری بنانا ہے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اس مقصد کو حاصل کرنے میں اسے امریکہ ہی کو پروسیا (جرمنی) بنانا پڑے؟ آزاد پیدا ہونے والے امریکیوں کو جبراً فوجی سانچے میں ڈھالنا پڑے، مویشیوں کی طرح ہانکنا پڑے اور انہیں جہازوں سے دساور بھیجنا پڑے تاکہ وہ فرانس کے کھیتوں کو زرخیز بنائیں۔ ان کی قربانی ان کی ناموری کا باعث ہوگی کہ انہوں نے اپنے ملک کی بالادستی ثابت کر دی (دی ویکس ایم داین) داین کے پل پر۔ کسی امریکی صدر نے اس سے پہلے عوام کو اس کامیابی سے جُل نہ دیا تھا جیسے وڈرو ولسن نے کیا۔ جس نے جمہوریت کے لیے لکھا اور باتیں کیں، مگر عمل کیا مستبد حکمران کی طرح، نجی طور سے اور سرکاری انداز میں اور اس کے باوجود اس واہمے کو بھی ثابت کرنے میں کامیاب رہا کہ وہ انسانیت اور آزادی کا نقیب ہے۔

ہمیں جبری بھرتی کے بل کے متعلق کسی قسم کی خوش فہمی نہ تھی جو کانگریس کے پاس زیر غور تھا۔ ہم تو اسے ہر انسانی حق کی ایک مکمل نفی سمجھتے تھے جو ضمیر کی آزادی کے لیے موت کی گھنٹی تھی اور ہم اس کے خلاف ہر طرح لڑنے پر کمربستہ تھے۔ ہمیں اس کی امید نہ تھی کہ ہم نفرت اور تشدد کی اس اٹھتی لہر کو پھیر سکیں گے جو 'لازمی خدمت' لا کر رہے گی لیکن ہم محسوس کرتے تھے کہ کم از کم ہم بہت سے لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں گے کہ امریکہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی روح کے مالک ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ اپنی دیانت داری پر قائم رہیں چاہے اس کی کوئی بھی قیمت ہو۔

ہم نے مدر ارتھ کے دفتر میں ایک کانفرنس بلائی تاکہ جبری بھرتی کی مخالف لیگ 'تنظیم کے متعلق بات چیت کا آغاز کیا جائے اور ایک منشور ترتیب دیا جائے جس سے امریکہ کے لوگوں کا جبری بھرتی کے عفریت کے متعلق ذہن صاف ہو۔ ہم نے ایک بڑے اجتماع کا بندوبست شروع کر دیا جس میں اس امر پر احتجاج ہونا تھا کہ امریکیوں کو کیوں مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے ہی موت کے پروانے پر دستخط کرنے پر مجبور ہیں جو جبری فوجی رجسٹریشن کی صورت میں ہو رہا ہے۔

چونکہ سپرنگ فیلڈ میساچوسٹس میں پہلے سے میری تقاریر طے تھیں اس لیے بدقسمتی سے میں اس کانفرنس میں شرکت نہ کر سکی جو ۹ مئی کو ہونا طے تھی۔ لیکن چونکہ ساشا، فٹزی، لینوارڈ ڈی۔ ایبٹ اور دیگر صاف ذہن کے لوگ شریک ہونے والے تھے اس لیے اس کے نتائج کے متعلق مجھے کوئی تشویش لاحق نہ تھی۔ تجویز یہ پیش ہوئی کہ آیا کانفرنس کو اس سوال پر غور کرنا چاہیئے کہ جبری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھرتی کی مخالف لیگ کو لوگوں پر زور دینا چاہئے کہ وہ نام نہ درج کرائیں۔ جب میں سپرنگفیلڈ کے سفر میں تھی تو میں نے ایک مختصر سا پیغام دیا کہ اس مسئلے پر میرے میلانات کیا ہیں۔ اسے میں نے ایک ذاتی رقعے سے منسلک کر کے فٹزی کو بھیج دیا اور اس سے کہا کہ وہ اسے اجتماع میں پڑھ دے۔ میں نے یہ موقف اختیار کیا کہ بہ حیثیت عورت میں فوجی خدمات کی پابند نہیں ہوں اور اس لیے میں لوگوں کو اس معاملے میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتی۔ چاہے کوئی خود کو بطور اوزار قتل و غارتگری کے کاروبار کے لیے پیش کرے یہ معاملہ ہر فرد کے ضمیر پر چھوڑ دیا جانا چاہئے۔ میں بحیثیت انارکسٹ یہ ذمہ داری نہیں لے سکتی کہ دوسروں کے انجام کے متعلق فیصلہ کروں۔ میں نے یہ بھی لکھا۔ لیکن ان کے متعلق ضرور کہہ سکتی ہوں جنہوں نے فوجی خدمات کے لیے دباؤ میں آنے سے انکار کر دیا ہے میں ان کے موقف کی حمایت کروں گی اور ان کے اس اقدام کی حمایت میں تمام دشواریوں میں ان کے شانہ بشانہ کھڑی ہوں گی۔

جب تک میں سپرنگ فیلڈ سے لوٹی جبری بھرتی کی مخالف لیگ منظم ہو چکی تھی اور ہارلیم ریور کسینو ایک بڑے جلسے کے لیے کرائے پر لیا جا چکا تھا جو ۱۸ مئی کو ہونا تھا۔ جنہوں نے کانفرنس میں شرکت کی تھی وہ رجسٹریشن سے متعلق میرے موقف سے متفق تھے۔

ہماری ان سرگرمیوں کے زمانے میں ساشا ایک سنگین حادثے سے دوچار ہو گیا۔ میں پھر سے مدر ارتھ کے دفتر کے عقب میں واقع چھوٹے سے کمرے میں قیام پذیر تھی جو ایک سو پچیسویں اسٹریٹ پر تھا۔ جبکہ ساشا اور فٹزی 'دی بلاسٹ' کا دفتر اس عمارت کی اوپر والی منزل پر اٹھا لے گئے تھے۔ پہلے یہ کمرے ہمارے دوست اسٹیورٹ کر کے تصرف میں تھے۔ وہاں ٹیلی فون نہ تھا اور یہ سہولت صرف میرے دفتر میں تھی اور ایک دن ساشا ایک کال کا جواب دینے کی عجلت میں پھسل گیا اور سیڑھی کے بالائی حصے سے لڑھک کر نیچے آ گیا۔ ڈاکٹری معائنے سے پتہ چلا کہ اس کے بائیں پاؤں کی اندرونی جھلی پھٹ چکی تھی اور طبیب نے اسے بستر پر لیٹے رہنے کا پابند کر دیا۔ ساشا کسی کی سننے کو روادار نہ تھا۔ فوری کام اس قدر زیادہ تھا اور تھوڑے سے کامریڈ میسر تھے جو کام کر سکتے تھے۔ وہ اس لیے آرام نہیں کر سکتا۔ اس نے جواب دیا۔ اگرچہ وہ شدید درد میں مبتلا تھا اور صرف بیساکھیوں کی مدد سے اچھل کود کر رہا تھا وہ پھر بھی مصر تھا کہ وہ ہارلیم ریور کسینو کی میٹنگ میں شریک ہوگا۔

مئی کی ۱۸ کو میں نے اور فٹزی نے تمام تر یا چلتر استعمال کر لیے جو ہمارے ذہن میں آئے تا کہ اپنے اپاہج کو گھر میں رکھا جا سکے لیکن اس نے ہمارے ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔ سیڑھیوں سے اترنے میں اس کی مدد ہمارے دو جسیم کامریڈ کر رہے تھے جنہوں نے اسے ٹیکسی میں لاد دیا اور یہی کارروائی ہال پر پہنچنے پر دھرائی گئی۔

لگ بھگ دس ہزار افراد سے ہال بھرا ہوا تھا ان میں بہت سے نئے رنگروٹ تھے اور ان کے ساتھ ان کی دوست عورتیں۔ بلاشبہ یہ اودھم مچانے والوں کا مجمع تھا۔ کئی سو پولیس والے اور جاسوس بھی پورے ہال میں پھیلے ہوئے تھے۔ جیسے ہی کارروائی کا آغاز ہوا چند نوجوان ''حب الوطن'' اسٹیج کے داخلے کے دروازے کی جانب بڑھنے کی کوشش کرنے لگے۔ ان کی کوشش ناکام بنا دی گئی کیونکہ ہم اس قسم کی صورتحال سے نمٹنے کے لیے تیار تھے۔

لیونارڈ ڈی۔ ایبٹ نے صدارت سنبھالی اور چبوترے پر ہیری وین بر گر لوئی فرینا' ساشا میں اور کئی دیگر جو جبری فوجی خدمت کے مخالف تھے موجود تھے۔ مختلف سیاسی نظریات کے حامل مرد اور عورتوں نے اس موقع پر ہمارے موقف کی حمایت کی۔ ہر مقرر نے نہایت سختی سے جبری بھرتی کے بل کی مذمت کی جو صدر کی دستخط کا منتظر تھا۔ ساشا بالخصوص شاندار ثابت ہوا۔ اس نے اپنی زخمی ٹانگ ایک کرسی پر رکھی اور اپنا ایک ہاتھ میز پر رکھ کر سہارا لیا اس کے لب و لہجے سے قوت اور مزاحمت جھلک رہی تھی۔ ایسا شخص جو ہمیشہ اپنے جذبات پر حاوی رہا ہو اس کا اس موقع پر اپنا توازن قائم رکھنا لاجواب تھا۔ اتنے بڑے مجمع میں شائید ہی کوئی متنفس ایسا ہو جسے اندازہ ہوا ہو کہ وہ کس تکلیف میں مبتلا تھا اور نہ ہی اس نے اپنی بے چارگی کو توجہ کے مستحق جانا کہ کیا ہم اس میٹنگ کو پرامن طریقے سے اختتام کو پہنچا پائیں گے۔ اس نے شروع سے آخر تک اپنی تقریر اس صفائی اور اتنے زوردار طریقے سے کی جیسی میں نے اس سے پہلے کبھی نہ سنی تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آنے والے زمانے کے ہیرو سابقہ تقریروں کے دوران میں خوب شور مچاتے رہے لیکن جب میں نے قدم رکھا تو شور وغوغا اپنے انتہا کو پہنچ گیا۔ وہ ہاؤ ہو کرنے لگے انہوں نے ''دی اسٹار اسپنگلڈ بینر'' گنگنا شروع کر دیا اور نہایت وحشت سے چھوٹے امریکی جھنڈے لہرانے شروع کر دیئے۔ اس شور شغب کے اوپر سے ہوتی ہوئی ایک رنگروٹ کی آواز آئی ''مجھے تقریر کا موقع دیا جائے'' پوری شام سامعین کے صبر کو بڑی گرانی سے مداخلت کرنے والوں نے آزمایا تھا۔ اب ہال کے ہر گوشے سے لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ہنگامہ کرنے والے سے کہا کہ یا تو وہ چپ ہو جائے یا ٹھوکر کھا کر باہر نکلنے کو تیار ہو جائے۔ مجھے معلوم تھا کہ کسی بھی ایسی صورت کا کیا انجام ہو سکتا ہے۔ جب کہ پولیس اس موقع کی منتظر ہے کہ ان حب الوطن بدمعاشوں کی مدد کو کود پڑے۔ میں نے مجمع سے درخواست کی کہ اس شخص کو بولنے کی اجازت دی جائے۔ ''ہم وہ لوگ ہیں جو یہاں اس لیے آئے ہیں تا کہ جبر کے خلاف احتجاج کریں اور اس کا مطالبہ کرنے آئے ہیں کہ ہمیں سوچنے کا حق ملنا چاہئے اور ضمیر کے مطابق عمل کرنے کا بھی'' اس لیے میں درخواست کرتی ہوں ''کہ ہمیں اپنے حریف کا بولنے کا حق تسلیم کر لینا چاہئے اور ہمیں خاموشی سے اس کی بات سننا چاہئے اور ہمیں اسے اسی احترام کا مستحق سمجھنا چاہئے جو ہم اپنے لیے مطالبہ کرتے ہیں۔ اس میں شبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اس نوجوان کو اپنے مقصد کے مبنی بر انصاف ہونے پر کوئی شک نہیں ہے جیسے ہمیں نہیں ہے اور اس کے لیے اس نے اپنی زندگی بھی وقف کر دی ہے۔ اس لیے میری تجویز ہے کہ ہم اس کی ظاہری نیک نیتی کے لیے بطور تحسین کھڑے ہو جائیں اور اس کی پوری بات خاموشی سے سنیں۔'' سارے سامعین اس کے لیے کھڑے ہو گئے۔

اس سپاہی نے غالباً اس سے پہلے اتنا بڑا مجمع نہ دیکھا تھا۔ وہ خوفزدہ ہو گیا اور کانپتی آواز میں بولنے لگا جو چبوترے تک بھی نہ پہنچ پا رہی تھی حالانکہ وہ اس کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ وہ کبھی ''جرمن پیسے'' کے مطابق ہکلاتا اور کبھی ''غداروں'' کے، جلد ہی وہ پریشان حال ہو گیا اور یکا یک چپ سادھ لی۔ پھر اپنے کامریڈوں کی جانب مڑا اور چلایا ''اوہ' یہ کیسی جہنم ہے تمہیں یہاں سے نکل جانا چاہئے!'' پوری ٹولی جلد ہی سرک گئی۔ وہ اپنے چھوٹے جھنڈے لہرا رہے تھے جبکہ قہقہے اور تالیاں ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

جلسے کے اختتام کے بعد گھر لوٹتے ہوئے ہمیں راستے میں اخبار فروش لڑکے چلاتے ہوئے ملے جو رات کا ضمیمہ فروخت کر رہے تھے...... جبری بھرتی کا بل اب قانون بن چکا ہے! رجسٹریشن کی تاریخ جون کی ۴ مقرر کی گئی ہے۔ میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اس دن امریکہ جمہوریت قبر میں اتاری جائے گی۔

ہم نے محسوس کیا کہ مئی ۱۸ ۱۹۱۸ء ایک اہم تاریخی عہد کے آغاز کا دن ہوگا۔ ساشا اور میرے لیے یہ دن گہرے ذاتی مفاہیم رکھتا تھا۔ یہ پنسلوانیا کے مغربی اصلاحی جیل سے اسے حیات نو ملنے والے دن کی بارہویں سالگرہ ہوگی۔ برس ہا برس میں یہ پہلا موقع تھا جب وہ اور میں ایک ہی شہر اور ایک ہی چبوترے پر یکجا ہوں گے۔

جوق در جوق آنے والے لوگ ہمارے دفتر کو صبح سے رات گئے تک گھیرے رہتے نوجوان اکثریت میں تھے اور جاننا چاہتے تھے کہ ہم مشورہ دیں کہ وہ رجسٹریشن کرائیں یا نہ کرائیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ ان میں کئی سرکاری کارندے بھی شامل تھے جنہیں اس لیے بھیجا گیا تھا کہ ہم انہیں اس کے خلاف مشورہ دے دیں۔ مگر ان میں سے اکثریت خوفزدہ نوجوانوں کی تھی' خوف سے بھرے جنہیں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں وہ ایسی بیچاری مخلوق تھی جنہیں جلد ہی مولوچ (ایسی دیوی جس پر بچوں کو قربان کیا جاتا تھا) پر بھینٹ چڑھایا جانے والا تھا۔ ہماری ہمدردیاں تو ان کے ساتھ تھیں مگر ہم یہ بھی محسوس کر رہے تھے کہ ہمیں یہ حق نہیں حاصل کہ ہم ان کے لیے اتنے اہم مسئلے پر فیصلہ کریں۔ ان میں سراسیمہ مائیں بھی شامل تھیں جو ہم سے منت سماجت کر رہی تھیں کہ ان کے بیٹوں کو بچایا جائے۔ وہ سینکڑوں کی تعداد میں آ رہے تھے' خط لکھ رہے تھے اور فون کر رہے تھے۔ سارا دن ہمارا فون بجتا۔ ہمارے دفاتر لوگوں سے بھرے رہتے۔ اور ملک کے گوشے گوشے سے ڈاک کے انبار چلے آ رہے تھے۔ جس میں ہم سے جبری بھرتی کی مخالف لیگ کے متعلق معلومات مانگی جاتیں۔ اس میں ہم سے عہد کیا جاتا کہ وہ ہماری حمایت کریں گے اور ہم پر زور دیا جاتا کہ ہم اپنا کام جاری رکھیں۔ اسی چیخ و پکار میں ہمیں مدر ارتھ اور دی بلاسٹ کے تازہ شماروں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے کا پیاں تیار کرنا پڑتیں۔ اپنا منشور لکھنا ہوتا اور اپنے گشتی مراسلے بھیجنے ہوتے جن میں آئندہ میٹنگ کی تاریخ کا اعلان کیا جاتا۔ رات گئے جب ہم کچھ نیند لینے کی کوشش میں ہوتے تو اخباری نمائندے ہمیں بستر میں سے کھینچ کر نکال لیتے اور ہم سے ہمارے اگلے اقدام کے متعلق دریافت کرتے۔

جبری بھرتی کی مخالف میٹنگیں نیویارک کے باہر بھی منعقد ہو رہی تھیں اور میں جبری بھرتی کی مخالف لیگ کی شاخیں قائم کرنے میں مشغول تھی۔ فیلڈیلیفا میں ایسی ہی ایک میٹنگ میں پولیس ڈنڈے لہراتی ہوئی داخل ہوئی اور دھمکی دی کہ اگر میں نے جبری بھرتی کا ذکر کیا تو وہ سامعین کو ٹھکائی کر دے گی۔ میں نے اس آزادی کے متعلق بات شروع کر دی جو روس کے عوام الناس نے حال ہی میں حاصل کی تھی۔ جلسے کے اختتام پر پچاس افراد ایک نجی جگہ پر جمع ہوئے جہاں ہم نے جبری بھرتی کے خلاف لیگ کو منظم کیا۔ ایسے ہی تجربات سے ہمیں دوسرے شہروں میں پالا پڑا۔

ہارلیم ریور کیسینو کے جلسے کے ایک ہفتے کے بعد مجھے ٹام موُنی کا ایک تار ملا جس میں کسی مزید قانونی کارروائی سے ناامیدی ظاہر ہوتی تھی اور مجھ پر زور دیا گیا تھا کہ میں ملک کے لوگوں سے اپیل کروں۔ اس کا تار اس مضمون کا تھا۔

سان فرانسسکو

۱۹۱۷/۵/۲۵ء

سپریم کورٹ نے آج آکسمین کے مقدمے کی سماعت کی۔ چیف جسٹس انجیلوٹی نے کہا کہ آکسمین کا جرم شبہ سے بالاتر ہے۔ سان فرانسسکو کی لیبر کونسل اور بلڈنگ ٹریڈ کونسل کی مقرر کردہ خصوصی کمیٹی کے ارکان خود اٹارنی جنرل کے سامنے پیش ہوئے اور یہ جواب مانگا کہ جج گرفن کی درخواست پر میرے مقدمے پر اپنی رائے دے۔ اور تسلیم کرے کہ میرے معاملے میں سہو ہوا ہے۔ اٹارنی جنرل نے اس پر کہا کہ ریکارڈ یہ کہیں نہیں ظاہر کرتا کہ اس میں کوئی غلطی ہے اور اس لیے اس کا اعتراف کرنا ممکن نہ ہوگا۔

زوردار تشہیر' عفریتی مظاہرے' درکار نتائج کے لیے انتہائی ضروری ہیں۔ کیلی فورنیا کا الزام دھر کر قتل کر دینے والے قانون کا حامی گروہ جان کی بازی لگا کر لڑ رہا ہے کہ ان کی جان بچ جائے۔

اس میں کسی بھی نئے مقدمے کی گنجائش نہیں رہ جاتی جب تک کوئی غیبی واقعہ نہ در پیش آئے۔ ان حقائق کی پوری تشہیر ہونا چاہیے۔

ٹوم موُنی

وارن کے بلنگز کا جیوری سے ماخوذ ہو جانا جبکہ اس کی معصومیت کے حتمی ثبوت بھی موجود تھے' وکلاء صفائی کو مجبور کیا کہ وہ استغاثہ کے گواہوں پر جرح کریں۔ فی الواقع ان میں سے ہر ایک ڈسٹرکٹ اٹارنی چارلس فکرٹ کا زرخرید پرزہ ثابت ہوا۔ اور ان میں سے متعدد نے اعتراف بھی کر لیا کہ ان کی شہادت کو ریاست نے دھمکی/رشوت سے خریدا ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ جیوری بھی گڑبڑ کا آمیزہ تھی کیونکہ اسے بگاڑنے میں چیمبر آف کامرس کے گماشتوں کا ہاتھ تھا۔ اب اتنی دیر ہو چکی تھی کہ بلنگز کو بچانا دشوار تھا۔ لیکن اس نے فریق صفائی کو ایک تنبیہ کر دی کہ وہ ٹوم موُنی کے سلسلے میں کیسی توقعات رکھے۔

فکرٹ نے محسوس کیا کہ اس کے چند پرانے گواہ حلف اٹھانے کے باوجود جھوٹ بولنے کے سلسلے میں رسوا ہو چکے ہیں اور دیگر سیاسی طوائفیں بھی جنہیں موُنی کے خلاف نہیں استعمال کیا جا سکتا۔ اس لیے اس نے دوسرے لوگوں کو جو ان ہی کے ہم پلہ تھے تیار کیا ان میں سب سے زیادہ ممتاز کوئی فرینک سی آکسمین تھا ایک مبینہ مغربی چرواہا یہ صرف آکسمین کی گواہی پر ہوا کہ موُنی کو ماخوذ کر لیا گیا۔ اس نے شہادت دی کہ وہ 'تیاری کے دن' سان فرانسسکو میں موجود تھا۔ اور اس نے موُنی کو شناخت کیا کہ یہی وہ شخص ہے جسے اس نے ایک بکس رکھتے ہوئے دیکھا تھا (جو ہو نہ ہو دھماکہ خیز مواد کا تھا)۔ یہ ایک کوچے کے کنارے پر ہوا جو پریڈ کے راستے میں پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ آکسمین کا تحریر کردہ خط جو اس کے دوست ایف۔ ای۔ ریگال کے نام تھا پیش کیا گیا جس میں اس نے اس پر زور دیا تھا کہ وہ ''معقول رقم'' حاصل کرنے کے لیے چلا آئے اور موُنی کے خلاف گواہی دے۔ اس وقت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ریگال نیا گرافالز میں مقیم تھا اور سان فرانسسکو کبھی نہ آیا تھا۔ آ کسمین کی حلفیہ کذب بیانی اتنی موثر تھی کہ ڈسٹرکٹ اٹارنی فکرٹ کو مجبوراً اس پر مقدمہ قائم کرنا پڑا۔ ان تمام واقعات کے ظہور پذیر ہونے کے باوجود اور ابتدائی سماعت کے جج فرینکلن اے گریفن کے تسلیم کر لینے کے باوجود کہ موئی کو جھوٹی شہادت پر ماخوذ کیا گیا ہے۔ سپریم کورٹ آف کیلی فورنیا نے مداخلت کرنے سے انکار کر دیا۔ موئی کا مقدر موت تھی!

ساشا کی موئی کے لیے ملک گیر مہم جو سال بھر پہلے شروع کی تھی وہ اب ثمر آور ہوتی جا رہی تھی۔ معاملے کو ریڈیکل اور ترقی پسند محنت کش تنظیموں نے پورے ملک میں اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا یوں کئی لبرل تنظیمیں اور بارسوخ افراد بھی اس میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ سزا یافتہ شخص کو پھانسی کے پھندے سے بچانے کا کام بغیر کسی خلل کے جاری رہا۔

میڈیسن اسکوائر گارڈن پر منعقد ہونے والی امن کی میٹنگ جسے انتہائی ریڈیکل جنگ مخالف تنظیموں نے جون کی پہلی کو منعقد کیا اس میں ہمارے کئی نوجوان کامریڈ اس اعلان کے پرچے تقسیم کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیے گئے کہ ایک میٹنگ ۴ جون کو ہنٹس پوائنٹ پیلس پر منعقد ہونے جا رہی ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی ہم نے ڈسٹرکٹ اٹارنی کو ایک خط بھیجا اور ہم نے اس معاملے کی پوری ذمے داری قبول کر لی جس کا ارتکاب گرفتار شدہ لڑکوں نے کیا تھا ہم نے اس جانب اشارہ کیا کہ دستی اشتہار تقسیم کرنا اگر جرم ہے تو ہم جو اس کے مصنف ہیں تو اصل مجرم تو ہم ہوئے۔ خط پر ساشا اور میں نے دستخط کیے۔ اور ہم نے فوری جواب حاصل کرنے کے لیے ایک خصوصی جوابی ٹکٹ اس پر چسپاں کر دیا۔ لیکن کوئی جواب نہ آیا اور نہ ہی ہمارے خلاف کوئی کارروائی کی گئی۔

گرفتار شدہ لڑکوں میں مورس بیکر، لوئی کریمر، جوزف واکر اور لوئی اسٹنبرگ شامل تھے۔ ان پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ وہ یہ سازش کر رہے تھے کہ لوگ جبری بھرتی کے قانون کی حکم عدولی کریں ان کا مقدمہ وفاقی جج جولیس ایم میر کے سامنے پیش ہوا۔ کریمر اور بیکر پر الزام ثابت ہو گیا اور جیوری نے آخر الذکر سے رعایت برتی۔ جج کے نزدیک رعایت کا مطلب تھا مدعا علیہ کو فحش کلامی کے ذریعے لعنت ملامت۔ اس نے کریمر کو ایک بزدل کہا اور قانون میں موجود انتہائی سزا سنائی جو اٹلانٹا میں واقع وفاقی اصلاح خانے میں دو سال کی قید اور دس ہزار ڈالر جرمانہ۔ بیکر کو ایک برس اور آٹھ ماہ اور اتنی ہی رقم کا بھاری جرمانہ عائد کیا گیا۔ دو دوسرے لڑکے اسٹرنبرگ اور واکر کو بری کر دیا گیا۔ ہیری وین برگر نے اپنے معمول کے مطابق ان کی صفائی پیش کی اور بعد میں ان کی طرف سے مرافعہ بھی کیا۔ لوئی کریمر جن دنوں ٹومبس میں اٹلانٹا کے تبادلے کا منتظر تھا تو اس نے بھرتی کے لیے رجسٹریشن کرانے سے انکار کر دیا جس پر اسے ایک سال مزید کی سزا سنا دی گئی۔

مدر ارتھ کا ماہ مئی کا شمارہ سیاہ حاشیے کے ساتھ شائع ہوا۔ اس کے پہلے صفحے پر ایک کلس بنا ہوا تھا اور اس پر یہ عبارت درج تھی ''امریکی جمہوریت...... کی یاد میں'' رسالے کا تیرہ و تار لباس زوردار اور موثر تھا۔ الفاظ اس فصاحت سے امریکہ کے بدل جانے کے المیے کو نہیں بیاں کر سکتے تھے جو کبھی آزادی کا مشعل بردار تھا اور آج اپنے سابق آدرش کا گورکن بن چکا تھا۔

ہم نے اس شمارے کو مزید دبیز بنانے کے لیے چادر سے باہر پاؤں پھیلا دیئے۔ ہم اس کا ایک نسخہ ہر وفاقی وزیر کو ڈاک کے ذریعے بھیجنا چاہتے تھے اور ہر مدیر کو جو اس ملک میں تھا اور اس رسالے کو نوعمر محنت کشوں اور کالج کے طلباء میں تقسیم کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بیس ہزار نسخے تو ہماری ضرورتیں ہی بہ مشکل پوری کر پاتے تھے۔ ہمیں آج اپنی غربت کا پہلے سے بھی سے زیادہ احساس ہوا۔ خوش قسمتی سے ایک خلاف توقع حلیف ہماری مدد کو آ پہنچا۔ وہ تھے نیویارک کے اخبارات! انہوں نے جبری بھرتی کے مخالف ہمارے منشور کو من و عن دوبارہ شائع کر دیا تھا اور کچھ نے تو پورا متن شائع کر دیا اور یوں کروڑوں قارئین کی توجہ کا سبب بنا دیا۔ اس مرتبہ پھر انہوں نے ہمارے جون کے شمارے کو حرف بہ حرف شامل کر لیا اور اپنے اداریوں میں اس کے مندرجات پر تبصرہ کیا۔

ملک بھر کے اخبارات نے ہماری مزاحمت اور صدارتی حکم سے سرتابی پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے۔ ہم نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھی ان کی مدد کی ستائش کی جن کی وجہ سے ہماری آواز طول وعرض میں گونج رہی تھی۔ یہ وہی آواز تھی جس کی کل تک کوئی شنوائی نہ ہوتی تھی۔ اتفاق کی خوبی کہ ان اخبارات نے ہماری ۴ جون کو منعقد ہونے والی میٹنگ کی بھی خوب تشہیر کی۔

ہماری مصروف اور جذبات انگیز زندگی ساشا کی صحت یابی کی رفتار سے مطابقت نہ رکھتی تھی۔ وہ اب بھی شدید تکلیف اور بے چینی محسوس کرر ہا تھا۔ اسے اپنا زیادہ تر تحریری کام بستر میں لیٹے لیٹے کرنا پڑتا یا پھر اپنی ٹانگ کو ایک کرسی پر پھیلا کر۔ وہ بہ مشکل بیساکھیوں کی مدد سے اچھل کود کر پاتا۔ لیکن وہ اب بھی بضد تھا کہ وہ جلسہ عام میں شرکت کرے گا۔ ہمیں معلوم تھا کہ وہ شدید تکلیف میں تھا لیکن وہ مذاق کرتا رہتا اور فٹزی اور میرا مضحکہ اڑاتا رہتا کیونکہ ہم لوگ ''بہت ہنگامہ کرر ہے ہیں۔''

جب ہم ہنٹ پوائنٹ پیلس سے کوئی ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہوں گے کہ یکا یک ہماری ٹیکسی رک گئی۔ ہمارے سامنے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع تھا۔ اور جہاں تک نگاہ جاتی تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ ایسی جھومتی خلقت تعداد میں لاکھ سے اوپر تھی۔ دونوں کناروں پر گھڑ سوار اور پا پیادہ پولیس ایستادہ تھی اور خاکی وردی میں ملبوس سپاہیوں کی تعداد لاتعداد۔ وہ چیخ چیخ کر احکام دے رہے تھے۔ گالیاں بک رہے تھے اور مجمعے کو دھکے دے کر کنارے سے سڑک پر پہنچا دیتے اور کبھی کناروں پر واپس۔ ٹیکسی جنبش نہیں کر سکتی تھی اور یہ کام تقریباً ناممکن لگتا تھا کہ ساشا کو بیساکھیوں پر ہال پہنچایا جائے۔ اب ہم کو مجبوراً ایک چکر دار راستہ اختیار کرنا پڑا جو قدرے خالی تھا یہاں تک کہ ہم ہال کے عقبی دروازے تک پہنچ گئے۔ وہاں ہمارا آمنا سامنا بہت سی گشت کرنے والی گاڑیوں سے ہوا جن پر سرچ لائٹ اور مشین گنیں نصب تھیں۔ وہ افسران جو اسٹیج کے دروازے پر تعینات تھے ہم کو نہ پہچانے اور ہمیں داخل ہونے سے روک دیا۔ ایک اخباری نمائندے نے پولیس دستے کے انچارج کے کان میں سرگوشی کی ''بھئی ٹھیک ہے'' وہ چیخا ''لیکن ان کے علاوہ کسی اور کو داخل نہ ہونے دیا جائے گا۔ عمارت میں گنجائش سے زیادہ مجمع ہے۔''

انچارج جھوٹا تھا ہال تو بہ مشکل آدھا بھرا تھا۔ پولیس لوگوں کو آنے سے روک رہی تھی اور شام کے سات بجے انہوں نے دروازے مقفل کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ جس وقت وہ کارکنوں کو داخل ہونے کے حق سے محروم کر رہے تھے اسی وقت وہ لاتعداد نشے میں دھت ملاحوں اور سپاہیوں کو ہال میں گھسنے دے رہے تھے۔ بالکونی اور اگلی نشستیں ان سے پر تھیں۔ وہ زور زور سے بول رہے تھے بازاری جملے چست کر رہے تھے چیخ رہے تھے مضحکہ اڑا رہے تھے اور دیکھا جائے تو ان کا رویہ بالکل ایسا تھا جیسا کہ ان لوگوں پر لازم آتا ہے جو دنیا کو ایسی جگہ بنانے میں مصروف ہوں جہاں جمہوریت محفوظ ہوگی۔

اسٹیج کے عقب میں جو کمرہ تھا اس میں محکمہ انصاف کے اہلکار براجمان تھے جو فیڈرل اٹارنی آفس کے ارکان تھے۔ امریکہ کے مارشل اور ''انارکسٹ دستے'' کے جاسوس اور مخبرین۔ منظر تو یہ ظاہر کرتا تھا جیسے خونریزی کی تیاری ہے۔ نظم ونسق کے نمائندہ لگتا تھا جیسے مسائل پیدا کرنے پر کمر بستہ ہیں۔

ہال میں موجود ''اجنبی دشمن'' اور چبوترے پر جو مرد و زن بیٹھے تھے وہ تعلیم آرٹ اور ادب کے ممتاز خواتین وحضرات تھے۔ ان میں سے ایک ممتاز فرد آئرش باغی شیہی اسکیفنگٹن تھی۔ جو اس امن پسند مصنف کی بیوہ تھی جو گزشتہ سال ڈبلن کی شورش میں قتل کر دیا گیا تھا۔ وہ امن کا شیدائی اور آزادی اور انصاف کا پر فصیح وکیل تھا۔ یہ ایک شیریں اور نیک مزاج خاتون ہے۔ اس کی ذات میں ہمارے اجتماع کی روح حلول کیے تھی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسانی زندگی اور آزادی کے لیے احترام اور جس کا اظہار اس شام عوامی جذبات کی صورت میں ہونے والا تھا۔

جب جلسے کا آغاز ہوا اور لیونارڈ۔ ڈی۔ ایبٹ کرسی پر جلوہ افروز ہوا تو ملاحوں نے اس کا خیر مقدم میاوں میاوں کی آوازوں، سیٹیوں اور جوتوں کی ایڑی بجا کر کیا۔ مطلوبہ نتائج نہ حاصل ہونے پر گیلری میں بیٹھے ہوئے وردی میں ملبوس لوگوں نے اسی عمارت سے اتارے ہوئے بلب اسٹیج پر پھینکنے شروع کر دیئے۔ کئی بلب ایک پھول دان سے ٹکرائے جس میں سرخ رنگ کے پھولوں کے گلدستے رکھے تھے۔ یہ گلدان اور پھول فرش پر گرے اور چکنا چور ہو گئے۔ افراتفری بڑھی۔ سامعین برہم ہو کر کھڑے ہو گئے اور پولیس سے مطالبہ کرنے لگے کہ ان بدمعاشوں کو باہر نکال دے۔ جان ریڈ جو ہمارے ساتھ تھا اس نے پولیس کیپٹن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے کہا کہ وہ ان گڑبڑ کرنے والوں کو باہر کا راستہ دکھائے۔ لیکن اس اہلکار نے مداخلت کرنے سے انکار کر دیا۔

چیئر مین کی متواتر درخواستوں کے بعد جس کی سامعین میں سے چند خواتین نے حمایت کی قدرے خاموشی پیدا ہو گئی۔ جو زیادہ دیر تک نہ رہی۔ ہر مقرر کو اسی آزمائش سے گزرنا پڑتا۔ جو سپاہی بننے والے تھے ان کی ماؤں تک نے اپنی کوفت اور غضب ظاہر کیا تھا ان کا بھی چچا سام کے ہوشوں نے مذاق اڑایا۔

اسٹیلا سامعین میں بیٹھی ہوئی ماؤں میں سے ایک تھی جو خطاب کر رہی تھی۔ یہ اس کے لیے پہلا موقع تھا کہ اسے ایسے مجمع سے خطاب کرنا پڑ رہا تھا اور ذلت برداشت کرنا پڑ رہی تھی۔ اس کا اپنا بیٹا ابھی اس عمر کو نہ پہنچا تھا کہ جبری بھرتی کے قانون کے شکار بن جاتا اس کے باوجود وہ دوسروں کے مصائب اور غم بانٹ لینا چاہتی تھی جو کم خوش قسمت والدین تھے۔ اور وہ ان لوگوں کے دل کی آواز بن کر احتجاج کر رہی تھی جنہیں اپنی بات کہنے کی سہولت حاصل نہ تھی۔ وہ ہلڑ بازی کے باوجود ثابت قدم رہی اور سامعین کو اپنے ساتھ لیکر چلتی رہی جس کا سبب تقریر میں پایا جانے والا ولولہ اور جوش تھا۔

اگلا مقرر ساشا تھا۔ دیگر اس کے بعد میں آتے اور آخر میں مجھے بولنا تھا۔ ساشا نے چبوترے تک آنے کے لیے مدد لینے سے انکار کر دیا۔ یہ آہستگی اور بدقت وہ کئی سیڑھیاں چڑھا اور پھر اسٹیج کے سامنے سے چلتا ہوا اس کرسی تک پہنچا جو اس کے بیٹھنے کے لیے بچھائی گئی تھی جس پر نیچے سے روشنی پڑ رہی تھی۔ ۱۸ مئی کی طرح پھر سے اسے ایک ٹانگ پر کھڑا ہونا پڑا جبکہ دوسری لات ایک کرسی پر رکھی تھی اور وہ خود کو سہارا دینے کے لیے ایک ہاتھ میز پر رکھے تھا۔ وہ تن کر کھڑا ہو گیا اس کا سر بالکل سیدھا تھا اور دانت پر دانت جمے ہوئے تھے اس کی آنکھیں بالکل صاف تھیں اور گڑبڑ کرنے والوں پر جمی ہوئی تھیں۔ سامعین اٹھ کھڑے ہوئے اور ساشا کا خیر مقدم کرنے کے لیے دیر تک تالیاں بجاتے رہے۔ یہ ان کی جانب سے اس کی علامتی ہمت افزائی تھی کہ اس نے اپنی تکلیف کے باوجود وہاں آنے کی ہمت کی۔ اس جوش وخروش کے مظاہرے سے لگا جیسے حب الوطنوں کو مشتعل کر دیا ہو جن میں سے اکثریت بظاہر نشے کے اثر میں تھی۔ از سر نو چیخ وپکار شروع ہو گئی سیٹیاں' ایڑیوں کی کھٹا کھٹ اور ان عورتوں نے ہسٹریائی چیخوں سے ساشا کا استقبال کیا جو اپنے سپاہی پیشہ ساتھیوں کے ہمراہ آئی تھیں۔ اس شور وغوغا کے اوپر سے ایک پھٹی ہوئی آواز آئی ''بالکل نہیں! ہم بھر پائے'' لیکن ساشا کہاں دبنے والا تھا۔ وہ بولتا گیا اور اس کی آواز بلند سے بلند تر ہوتی گئی۔ ان شہدوں کو جھڑکتا رہا' ابھی ان سے بحث کرنے لگتا اگلے ہی لمحے ان کو پھٹکارنے لگتا۔ یوں لگتا جیسے اس کی زبان سے وہ مرعوب ہو رہے ہوں۔ وہ چپ ہو گئے اس کے بعد اچانک ایک ہٹا کٹا وحشی سامنے کھڑا ہو گیا اور چلایا ''ہمیں چبوترے پر دھاوا بول دینا چاہئے! ہمیں اس بے کار شخص کو دبوچ لینا چاہئے!'' ایک لمحے میں سامعین اٹھ کھڑے ہوئے۔ کچھ دوڑے تاکہ اس سپاہی کو پکڑ لیں اور میں ساشا کی جانب بڑھی اور پوری قوت سے چلائی دوستو' دوستو...... ٹھہرو، ٹھہرو! میرے یکا یک نمودار ہونے سے سب کی نگاہیں ہماری جانب مرکوز ہو گئیں۔ ''سپاہیوں اور ملاحوں کو یہاں اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ گڑبڑ پیدا کریں' میں نے لوگوں کو متنبہ کیا' اور پولیس ان سے ملی ہوئی ہے۔ اگر ہم گرمی کھا گئے تو یہاں خوں ریزی ہو سکتی ہے اور یہ ہمارا خون ہو گا جسے یہ بہائیں گے! اس پر لوگوں نے چلا کر جواب دیا ''یہ ٹھیک کہتی ہے! یہ سچ ہے!'' میں نے موقع کے درمیان لمحے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا ''تمہاری یہاں موجودگی'' میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''اور ہال کے باہر لاتعداد لوگوں کا وجود اور جو لفظ وہ سن پا رہے ہیں اس پر ان کا داد دینا یہ باور کرانے والا ثبوت ہے کہ تم تشدد پر یقین نہیں رکھتے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمہاری دانست میں جنگ ایک شیطانی خونریزی ہے۔ جنگ بالارادہ قتل وغارت گری ہے سنگ دلی ہے اور معصوم لوگوں کی جانیں لیتی ہے۔ نہیں' یہ ہم لوگ نہیں ہیں جو یہاں بلوہ کرنے آئے ہیں۔ ہمیں اس فتنہ انگیزی پر مشتعل نہ ہونا چاہئے۔ مسلح پولیس' مشین گنوں اور وردی میں چھپے فسادیوں کے برعکس ذہانت اور یقین محکم کہیں زیادہ ہوشمندی کا راستہ ہے۔ آج کی رات جس کا ہم نے مظاہرہ بھی کیا ہے یہاں کئی مقررین منتظر ہیں جن میں کئی ممتاز امریکی نام شامل ہیں لیکن نہ ہی وہ اور نہ میں کسی ایسی نکتے کا اضافہ کر سکتے ہیں۔ جیسی لاجواب مثال آپ نے قائم کی ہے۔ اس لیے میں جلسے کے اختتام کا اعلان کرتی ہوں قطار بنا کر باہر نکلیے' ہمارے ولولہ خیز انقلابی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نغمے گاتے جایئے اور سپاہیوں کو ان کے المناک انجام کے لیے چھوڑ دیجئے جسے سمجھنے سے وہ فی الحال قاصر ہیں۔"

انٹرنیشنل (انقلابی گیت) کا ہمہمہ سامعین کے نعروں کی وجہ سے طاری وساری ہو گیا اور گانے کی تان کو باہر موجود لاتعداد گلوں نے اور اونچا کر دیا۔ بڑے صبر سے وہ پانچ گھنٹے سے کھڑے تھے اور ہر لفظ جوان کے کان تک کھلی کھڑکیوں سے پہنچ سکا اس نے ان کے دلوں میں طاقتور بازگشت پیدا کی۔ پورے جلسے کے دوران میں ان کی کڑک دار تحسین وآفرین ہم تک پہنچتی رہی اور اب ان کی پُرمسرت نغمہ سرائی بھی۔

کمیٹی روم میں دی نیویارک ورلڈ کا نامہ نگار میری جانب دوڑتا ہوا آیا "تمہاری حاضر دماغی نے معاملے کو بگڑنے سے بچالیا" اس نے مجھے مبارک باد دی۔ "لیکن اپنے اخبار میں تم کیا لکھو گے؟" میں نے پوچھا "کیا تم یہ بتاؤ گے کہ سپاہیوں نے کتنا غدر برپا کرنے کی کوشش کی تھی' اور پھر پولیس نے انہیں روکنے سے بھی انکار کر دیا تھا؟" اس نے کہا کہ وہ ایسا ہی کرے گا' لیکن مجھے یقین تھا کہ کبھی بھی سچا ماجرا نہ چھپے گا چاہے یہ بے چارا سچ لکھ کر دینے کی بھی ہمت کرے۔

اگلی صبح میں "دی ورلڈ" نے دعویٰ کیا کہ جبری بھرتی کی مخالف لیگ کے جلسے میں فساد ہو گیا جو ہنٹ پوائنٹ پیلس پر منعقد ہوا تھا۔ بہت سے گھائل ہوئے اور بارہ گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ وردی پوش سپاہیوں نے مقررین کا مضحکہ اڑایا۔ جلسہ ملتوی ہونے کے بعد بغلی کوچوں میں فساد برپا ہو گیا۔

مبینہ فساد اخباری اداریئے کی تخلیق تھا جس کا صریحی مقصد جبری بھرتی کے خلاف ہونے والے مزید احتجاجوں کو بند کرنا تھا۔ انہوں نے ہال کے تمام مالکان کو احکام جاری کر دیئے کہ وہ اپنی سہولتیں کسی ایسے جلسے کے لیے کرائے پر نہ دیں جن سے الیگزینڈر برکمین یا ایما گولڈ مان خطاب کرنے والے ہوں۔ ان جگہوں کے مالکان جنہیں ہم برسوں سے استعمال کر رہے تھے ان میں بھی حکم عدولی کرنے کی ہمت نہ تھی۔ انہیں افسوس ہے انہوں نے کہا انہیں گرفتاری سے نہیں ڈر لگتا ہے لیکن سپاہیوں نے انہیں اور جائیداد کو تباہ کر دینے کی دھمکی دی ہے۔ ہم نے فارورڈ ہال حاصل کر لیا جو مشرقی براڈوے پر ہے اور جو جیوش سوشلسٹ پارٹی کی ملکیت تھا۔ یہ ہمارے مقصد کے لیے چھوٹا تھا اور اس میں بمشکل ہزار آدمیوں کی گنجائش تھی لیکن پورے نیویارک میں اس کے علاوہ کوئی اور جگہ نہیں مل رہی تھی۔ امن کے پجاریوں اور فوج مخالف تنظیمیں مارے خوف کے سناٹے میں آ چکی تھیں جو رجسٹریشن بل کی منظوری کا نتیجہ تھا اور اسی بات نے ہم پر دوہری مجبوری ڈال دی کہ ہم اپنا کام جاری رکھیں۔ ہم نے چودہ جون کو ایک بڑے جلسے کا اعلان کر دیا۔

یہ ہمارے لیے ضروری نہ تھا کہ ہم اس کا اعلان چھاپیں۔ ہم نے محض اخبارات کو اطلاع دے دی اور باقی سب کچھ انہوں نے کر دیا۔ انہوں نے ہماری ڈھٹائی کی مذمت کی کہ ہم جنگ مخالف سرگرمیوں میں لگے ہوئے تھے اور انہوں نے حکام پر بھی کڑی تنقید کی جو ہمیں روکنے میں ناکام رہے تھے۔ جب کہ حقیقت یہ تھی کہ پولیس دن رات جبری بھرتی سے بچنے والوں کی سرراہ پکڑ دھکڑ کر رہی تھی۔ انہوں نے ہزاروں کو حراست میں لے لیا لیکن اس تعداد سے بھی زیادہ لوگ بھرتی ہونے سے انکار کر رہے تھے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ بتایا جائے کہ امریکیوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے مردانہ وار حکومتی حکم کی سرتابی کی۔ ہمیں اپنے ذرائع سے پتہ چل رہا تھا کہ ہزاروں جوانوں نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ وہ اپنے کاندھے پر اس لیے بندوق نہ لٹکائیں گے تاکہ ان معصوم لوگوں کے خلاف داغیں جو عالمگیر قتل عام میں ان ہی کی طرح معصوم تھے۔

ایک دن جب میں اپنی سیکریٹری کو خطوط کا املا لکھا رہی تھی ایک بوڑھا شخص مدرارتھ کے دفتر میں داخل ہوا اور برکمین کے متعلق پوچھنے لگا۔ ساشا اس وقت عقبی کمرے میں مصروف تھا۔ میں کام میں مستغرق تھی اس لیے مجھے یہ خیال بھی نہ رہا کہ آنے والے سے بیٹھنے کو کہتی اور میں نے پیچھے کی جانب اشارہ کر دیا۔ یہ اس کا اشارہ تھا کہ وہ وہاں داخل ہو سکتا ہے۔ چند ہی منٹ کے اندر ساشا نے مجھے بلایا۔ اس نے نو وارد سے میرا یہ کہہ کر تعارف کرایا کہ جیمز ہال بیک سے ملو جو برسوں سے مدرارتھ اور دی بلاسٹ کا خریدار چلا آ رہا ہے جس سے وہ سان فرانسسکو میں مل چکا تھا۔ میں اس کے نام سے مانوس تھی اور یہ بھی یاد آ رہا تھا کہ یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شخص ہماری اپیلوں پر بہ عجلت دستگیری کرتا تھا۔ ساشا نے مجھے بتایا کہ کامریڈ ہمارے آدرش کے لیے عطیہ دینا چاہتا ہے۔ ہمیں اپنی مہم کے لیے رقم کی سخت ضرورت تھی اور میں اس پر بہت خوش ہوئی کہ کوئی ہماری دستگیری کے لیے آگے بڑھا تھا۔ میں نے ہال بیک کا جس لاتعلقی سے استقبال کیا تھا اس پر مجھے اس وقت قدرے خجالت ہوئی جب اس نے مجھے ایک چیک حوالے کیا۔ میں نے یہ کہہ کر معذرت چاہی کہ ہم لوگ بہت مصروف تھے لیکن اس نے مجھے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ وہ سمجھتا ہے اور میں کوئی فکر نہ کروں۔ وہ ذرا جلدی میں ہے' اس نے کہا اور خدا حافظ کہہ کر تیزی سے رخصت ہو گیا۔ جب میری نظر چیک پر پڑی تو میں بھونچکی رہ گئی کہ وہ تین ہزار ڈالر کا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ بڑے میاں کامریڈ سے غلطی سرزد ہوئی ہے اور میں اسے بلانے کے لیے دوڑی۔ اس نے جواب میں سر ہلا کر کہا اور مجھے اطمینان دلانے کے لیے کہنے لگا کہ اس سے کوئی چوک نہیں ہوئی تھی۔ جس پر میں نے اس سے التجا کہ وہ ہمارے دفتر کا چکر لگائے اور اپنے متعلق کچھ اور بتائے۔ میں اس سے یہ رقم اس وقت تک قبول نہیں کر سکتی جب تک وہ یہ نہ بتائے گا کہ آیا باقی زندگی گزارنے کے لیے اس کے پاس کافی رقم ہے۔

اس نے بتایا کہ کوئی ساٹھ برس پہلے وہ سویڈن سے ہجرت کر کے امریکہ آیا تھا۔ اور وہ نوجوانی ہی سے باغی ہے۔ ہمارے شکاگو کے کامریڈوں کے عدالتی قتل نے اسے انارکسٹ بنا دیا۔ کوئی چوتھائی صدی سے وہ کیلی فورنیا میں شراب کشید کرنیوالے انگور کا کاشتکار ہے اور اس نے کچھ رقم پس انداز کر رکھی ہے۔ اس کی ضرورتیں محدود ہیں۔ اور اس کا ریاست ہائے متحدہ میں کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے نہ ہی اس نے کبھی شادی کی۔ سابق وطن میں اس کی تین بہنیں خوشحال ہیں اور وہ بھی اس کی موت کے بعد معمولی سا ترکہ پائیں گی۔ وہ بھی جبری بھرتی کے خلاف مہم کا بہت حامی ہے اور چونکہ ضعیفی کی وجہ سے عملاً حصہ نہیں لے سکتا اس لیے اس نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کام کے لیے کچھ رقم ہمیں سونپ دے گا۔ اب ہمارے پاس اس چیک کو قبول کرنے کے لیے کوئی عذر نہ بچا تھا۔ اس نے ہمیں مزید اطمینان دلایا ''میں اسی برس کا ہوں'' اس نے کہا اور اب میں زیادہ نہ جیوں گا۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں جو کچھ نکال سکتا ہوں اس سے ہمارے آدرش کو فائدہ پہنچنا چاہئے جس میں میں زندگی بھر یقین رکھتا رہا ہوں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میری موت کے بعد اس سے ریاست یا کلیسیا کو کوئی فائدہ پہنچے۔ ہمارے محترم کامریڈ کے اطوار نہایت سادہ تھے۔ اس کی ہمارے کام سے لگن اور اظہار فیاضی نے ہمیں بے حد متاثر کیا جس کا کھوکھلے لفظوں سے شکریہ نہیں ادا کیا جا سکتا تھا۔ جب ہم نے مصافحہ کیا تو ہماری تحسین اس میں پنہاں تھی اور وہ اتنے ہی دبے پاؤں وہاں سے رخصت ہوا جس بے طمطراقی سے اس کی آمد ہوئی تھی۔ اس کا چیک بینک میں جمع کرا دیا گیا جو جنگ مخالف سرگرمیوں میں کام آئے گا۔

جون کی ۱۴ آ گئی جو ہمارے فارورڈ ہال میں جلسے کا دن تھا۔ سہ پہر میں دیر گئے مجھے کسی نے فون پر بلایا اور ایک اجنبی آواز میں اس نے تنبیہہ کی کہ میں جلسے میں شرکت نہ کروں۔ اس شخص کو میرے قتل کے منصوبے کی سن گن مل گئی تھی جس سے وہ مطلع کر رہا تھا۔ میں نے اس کا نام پوچھا جو اس نے بتانے سے انکار کر دیا اور نہ ہی وہ مجھ سے ملنے پر آمادہ تھا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا کہ اسے میری حفاظت کا اتنا خیال ہے اور فون بند کر دیا۔

میں نے مذاقاً ساشا اور فٹزی سے کہا کہ مجھے اپنی وصیت تیار کر لینا چاہئے ''لیکن میں غالباً ایک بیزار کن ضعیفی والی عمر پاؤں گی۔'' میں نے تبصرہ کیا۔ کسی انجام کے لیے تیار ہو جانے کے لیے میں نے فیصلہ کیا کہ اس ہدایت کی ایک تحریر چھوڑ دوں کہ ''تین ہزار ڈالر جو جیمز ہال بیک نے عطیہ دیا ہے وہ الیکزینڈر برکمین کی تحویل میں رہیں جو میرا زندگی بھر کا دوست اور ہر لڑائی میں کامریڈ رہا ہے اور اسے جنگ مخالف کام میں صرف کیا جائے اور ان لوگوں کی حمایت میں لگایا جائے جو باضمیر معترض ہونے کی وجہ سے قیدی بنے۔ مدرارتھ کے پاس جو ۳۲۹ ڈالر کی رقم ہے اس سے ہمارے واجبات ادا کیے جائیں' ہماری کتابوں کے ذخیرے کی فروخت کر دیا جائے اور حاصل زر کو تحریک کی ضروریات پوری کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ میں نے اپنی ذاتی لائبریری کو اپنے چھوٹے بھائی اور اسٹیلا کے لیے بطور ترکہ چھوڑا۔ میری واحد جائیداد جو اوسننگ کا مختصر فارم تھا جسے میرے دوست بولٹن ہال نے حال ہی میں میرے نام کرایا تھا میں اسے ایان کیتھ بالنٹاین کے نام کرتی ہوں جو اسٹیلا کا چھوٹا سا لڑکا ہے۔ ساشا اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فٹزی نے اس دستاویز پر بطور گواہ دستخط ثبت کیے۔

مشرقی براڈوے پہنچنے پر جہاں فارورڈ ہال پڑتا ہے وہاں ہمارا واسطہ معمولی سازشوں کے بجائے پولیس کے پورے محکمے سے پڑا۔ کم از کم ہمیں کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا اور اس کا اندازہ نیویارک کے ''ممتاز'' لوگوں کی کثیر تعداد سے لگایا جا سکتا تھا۔ جو کوچے کے دونوں طرف قطار سے کھڑے تھے اور پورے رٹجرز اسکوائر کو گھیرے ہوئے تھے جس سے متصل ہمارے جلسے والی جگہ تھی۔ مجمعے کو ڈھکیل کر اسکوائر کے آخری سرے پر پہنچا دیا گیا تھا۔ ان میں سے جو عمارت میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے انہوں نے خود کو مقفل پایا اور قیدی سمجھا صورتحال تو یہی کہتی تھی۔ کوئی بھی سازشی جس نے میری جان لینے کا منصوبہ بنایا ہو گا کہ وہاں اس کی روح بھی شائید مجھ تک یا ساشا کے قریب آ سکے۔ ہمیں تنومند پولیس کے افسران اس طرح گھیرے میں لیے ہوئے تھے' جنہوں نے بہ عجلت عمارت کے اندر پہنچا دیا۔

ہال اتنا بھرا ہوا تھا کہ سانس لینا دوبھر تھا۔ وہاں پولیس کے براق دستے اور وفاق کے اہلکاروں کی صفیں موجود تھیں لیکن سپاہی نہ تھے۔ اس سے پہلے فارورڈ ہال نے اتنی بڑی تعداد میں امریکیوں کا اجتماع نہ دیکھا ہو گا۔ لگتا تھا جیسے لوگوں کو احساس ہو چلا تھا کہ جنگ اور جبری بھرتی کے خلاف آزادانہ اظہار خیال کوئی نایاب شے بن چکی تھی اور وہ اسے مدد دینے کو بے چین تھے۔

میٹنگ میں بہت جوش وخروش تھا اور پوری کارروائی بغیر کسی خلل کے چلتی رہی۔ لیکن اختتام کے قریب ہر وہ شخص جو اس قانون کی شرائط پوری کر سکتا تھا اسے افسران نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ اور ایسے لوگ جو اپنے رجسٹریشن کارڈ نہ دکھا سکے انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ بظاہر یہ لگتا تھا جیسے وفاقی ارباب اختیار نے ہمارے جلسے کو بطور دام استعمال کیا۔ ہم نے اس لیے یہ فیصلہ کیا کہ اب ہم عوامی جلسے اس وقت تک نہ منعقد کریں گے جب تک یہ اطمینان نہ ہو جائے گا کہ جنہوں نے رجسٹریشن قانون پر عملدرآمد نہیں کیا تھا وہ وہاں نہ آئیں۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم چھپے حروف پر زیادہ توجہ دیں گے۔

اگلی سہ پہر کو ہم سب اپنے دفاتر میں مصروف تھے۔ ساشا اور فٹزی اوپر والی منزل پر دی بلاسٹ کے آئندہ شمارے کو تیار کر رہے تھے اور میری نئی سیکریٹری پاولین ان کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ جبکہ میرا دوست کارل یعنی ''سویڈ'' ہمارے گشتی مراسلوں کو ڈاک کے سپرد کرنے کی تیاری میں لگا ہوا تھا۔ وہ ایک مخلص اور قابل اعتبار کامریڈ تھا جو ایک عرصے سے ہمارے ساتھ تھا۔ پہلے شکاگو میں جہاں وہ مجھے لیکچر دینے میں مدد کرتا تھا پھر سان فرانسسکو میں جہاں وہ دی بلاسٹ سے وابستہ رہا اور اب نیویارک میں۔ کارل ہماری صفوں میں سب سے زیادہ با اعتبار اور متوازن مزاج شخص تھا۔ کوئی بھی شے اس کے ہموار مزاج میں خلل انداز نہیں ہو سکتی تھی اور نہ ہی کوئی قوت اسے اس کام کو مکمل کرنے میں مانع ہو سکتی تھی جس کی ذمہ داری اس نے ایک مرتبہ قبول کر لی ہو۔ دفتر میں دو اور سرگرم کامریڈ اس کی مدد کرتے تھے جن کا نام والٹر مرچنٹ اور ڈبلیو پی بیلز تھا دونوں صحیح معنوں میں امریکی باغی تھے۔

بات چیت کی بھنبھناہٹ اور ٹائپ رائٹر چلنے کی آواز کے اوپر اچانک بھاری پاؤں کی دھمک سنائی دینے لگی اور اس سے پہلے کہ ہم میں سے کسی کو یہ موقع ملتا کہ دیکھے کہ معاملہ کیا ہے درجن بھر لوگ ہمارے دفتر میں گھس آئے۔ دستے کے افسر نے چلا کر کہا ''ایما گولڈ مان تم زیر حراست ہو! اور اسی طرح برکمین: وہ کہاں ہے؟'' یہ متحدہ امریکہ کا مارشل ٹومس۔ ڈی۔ میکارتھی تھا۔ میں اسے شکل سے پہچانتی تھی عرصے سے وہ ہمیشہ ہمارے اسٹیج کے قریب ہی موجود ہوتا جہاں بھی جبری بھرتی کے خلاف ہمارا جلسہ ہوتا۔ وہ اس پر کمر بستہ نظر آتا اور اس میں بے صبری والی مستعدی بھی تھی کہ وہ مقرر پر ٹوٹ پڑے اور دبوچ لے۔ اخبارات کے مطابق اس کا کہنا تھا کہ اس نے بارہا واشنگٹن سے ہمیں گرفتار کر لینے کی اجازت مانگی تھی۔

''مجھے امید ہے کہ تمہیں وہ تمغہ مل جائے گا جس کے لیے تم مرے جا رہے ہو'' میں نے اس سے کہا ''بالکل اسی طرح تم شائید پسند کرو اور مجھے گرفتاری کا وارنٹ دکھا دو۔'' اس کے بجائے اس نے مجھے مدر ارتھ کے جون کے شمارے کی ایک کاپی دکھائی اور زور دے کر پوچھا کہ اس میں شامل جبری بھرتی کے خلاف مضمون کی میں مصنفہ ہوں ''بات ظاہر ہے'' میں نے جواب دیا کیونکہ اس پر میرا نام درج ہے۔ اس کے علاوہ میں اس رسالے کے تمام مندرجات کی بھی ذمے دار ہوں۔ لیکن تمہارا وارنٹ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہاں ہے۔میکارتھی نے کہا کہ ہمارے لیے کوئی پروانہ گرفتاری درکار نہیں ہے۔مدراتھ میں اتنا باغیانہ مواد موجود ہے جو ہمیں کئی برس کی جیل کی ہوا کھلا سکتا ہے۔وہ تو ہمیں لینے آیا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ہم جلدی کریں۔

نہایت اطمینان سے میں سیڑھیوں کی طرف بڑھی اور آواز دینے لگی ''ساشا، فٹزی۔ چند مہمان ہمیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔'' میکارتھی اوراس کے کئی آدمیوں نے مجھے جنگلی پن سے ایک طرف ڈھکیلا اور دی بلاسٹ کے دفتر کی طرف چڑھنے لگے۔ ڈپٹی مارشل نے میری میز پر قبضہ کرلیا اور میری شیلف میں رکھی کتابوں اور دستی اشتہاروں کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور انہیں فرش پر پھینک پھینک کر ایک ڈھیر لگا دیا۔ایک جاسوس نے ڈبلیو۔پی بیلز کو جکڑ لیا جو ہمارے گروہ کا سب سے کم عمر رکن تھا اور اعلان کر دیا کہ وہ بھی زیرِ حراست ہے۔والٹر مرچنٹ اور کارل کو حکم دیا گیا کہ وہ دیوار سے لگ کر اس وقت تک کھڑے رہیں جب تک تلاشی پوری نہ ہو جائے۔

میں اپنے کمرے کی جانب چلنے لگی تاکہ لباس بدل لوں؛ مجھے علم تھا کہ اس رات میں میرا مفت قیام طے ہے۔ان میں سے ایک میری جانب جھپٹا اور مجھے بازو سے پکڑ لیا۔میں نے نہایت نرمی سے کہا ''اگر تمہارے چیف میں اتنی لیاقت نہیں ہے کہ اپنے ہمراہ ٹھگوں جیسے محافظ لائے'' میں نے مزید کہا ''اسے کم از کم تمہیں ہدایت دینی چاہئے تھی کہ تم اس طرح برتاؤ نہ کرو۔میں فرار ہونے والی نہیں ہوں۔میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ میں اس استقبالیے کے لیے لباس بدل لوں جو میرا منتظر ہے اور میں نہیں سمجھتی کہ تمہارا سلوک مجھ سے ایک خادمہ جیسا ہو۔'' وہ شخص جو میری میز تہس نہس کر رہا تھا بڑے بھونڈے طریقے سے ہنسا ''اس کی ذات تو پوری تنبیہ ہے'' ایک نے جملہ چست کیا ''لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا افسر اسے اپنے کمرے میں جانے دو۔'' جب میں ایک کتاب اور غسلخانے کی معمولی ضرورتوں کی چیزوں کے ساتھ برآمد ہوئی تو میں نے دیکھا کہ فٹزی اور ساشا جواب بھی بیسا کھی استعمال کر رہا تھا پہلے ہی نیچے اتر چکے تھے۔میکارتھی ان کے ہمراہ تھا۔

''مجھے جبری بھرتی کے مخالف ارکان کی فہرست چاہئے'' اس نے تقاضہ کیا۔

ہم لوگ تو خود ہی ہمیشہ اپنی دوست پولیس کا استقبال کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔لیکن ہم اس معاملے میں ضرور محتاط ہیں کہ ایسا کوئی خطرہ نہ مول لیا جائے کہ ان کے نام اور پتے ہمارے پاس نکلیں جو گرفتاری کا اعزاز حاصل کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ہم جبری بھرتی کے مخالفین کی فہرست اپنے دفتر میں نہیں رکھتے اور آپ اسے تلاش بھی نہیں کر پائیں گے کہ وہ کہاں رکھی ہے۔

پورا جلوس سیڑھیوں سے اتر کر منتظر کاروں کی جانب بڑھنے لگا۔میکارتھی اور اس کا نائب آگے آگے، ساشا اور میں ان کے پیچھے ہمارے عقب میں دو ڈپٹی مارشل بیلز کی رہنمائی کر رہے تھے اور ان کے پیچھے ''بم دستے'' کے افسران۔ساشا کے علاوہ مجھے بھی اس اعزاز سے نوازا گیا کہ چیف مارشل کی کار میں جگہ پاؤں۔ہم قدرے تیزی سے مصروف سڑکوں پر سے گزرے۔لوگ ان گاڑیوں کی پوں پوں سے خوفزدہ ہوتے اور جس کا جدھر سینگ سما تا بھاگنے لگتا۔یہ چھ بجے شام کے بعد کا وقت تھا اور کارکنوں کی خلقت کارخانوں سے ابل رہی تھی مگر میکارتھی ڈرائیور کو دھیما کرنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔اور نہ ہی وہ راستے میں ٹریفک پولیس والوں کے تھمنے اور چلنے کے مضطربانہ اشاروں پر توجہ دے رہا تھا۔جب میں نے اس کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرائی کہ وہ حدِ رفتار کے قوانین کو توڑ رہا ہے اور یوں راہگیروں کی جانوں کو خطرے میں ڈال رہا ہے تو اس نے بڑے غرہ سے کہا ''میں ریاست ہائے متحدہ کا نمائندہ ہوں۔''

وفاقی عمارت میں ہیری وین برگر ہمارا منتظر تھا جو ہمارا جھگڑالو وکیل اور ایسا دوست ہے جو قابلِ اعتماد ہے۔اس نے فوراً مقدمہ دائر کرنے اور ضمانت پر رہائی کے لیے پوچھا لیکن ہماری گرفتاری عمداً سہ پہر کے آخری لمحات میں اس لیے کی گئی تھی جب اوقات کار ختم ہو چکے ہوں۔ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم ٹومبس جیل چلیں۔

اگلی صبح میں ہمیں متحدہ ریاستوں کے کمشنر ہچکوک کے سامنے پیش کیا گیا۔وکیل استغاثہ ہیرلڈ۔اے۔کونٹنٹ جو نیو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یارک میں وفاقی اٹارنی تھا اس نے ہم پر ''جبری بھرتی کے قانون کیخلاف سازش کرنے'' کا الزام عائد کیا اور اس کا مطالبہ کیا کہ ضمانت کی رقم زیادہ رکھی جائے۔ کمشنر نے فی کس پچیس ہزار ڈالر مقرر کی۔ مسٹر وین برگر نے احتجاج بھی کیا مگر بے سود۔

ٹومبس کے قید خانے میں ہمیں ایسے قیدیوں کی طرح رکھا گیا جن سے دنیا کا رابطہ کاٹ دیا جاتا ہے۔ بعدازاں ہمیں معلوم ہوا کہ چھاپہ مارنے والوں نے مدرار تھ اور دی بلاسٹ کے دفاتر سے ہر وہ شے اٹھالی جو ان کے ہتھے چڑھی، جس میں خریداروں کی فہرست، چیک بکس اور ہماری مطبوعات کے نسخے۔ انہوں نے ہماری خط و کتابت کی فائلیں بھی ضبط کرلیں۔ وہ مسودے بھی جنہیں کتابی صورت میں چھپنا تھا اس کے علاوہ لیکچروں کے لیے وہ نوٹس جو میں امریکی ادبیات پر دینے والی تھی اور ایسا قیمتی مواد جس کے جمع کرنے میں کئی برس لگے تھے۔ وہ مواد جو غداری کے زمرے میں آتا تھا وہ تحریریں تھیں پیٹر کروپوٹکن، ایریکو مالاٹیسٹا میکس اسٹرنر، ولیم مورس، فرینک ہیرس، سی۔ ای۔ ایس وڈ، جیورج برنارڈ شا، ابسن، اسٹرنڈ برگ، ایڈورڈ کارپنٹر، عظیم روسی مصنفین اور اس سے ملتا جلتا خطرناک دھماکہ خیز مواد۔

ہمارے دوست ہماری مدد کو فوراً پہنچ گئے اور ان کے جوش و جذبے میں یکجہتی کی شاندار روح پنہاں تھی۔ ہمارے عزیز ترین کامریڈ میخائل اور اینی کوّن سب سے پیش پیش تھے اور بہت بڑی رقم لے کر آئے۔ ڈیٹرایٹ کی اگنس انگلس نے مالی امداد روانہ کی اور ایسا ہی بہت سے لوگوں نے ملک کے مختلف حصوں سے کیا۔ اتنا ہی ولولہ خیز رویہ ان لوگوں کا تھا جو غریب اور محنت کش تھے۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے اپنی قلیل بچت میں سے پیسے دیئے بلکہ انہوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے زیورات بھی پیش کردیئے جس سے شائید پچاس ہزار ڈالر کا اقرار نامہ تیار ہوجائے جس کا امریکی حکومت مطالبہ کررہی تھی۔

میں چاہتی تھی کہ ساشا کی پہلے رہائی ہوجائے کیونکہ اس کی ٹانگ زخمی تھی اور جسے اب بھی علاج درکار تھا۔ مجھے ٹومبس میں رہنے میں کوئی اعتراض نہ تھا کیونکہ میں ان دنوں آرام کررہی تھی اور اس کتاب کے مطالعے سے محظوظ ہورہی تھی جسے مارگریٹ اینڈرسن نے مجھے بھیجا تھا۔ یہ جیمز جوائس کی کتاب (اے پورٹریٹ آف دی آرٹسٹ ایز اے ینگ مین) تھی۔ میں نے اس مصنف کو اس سے پہلے نہیں پڑھا تھا۔ اور میں اس کے تخلیقی اختراع کی قوت سے مسحور ہوگئی تھی۔

وفاقی ارباب اختیار کو ہمیں جیل سے رہا کرنے کی کوئی جلدی نہ تھی۔ تین لاکھ ڈالر کے مساوی جائیداد جو بطور اقرار نامے کے پیش کی گئی اسے ہلکی سے تکنیکی وجہ پر اسٹنٹ فیڈرل اٹارنی کونٹٹ نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اور یہ اعلان کیا کہ نقدی کے علاوہ کوئی بھی چیز قابل قبول نہیں ہے۔ سردست اتنی رقم ضرور تھی کہ ہم میں سے ایک رہا ہوجائے۔ ساشا جو ہمیشہ سے سرفروش ہے اس نے پہلے رہا ہونے سے انکار کردیا اور اس لیے میرے لیے اقرار نامہ جمع کرایا گیا اور میں رہا ہوگئی۔

اگرچہ اخبارات نہایت آسانی سے اس معاملے کی تصدیق کرسکتے تھے کہ میری ضمانت کے لیے کس کس نے ہاتھ بٹھایا تھا۔ دی نیویارک ورلڈ اتنا بیباک نکلا کہ اس نے اپنے ۲۲ جون کی اشاعت میں یہ کہانی شائع کردی کہ ''آج کل یہ قصہ گردش میں ہے کہ ایما کی رہائی کے لیے قیصر نے پچیس ہزار ڈالر مہیا کیے تھے۔'' یہ اس بات کی علامت تھی کہ صحافت ناپسندیدہ عناصر کو مٹانے کے لیے کس حد تک جاسکتی ہے۔

فیڈرل گرانڈ جیوری نے ہمیں ماخوذ کرنے کے لیے یہ الزام لگایا کہ ہم اس 'محتاط' قانون کو ناکام بنانے کی سازش میں ملوث ہیں۔ اس جرم کی سزا دو سال کی قید اور دس ہزار ڈالر جرمانہ تھا۔ مقدمے کی سماعت جون کی ۲۷ طے ہوگئی۔ میرے پاس اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے صرف پانچ دن تھے جبکہ ساشا اب بھی ٹومبس میں مقید تھا۔ ہم پر تو ان دنوں یہ سوار تھا کہ ہم اپنی تمام توانائیاں اس کی ضمانت کی رقم جمع کرنے میں لگادیں۔

مگر بن بھی موجود تھا جو ایک مرتبہ پھر ایک اہم مسئلے کا سامنا کرنے سے قاصر نظر آرہا تھا اور جذباتی طور پر دو پاٹوں کے درمیان تھا۔ ابھی تک کلیولینڈ کے عدالتی فیصلے کے خلاف اس کے مرافعے پر بڑی عدالت نے کوئی فیصلہ نہ دیا تھا۔ جب ہم نے جبری بھرتی کے خلاف مہم کا آغاز کیا تھا۔ وہ تو نیویارک لوٹ چکا تھا اور اس نے اپنی پوری قوت سے خود کو اس مہم میں جھونک دیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھا۔ کچھ ہفتوں تک تو تمام معاملہ بہ حسن وخوبی چلتا رہا لیکن بن ایک مرتبہ پھر سے گزشتہ واقعات کی طرح ایک جذباتی تلاطم میں غوطے کھانے لگا۔ اس مرتبہ اس کے اتوار اسکول کی ایک نوجوان عورت تھی۔ اسے نہ کوئی خطرہ لاحق تھا اور نہ ہی ضرورتمند تھی اور بچے کی پیدائش میں بھی کئی ماہ باقی تھے۔ لیکن بن ریشہ خطمی ہوگیا۔ جب ہماری مہم اپنے پورے عروج پر تھی تو بن مستقبل میں ماں بننے والی عورت سے یکجائی کے لیے شکاگو روانہ ہوگیا۔ اس کا ایسے نازک موقعے پر اپنی چوکی پر ثابت قدم رہنے میں ناکامی نے مجھے سخت برہم کیا اور تکلیف پہنچائی۔ میں نے خود کو نا کام تسلی دینے کی کوشش کی کہ ممکن ہے اس کی وجہ اس میں دم خم اور ہمت کی کمی ہو اور میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ اس کے سان وگمان میں بھی یہ نہ ہو کہ ہم گرفتار کر لیے جائیں گے۔ اس کے باوجود وہ یہ سن کر بھی نہ لوٹا کہ ہمیں گرفتار کرلیا گیا ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اعتماد میں رخنہ پڑ چکا ہے؟

اس خیال کے آنے سے کہ بن آزمائش کی گھڑی میں مجھ سے لاتعلق ہوجائے گا نہایت کربناک تھا۔ مجھے اس کا بہت صدمہ ہوا اور ساتھ ہی میں نے تحقیر محسوس کی۔

بالآخر ہم اس پچیس ہزار ڈالر کے مساوی نقدی کا اقرار نامہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے جو ساشا کی رہائی کے لیے مانگا جا رہا تھا۔ اور جون کی ۲۵ کو وہ ٹومبس سے رہا کر دیا گیا۔ اپنے مقدمے کے لیے ہم دونوں ایک نقطے پر یکجا ہوگئے۔ ہم نہ تو قانون میں یقین رکھتے تھے اور نہ اس کی مشینری میں اور ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ ہمیں وہاں سے انصاف کی توقع بھی نہ رکھنا چاہیے۔ ہم اس لیے اسے پوری طرح نظرانداز کر دیں گے جو ہماری نظر میں محض ایک ڈھکوسلہ تھا۔ ہم عدالتی کارروائی میں شرکت کرنے سے انکار کر دیں گے۔ اس صورت میں کہ اگر یہ طریقہ غیر عملی ثابت ہوتا ہے تو ہم اپنے مقدمے کی خود ہی وکالت کریں گے جس کا مقصود اپنی صفائی پیش کرنا نہ ہوگا بلکہ عوام الناس تک اپنے نظریات کا ابلاغ ہوگا۔ ہم نے فیصلہ کرلیا کہ ہم عدالت میں بغیر وکیل صفائی کے حاضر ہونگے۔ ہمارا یہ فیصلہ اس لیے نہ تھا کہ ہمیں اپنے وکیلوں پر اعتماد نہ تھا جو کہ ہیری وین برگر تھا۔ اس کے برعکس، ہم اسے چھوڑ کر کسی اور وکیل یا دوست کی آرزو نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ہمیں پہلے ہی بلا معاوضہ خدمات پہنچا تا آ رہا تھا اگرچہ اسے پہلے ہی سے اچھی طرح معلوم تھا کہ ہم اسے معقول طریقے سے محنتانہ نہ ادا کر سکیں گے۔ ہم پوری طرح ہیری کے مداح تھے اور اس کے ہاتھ میں خود کو محفوظ سمجھتے تھے۔ لیکن ہمارے لیے مقدمہ اگر کچھ معنی رکھتا بھی تھا تو یہ تھا کہ ہم عدالت کے کمرے کو ایسے مباحثہ گاہ میں بدل دیں جہاں ہمارے ان نظریات کو پیش کرنے کا موقع مل جائے جن کے لیے ہم اپنے آغاز آگاہی سے برس ہا برس سے لڑتے چلے آ رہے ہیں۔ اس معاملے میں کوئی بھی وکیل ہماری مدد نہیں کر سکتا تھا اور اس کے علاوہ ہمیں کسی اور شے میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔

ہیری وین برگر ہمارے موقف کو سمجھتا تھا مگر اس نے ہمیں زور دے کر سمجھایا کہ استغاثہ سے چھاتی پر ہاتھ باندھ کر نہ سامنا کرنا چاہیے۔ اس سے کسی بھی امریکی عدالت میں کوئی تاثر نہ پیدا ہوگا۔ بقول اس کے، ہمیں بہت بڑی سزا سنا دی جائے گی اور ہمارے نظریات کو بھی اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ اگر ہم اپنا مقدمہ خود لڑنا چاہتے ہیں تو وہ ہمیں ہر قسم کی قانون اعانت دینے کو تیار ہے اور امکانی تجاویز بھی۔

مقدمے کی سماعت والے دن سے پہلے میں نے بری ورٹ ہوٹل میں متعدد لوگوں سے طے شدہ ملاقاتیں کیں۔ جس میں میں نے یہی کہا کہ ہم استغاثہ کو نظرانداز کر دیں گے۔ حاضرین میں جو لوگ موجود تھے ان میں فرینک ہیرس، جان ریڈ، میکس ایسٹ مین، گلبرٹ ای۔ رو اور کئی دوسرے لوگ تھے۔ جب میں نے وضاحت کی کہ میں نے یہ کانفرنس کیوں بلائی ہے تو فرینک ہیرس جو میرا برس ہا برس سے دوست ہے اس خیال کو سن کر اچھل پڑا اور بولا ''ایما گولڈ مان اور الیگزینڈر برکمین جو مزاحمتی سرگرمیوں کے سرخیل ہیں، دشمنوں سے ہاتھ پاؤں بندھوا کر سامنا کرنے جا رہے ہیں۔ بہت خوب! بہت عمدہ!'' وہ چلایا ''کسی بھی یورپی عدالت میں تو ایسا موقف ایک پرشکوہ علامت سمجھا جا سکتا ہے'' اس نے اعلان کر دیا لیکن امریکی جج تو محض یہ سمجھے گا کہ اس کی کھلم کھلا توہین کی جا رہی ہے اور اخباری نمائندے کو محض اتنی سی بات پلے پڑے گی اور اپنی تحریر میں وہ ہمیں اس مقام پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بٹھادیں گے جہاں دو ہزار سال پہلے ناصری کا بڑھئیؑ بیٹھا تھا۔فرینکؔ کی دانست میں ہمیں اس کا موقع نہیں دیا جائے گا کہ ہم اپنے منصوبے پر عملدر آمد کرسکیں لیکن چاہے کچھ بھی ہو وہ ہمارے شانہ بشانہ رہے گا اور ہم اس کی امداد پر پوری طرح بھروسہ کرسکتے ہیں۔

جان ایڈرنسؔ اس بات کا حامی نہ تھا کہ ہم جان بوجھ کر شیر کے کچھار میں قدم رکھ دیں۔اگر کسی کو میدان جنگ میں اترنا ہی پڑے تو اس کے خیال میں اسے آخری دم تک لڑنا چاہئے۔ہمارا جو بھی فیصلہ ہو وہ ہر صورت سے ہماری مدد کرے گا۔

میکس ایسٹ مینؔ ہماری تجویز سے بالکل متاثر نہ ہوا۔اس کی دانست میں ہم ایک قانونی جنگ لڑ کر زیادہ حاصل کرسکتے ہیں۔جس میں ایک فاضل وکیل کی مدد سے ہماری صفائی پیش کی جائے۔اس کے خیال میں یہ بات زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ ہم لوگ آزاد رہیں اور اپنے جنگ مخالف کام کو جاری رکھیں نہ کہ قانونی راستے کو آزمائے بغیر جیل چلے جائیں۔

یہ منگل کا دن اور تاریخ ۲۷ جون وقت صبح کے دس بجے تھے۔جب میں ساشاؔ کے ہمراہ جواب بھی بیساکھیوں پر تھا وفاقی عمارت میں واقع پر ہجوم کمرے میں سے گزرتی ہوئی استغاثہ کا سامنا کرنے پہنچی؛ جو جج جولیس ایمؔ۔میر اور اسٹنٹ یونائیٹڈ اسٹیٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی ہیرلڈاے کونٹنٹؔ پر مشتمل تھی اور جن کی جرمانیت پر احتیاط کا پردہ پڑا ہوا تھا۔یہ ایسا ہی تھا جیسے کسی عورت کے چہرے کی جھریوں کو امریکیت کے گہرے غازے کی تہہ سے چھپایا گیا ہو۔دونوں اپنی نشستوں پر براجمان تھے۔اور انہیں اس کھیل کے کم تر درجے کے ستارے اپنے جھرمٹ میں لیے تھے جو اسٹیج پر شروع ہونے والا تھا۔ان کے پس منظر میں سپاہیوں کا ایک ہجوم تھا' وفاقی اور ریاستی اہلکاروں کا اور عدالتی کارکنوں کا جنہیں لگتا تھا بندوق کی نال دکھا کر ساکت کر دیا گیا ہو۔اور اخباری نمائندوں کا ایک دستہ۔امریکی پرچم اور ننھی جھنڈیاں منظر کے اہم گوشوں کو نمایاں کر رہی تھیں۔ہمارے چند ہی دوستوں کو داخلہ مل سکا۔

میں نے ان وجوہ پر سماعت ملتوی کرنے کی درخواست کی کیونکہ میرا مدعا علیہ ساتھی الیگزینڈر برکمین ٹانگ میں چوٹ کی تکلیف میں مبتلا ہے اور مقدمے کی طویل کارروائی کے دباؤ کو برداشت کرنے سے قاصر ہے۔چونکہ ہمیں چند ہی دن ہوئے ضمانت پر رہا کیا گیا ہے۔ہمیں اتنی مہلت نہیں ملی کہ ہم فرد جرم کی باریکیوں کو سمجھ سکے ہوں۔میں نے یہ بھی کہا۔اٹارنی کونٹنٹؔ نے اس پر احتجاج کیا اور جج میرؔ نے میری استدعا کو مسترد کر دیا۔

اس پر میں نے یہ کہا کہ حکومت کے کھلم کھلا عزائم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ استغاثے کو ایذا رسانی میں بدل دیا جائے۔ہم اس لیے اس سلسلے میں ہونے والی باقی کارروائی میں کوئی حصہ نہ لیں گے۔لگتا تھا جیسے معزز جج نے اس سے پہلے ایسی کوئی بات نہ سنی تھی۔وہ شش وپنج میں پڑ گیا۔اس کے بعد اس نے اعلان کیا کہ وہ ہماری صفائی کے لیے وکیل مقرر کرے گا۔ہمارے ریاست ہائے متحدہ میں غریب ترین لوگوں کو بھی قانونی صفائی کی سہولت دی جاتی ہے۔اس نے کہا۔ہمارے انکار پر عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ مقدمے کی کارروائی بعد دوپہر شروع کی جائے گی۔دوپہر کے کھانے کے وقفے میں ہم وین برگرؔ اور دیگر دوستوں سے ملے اور عدالت سے بھڑ جانے کے لیے لوٹے۔

جون کی ۲۷ میری اڑتالیسویں سالگرہ تھی۔میں نے اپنی زندگی کے اٹھائیس برس جبر اور ناانصافی کے خلاف سرگرم کشمکش میں بسر کیے تھے۔ریاست ہائے متحدہ ان دنوں مرتکز استبداد کی نشانی بنا ہوا تھا۔میں اس سے بہتر اور مناسب انداز میں جشن منانے کی آرزو نہیں کرسکتی تھی کہ ایسے موقع پر اس چیلنج سے واسطہ پڑے گا۔اس موقع کی ہلچل کے باوجود اس بات سے مجھے ازحد خوشی ہوئی کہ میرے دوستوں نے اس واقعہ کو فراموش نہ کیا تھا۔جب میں عدالت میں لوٹی تو انہوں نے مجھے پھول اور تحائف پیش کیے۔ان کے اظہار محبت اور مخصوص موقع پر اس احترام نے مجھ پر گہرا اثر ڈالا۔

مقدمے میں سرگرم شرکت گویا ہم پر تھوپ دی گئی۔ساشا اور میں اس کے لیے پرعزم تھے کہ اس سے پورا فائدہ اٹھایا جائے گا۔ہم نے طے کر لیا تھا کہ ہم اپنے دشمنوں سے ہر موقعہ اچک لیں گے جس میں ہمارے نظریات کی تشہیر کی ذرا سی بھی گنجائش نکلتی ہوگی۔اگر ہم کامیاب ہوئے تو یہ ۱۸۸۷ء کے بعد پہلا واقعہ ہوگا جب انارکزم کو امریکی عدالت میں صدا بلند کرنے کا موقع ملے گا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موازانہ کرنے پر کوئی بھی چیز ایسی نہ تھی جسے ایسی کامیابی کے ہم پلہ سمجھا جائے۔

میں ساشا کو اٹھائیس برس سے جانتی تھی۔ جہاں تک یہ ممکن ہے کہ ایک انسان کسی دوسرے انسان کے متعلق یہ بتا سکے کہ وہ شخص جب دباؤ میں یا خلاف توقع صورتحال سے دوچار ہوگا تو اس کا ردعمل کیا ہوگا' مجھے یقین تھا کہ میں ٹھیک ٹھیک بتا سکتی ہوں۔ لیکن ساشا ایک تابناک وکیل بھی ہے یہ انکشاف مجھ پر بھی آج ہوا جو اس کی قدیم ترین دوست ہے۔ پہلے دن کے اختتام تک میں نے عدالتی حکم پر شامل جیوری کے رکن کی حالت گھنٹوں سوال وجواب کرکے قابل رحم بنادی۔ ساشا نے سوالوں کی گولیوں کی بوچھاڑ سے جیوری کے رکن بننے والوں کو سماجی' سیاسی اور مذہبی امور میں جب آزمایا تو وہ اپنی بے خبری اور تعصبات کے بے نقاب ہوجانے سے پیچ وتاب کھانے لگے۔ اوران مضروبوں کو تقریباً اس پر قائل کرلیا گیا کہ وہ ذہین لوگوں پر مقدمہ چلانے کے اہل نہیں تھے۔ اس کا آبدار طنز ومزاح اور دلفریب اطوار نے حاضرین کے دل موہ لیے۔

جب ساشا نے جیوری کے ارکان سے سوال جواب مکمل کرلیے تو وہ اطمینان کی اس جھلک کو نہ چھپا سکے جو ان کے چہروں پر آ گئی تھی۔ میں نے ان سے شادی' طلاق' نوجوانوں کے لیے جنسی روشن خیالی اور ضبط تولید کے متعلق سوالات پوچھے۔ کیا میرے ریڈیکل نظریات انہیں اس پر مجبور نہ کریں گے کہ وہ غیر متعصّبانہ فیصلہ کریں؟ اس میں مجھے سخت دشواری پیش آ رہی تھی کہ میں اپنے سوالات ان کو کیسے سمجھاؤں۔ وفاقی اٹارنی نے مجھے بار ہا اس بات پر ٹوکا اور میں کئی مرتبہ اس سے زبانی جھڑپ میں ملوث ہوگئی۔ اور تواتر سے جج نے مجھے فہمائش کی کہ میں خود کو "متعلقہ" موضوع تک محدود رکھوں۔

ہمیں اچھی طرح سے معلوم تھا کہ ہم نے بالآخر جن بارہ افراد کا انتخاب کیا ہے وہ غیر تعصّبانہ فیصلہ نہ دے سکتے ہیں اور نہ دے سکیں گے۔ لیکن عدالتی حکم سے جمع ہونے والے مجمع سے سوال جواب کرکے ہم اس میں تو کامیاب ہو چکے تھے کہ جتنے سماجی مسائل تھے ان کی بال کی کھال نکل چکی تھی' جس سے ایک آزادی کی فضا قائم ہوگئی اور ان موضوعات پر غور وخوض ہوگیا جن کا نیو یارک کی عدالتوں میں کبھی ذکر نہ ہوا تھا۔

اٹارنی کنٹنٹ نے اپنے دلائل یہ کہہ کر شروع کیے کہ وہ یہ ثابت کردے گا کہ ہم نے اپنی تحریروں اور تقاریر میں مردوں پر زور دیا کہ وہ اپنے نام درج نہ کرائیں۔ بطور ثبوت اس نے مدر ارتھ اور دی بلاسٹ کے شمارے پیش کیے۔ اور ہمارے جبری بھرتی کے خلاف منشور کو پیش کیا۔ ہم نے بخوشی ہر لفظ کے مصنف ہونے کا اعتراف کرلیا۔ تاہم ہم نے اس پر بھی زور دیا کہ استغاثہ پر لازم آتا ہے کہ وہ صفحہ نمبر اور سطر دکھائے جہاں نہ درج کرانے کو کہا گیا ہے۔ وہ ایسا کرنے میں ناکام ہوگیا' کنٹنٹ نے فٹزی کو گواہی کے کٹہرے میں طلب کیا اور اسے یہ کہنے پر مجبور کیا کہ ہم منافع کے لیے کام کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات ہم پر عائد جرم سے قطعاً کوئی تعلق نہیں رکھتی تھی لیکن عدالت نے کارروائی جاری رکھی۔ پرسکون اور دھیمے لہجے میں فٹزی نے ان کے غبارے میں سے ہوا نکال دی۔

اگلا "ثبوت" جو انہوں نے بطور ترپ کے پتے کے پیش کیا جو ایک درپردہ چال جرمنی کی رقم کے متعلق تھی "ایما گولڈمان نے گرفتاری سے چند دن پہلے تین ہزار ڈالر کی ایک رقم بینک میں جمع کرائی تھی۔ یہ رقم کہاں سے آئی؟" استغاثہ نے بڑے فاتحانہ انداز میں یہ مطالبہ کیا۔ تمام حاضرین اپنے کان کھجانے لگے اور اخباری نمائندے اپنی پنسلوں کو حرکت دینے میں مصروف ہوگئے۔ ہم دل ہی دل میں ہنس رہے تھے۔ ہم اپنی صورتیں بھی ان جیسی بنالیتے جن سے کینہ پروری جھلک رہی تھی۔ لیکن اس وقت کیا ہوگا جب ہمارا محترم جیمز ہال بیک آ کر شہادت دے گا۔ تاہم ایک بات کا تاسف تھا کہ جولائی کے جھلتے مہینے میں اس بیچارے کو عدالت کے اس گھٹن زدہ کمرے میں آنا پڑے گا۔

وہ آ گیا' ایک سادہ اور منکسر مزاج کا مختصر سا آدمی جس کا دل شیر کا تھا اور نڈر روح۔ اس نے گواہی کے کٹہرے میں ہو بہو وہی کہانی سنادی جو اس نے ہم سے اس وقت بیان کی تھی جب وہ اپنا فیاضانہ تحفہ دینے آیا تھا۔ "لیکن تم نے ایما گولڈمان کو تین ہزار ڈالر کیوں دیئے؟" کنٹنٹ نے بڑی برہمی میں پوچھا "کوئی بھی اتنی بڑی رقم یوں نہیں اڑا دیتا۔"

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

’’نہیں میں نے اسے یوں نہیں اڑایا‘‘ اس نے بڑی متانت سے جواب دیا‘ ایما گولڈ مان اور الیکزینڈر برکمین اس کے کامریڈ ہیں اس نے وضاحت کی یہ لوگ وہ کام کررہے ہیں جن میں میں یقین رکھتا ہوں مگر ضعیفی کی وجہ سے نہیں کرسکتا۔ اسی لیے میں نے انہیں یہ رقم دے دی۔ جرمنی کی رقم کا معاملہ یوں نپٹ گیا۔

اگلا پانسہ نیا نہ تھا۔ اسے ۱۸۹۳ء میں ریاست نیویارک کے ساتھ پہلے دور میں پھینکا جا چکا تھا۔ ایک جاسوس نے جو ایک مختصر نویس ہونے کا بھی مدعی تھا۔ اس نے ایسے کاغذات پیش کیے جن میں میری ہارلیم ریور کسینو کی پوری تقریر من وعن درج تھی۔ اس نے میرا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ اس موقعہ پر میں نے کہا ’’ہم تشدد میں یقین رکھتے ہیں اور تشدد ہی کو استعمال میں لائیں گے۔‘‘

جرح کرنے پر یہ حقیقت برآمد ہوئی کہ جاسوس لکھتے وقت ایک ڈگمگاتی ہوئی میز پر کھڑا تھا اور اس حال میں وہ زیادہ سے زیادہ سو الفاظ فی منٹ لکھ سکتا تھا۔ ہم نے اس کا سامنا اس زمانے کے تیز رفتار اسٹینوگرافر پاول منٹر سے کرا دیا۔ جس نے اس کی تصدیق کردی کہ یہ اس تک کے لیے دشوار ہے کہ ایما گولڈ مان کے ساتھ چل سکے خصوصاً اس وقت جب تقریر از حد شدید ہو۔ منٹر کے بعد ہارلیم ریور کسینو کا مالک پیش ہوا۔ حالانکہ اسے استغاثہ نے طلب کیا تھا اس نے عدالت کو بتایا کہ اس نے مجھے یہ الفاظ کہتے ہوئے نہیں سنا جن کا مجھ پر اتہام رکھا جارہا ہے اور اس نے میری تقریر بہت توجہ سے سنی تھی۔ جلسہ نہایت منظّم تھا حالانکہ سپاہیوں کی ایک ٹولی تھی جنہوں نے گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے بیان کیا ’’اور یہ ایما گولڈ مان تھی جس نے حالات کو بگڑنے سے بچایا۔ کوسٹ گارڈ کے ایک سارجنٹ نے اپنی گواہی میں اس کی توثیق کردی۔

جو محرم راز نہ تھے وہ سوچ میں پڑ گئے کہ استغاثہ اس پر کیوں مصر تھا کہ میں نے مئی کی ۱۸ کو کیا کہا تھا جبکہ جبری بھرتی کا بل ابھی قانون نہیں بنا تھا اور میری ان تقاریر کا بالکل حوالہ نہیں دیا جارہا تھا جو میں نے اس کی منظوری کے بعد کی تھیں۔ ہمیں اس کی وجہ بھی معلوم تھی۔ ہم نے اپنی گزشتہ میٹنگوں میں مختصر نویس بٹھائے تھے اور وہ چبوترے پر سب کی نظروں کے سامنے بیٹھتے تھے۔ لیکن ہمیں کوئی لائق آدمی ۱۸ مئی کے لیے نہ مل سکا۔ لگتا ہے کہ ریاست کو اس حقیقت کا علم ہوگیا یوں مختصر نویس جاسوس استغاثہ کے لیے ایک نعمت بن گیا۔

ہم نے کئی شہادتیں یہ ثابت کرنے کے لیے پیش کیں کہ یہ جملہ کہ ’’ہم تشدد پر یقین رکھتے ہیں اور تشدد ہی کو استعمال میں لائیں گے۔‘‘ یہ میرے منہ سے کبھی نہیں ادا ہوا اور نہ ہی ہمارے جلسوں کے کسی اور مقرر کے منہ سے۔ ہمارا پہلا گواہ لیونارڈ۔ ڈی ایبٹ تھا۔ اپنی دلکشی کی وجہ سے سب ہی اس کے مداح تھے اور انتہائی قدامت پسند بھی اس کی دیانت داری کا احترام کرتے تھے۔ اس نے مئی ۱۸ اور جون کی ۴ کے جلسوں کی صدارت کی تھی۔ اس نے نہایت زوردار طریقے سے تردید کی کہ میں نے وہ لفظ استعمال کیے تھے جو مجھ سے ہارلیم ریور کسینو کے جلسے میں تقریر کے دوران منسوب کیے جارہے ہیں یا کہیں اور بھی۔ فی الواقع‘ اس نے عدالت کو بتایا‘ اسے تو میری تقریر سے قدرے مایوسی ہوئی تھی۔ کیونکہ مجھے توقع تھی کہ میں انتہائی سخت موقف اختیار کروں گی۔ کیونکہ میں نوجوانوں کو ہدایت کرچکا تھا کہ وہ اندراج نہ کرائیں جس کی بڑی آسانی سے مئی کی ۹ کو مدر ارتھ کے دفتر میں ہونے والے میٹنگ میں ایک خط بھیج کر تغلیط کی جاسکتی تھی۔ لیونارڈ نے بیان کیا۔

اس گواہی کی توثیق ایک باضمیر معترض نے یہ بیان دے کر کردی کہ وہ ہمارے دفتر میں گیا تھا تاکہ رجسٹریشن کے متعلق مشورہ لے اور اسے کہا گیا کہ ہم رجسٹریشن یا فوجی خدمات کا معاملہ بھرتی کے قابل نوجوان کے ضمیر پر چھوڑتے ہیں۔ اس کے بعد ہیلن بورڈمین، مارتھا گرونگ‘ ایپکا شیلی‘ انا سلون اور نینا لیڈرمین آئیں۔ ان خواتین نے ہمارے ساتھ اس دن سے کام کیا تھا جب ہم نے جبری بھرتی کے خلاف مہم کا آغاز کیا تھا۔ اور انہوں نے یہی دھرایا کہ انہوں نے کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ رجسٹر نہ کرایا جائے۔

فیڈرل اٹارنی نے یہ مطالبہ کردیا کہ میرے خط کا اصل متن پیش کیا جائے۔ یہ ایک درپردہ الزام تھا کہ نقل بنانے میں اس کے مندرجات بدل دیئے گئے ہیں۔ اسے معلوم تھا کہ اصل خط ہمارے دیگر کاغذات اور دستاویزات کی طرح چھاپے کے دوران ضبط کیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جا چکے ہیں اور اس کی تحویل میں نہیں ہیں۔اس کے باوجود اس کی دیدہ دلیری دیکھیے کہ وہ اس کا مطالبہ کر رہا تھا۔وہ خط نہ پیش کر سکا جس سے مجھ پر لگائے جانے والے الزامات جھوٹے ثابت ہو جائیں۔

تاہم استغاثہ بہت بارسوخ نکلا' دوسری چالیں بھی چلی گئیں۔یہ بھی ایک چال تھی کہ جیوری کے تعصّبات کو ہوا دی جائے اور یہ تاثر دیا جائے کہ ہمارے تمام گواہ غیر ملکی تھے۔فیڈرل اٹارنی کنٹینٹ اس بات سے جھنجھلا گیا جب اسے پتہ چلا کہ ان میں سے زیادہ تر کا پس منظر اس سے زیادہ تھا۔مثلاً ہیلسن بورڈ مین اس نوعیت کی غیر ملکی تھی کہ اس کے پرکھے مے فلاور میں آ کر بسے تھے اور اینا سلون ایک قدیم آئرش امریکی نسل سے تعلق رکھتی تھی۔ہمارے مرد گواہوں کے معاملے میں بھی بدنصیبی اس کا پیچھا کرتی رہی۔جن میں جان ریڈ، بنکن اسٹیفنس' بولٹن ہال اور دیگر ''اصلی'' امریکی تھے۔

اس کے بعد مقدمے کی مختصر روداد بتانے کے بعد استغاثہ کا اس طرح قافیہ تنگ کیا۔اس نے کہا کہ سازش کا الزام لغویت کی انتہا ہے۔توجہ اس پر دی جائے کہ وہ اور اس کی ساتھی مدعی علیہ گزشتہ اٹھائیس برس سے عسکریت مخالف نظریئے کی نشر و اشاعت کر رہے ہیں۔اس لیے یہ ایک ایسی سازش ہے جس سے ہماری آبادی کے کوئی دس کروڑ افراد آگاہ ہیں جب ساشا بول رہا تھا اور ہمارا مقدمہ بڑے منطقی انداز میں چل رہا تھا اور وہ ان کی دھجیاں بکھیر رہا تھا' جیوری کے چند افراد بہت متاثر لگ رہے تھے اور انہوں نے گہری دلچسپی ظاہر کی۔کنٹینٹ کو بھی یہ بات سمجھنے میں دیر نہ لگی۔اسے جیسے ہی موقع ملا اس نے مدر ارتھ کی جولائی ۱۹۱۴ء کے شمارے کی ایک کاپی اٹھالی۔یہ بات میرے ذہن سے اتر چکی تھی کہ اس شمارے کی کئی کاپیاں اب بھی دفتر میں موجود ہیں۔ چند لڑکے اور لڑکیاں جنہوں نے ہماری بے روزگاری کے خلاف مہم میں ہمارا ہاتھ بٹایا تھا جسے ساشا نے منظّم کیا تھا اور لیکنگٹن ٹینامنٹ کے دھماکے کے بعد وہ ہماری صفوں سے علیحدگی اختیار کر چکے تھے اور اس بات کو کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ان میں سے زیادہ تر دو کوڑی کے ثابت ہوئے اور حالات کے فوری اثر کے تحت شامل ہوئے تھے لیکن ان کی آمادہ پیکار شعلہ بیانیاں بدنصیبی سے ضابطہ تحریر کے سرد خانے میں موجود تھیں اور استغاثہ اسی کا فائیدہ اٹھا رہا تھا۔کنٹینٹ نے ان میں سے اپنے پسندیدہ اقتباسات پڑھنا شروع کر دیئے اور جیوری پر دباؤ ڈالنا چاہا کہ ہم سب جسمانی قوت اور ڈائنامائیٹ کو پروان چڑھانے والے ہیں۔''یہ بھی سچ ہے کہ مس گولڈ مان ان دنوں دورے پر تھیں اور غیر حاضر تھیں'' اس نے کہا ''اور وہ اس لیے اس شمارے میں ان مضامین کی اشاعت کے لیے ذمہ دار نہیں ٹھہرائی جا سکتی۔'' یہ ایک چال تھی جس کے ذریعے تمام ذمے داری ساشا پر ڈالی جا رہی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات ختم کرتا میں کھڑی ہو گئی ''استغاثہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے'' میں نے اعلان کیا ''کہ میں مدر ارتھ کی مالکہ اور طابع ہوں اور یہ بھی کہ اس رسالے میں جو کچھ شائع ہوتا ہے اس کی میں ذمہ دار ہوں۔چاہے طباعت کے وقت میں یہاں موجود ہوں یا نہ ہوں۔'' میں نے پوچھا کہ کیا قدیم تاریخ کی بنیاد پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے' ورنہ یہ ناقابل فہم بات ہے کہ ایک ایسا شمارہ جو ریاست ہائے متحدہ کے جنگ میں کودنے سے تین سال پہلے شائع ہوا تھا اور جسے ڈاک کے ادارے نے بھی نہ روکا اور نہ ہی اس کے خلاف ریاست نیویارک کو کوئی اعتراض تھا اور اسے آج اس مقدمے میں استعمال کیا جا رہا ہے۔میں نے اعلان کر دیا کہ یہ سب غیر متعلق ہے مگر میرے اعتراضات کو جج نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

روزانہ عدالت میں تناؤ بڑھتا گیا۔فضا معاندانہ ہوتی چلی گئی اور سرکاری اہلکاروں کا رویہ مزید توہین آمیز۔ہمارے دوستوں کو آنے ہی نہ دیا جاتا اور اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو ان سے بدسلوکی کی جاتی۔نیچے سڑک پر ایک بھرتی کا دفتر قائم کر دیا گیا تھا۔اور جہاں سے حب الوطنی والی تقاریر فوجی بینڈ کی آوازوں کے ساتھ مل کر سنائی دیتی رہتیں۔ہر مرتبہ جب قومی ترانہ بجایا جاتا تو عدالت میں ہر شخص کو حکم دیا جاتا کہ وہ کھڑا ہو جائے' موجود سپاہی ہر لمحے چوکس کھڑے رہتے۔ہماری لڑکیوں میں سے ایک نے کھڑی ہونے سے انکار کر دیا اس لیے اسے کھینچ کر کمرے میں سے نکال دیا گیا۔اور لڑکوں کو تو عملاً ٹھوکریں مار کر نکال دیا گیا۔ساشا اور میں حب الوطنی کی اس فوجی قوت کے مظاہرے کے دوران میں ہمیشہ بیٹھے رہے۔اہلکار ہمارا کیا بگاڑ لیتے؟ وہ مسخروں کے اس کھیل سے باہر نکالنے کو تو نہ کہہ سکتے تھے۔ہمیں کم از کم یہ بالا دستی تو حاصل تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہمارے جرائم کے خلاف نہ ختم ہونے والی تواتر والی ''شہادتوں'' کے بعد جن سے فی الواقع کچھ نہ ثابت ہوا استغاثہ نے اپنے دلائل مکمل کر لیے۔ نظریات اور منظم حماقت کے اس مقابلے کا آخری دور جولائی کی ۹ کو طے ہوا۔ یوں ہمیں اڑتالیس گھنٹے میسر آ گئے جس میں ہم ان قوتوں کے خلاف اپنی صفائی تیار کر لیں جو پوری دنیا کو آنسوؤں اور خون کی وادی میں غوطہ دے رہی تھیں۔ جب سے ہمارے مقدمے کا آغاز ہوا تھا۔ ہمیں مجبوراً اس کی خطرناک رفتار کا ساتھ دینا پڑ رہا تھا اور ہم بہت تھک چکے تھے۔ گزشتہ ہفتے ہم لیونارڈ۔ ڈی ایبٹ اور اس کی اہلیہ روز لسٹر کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوتے رہے اور اب ہم اسٹیلا کی چھوٹی سے جگہ کی یاترا کے لیے جا رہے تھے جو ڈارین میں تھی کہ وہاں مختصر سا آرام کر لیں۔

میں اگلی صبح میں جب بیدار ہوئی تو کمرے میں چمکدار دھوپ داخل ہو رہی تھی اور نہایت خوشگوار' سنہرے درختوں اور گھاس کے تختوں پر نیلگوں آسمان کی چادر تنی ہوئی تھی۔ فضا دھرتی کی مہک سے بسی ہوئی تھی۔ جھیل نرم موسیقی سے گنگنا رہی تھی اور پوری فطرت اس سحر میں سانس لے رہی تھی میں بھی اس کے سحر زدہ ماحول کا حصہ بن گئی۔

جب ہم دوشنبہ ۹ جولائی کو عدالت میں واپس آئے تو ہم نے محسوس کیا کہ اس مزاحیہ/ المیے کا آخری ایکٹ ہونے والا ہے جو کئی ہفتہ بھر چل چکا تھا۔ جج میڈ' فیڈرل اٹارنی کنٹینٹ اور بہت سے اداکاروں کا دستہ ایک نہایت ادنی سے پلاٹ کے کھیل کے لیے پہلے ہی سے اسٹیج پر جمع ہیں۔ عمارت مدعو سرکاری مہمانوں کے علاوہ بھاڑے کے بھانڈوں سے بھرا ہوا ہے جنہیں داد کے ڈونگرے برسانے کے لیے بلایا گیا تھا۔ لاتعداد اخبار والے بھی موجود تھے جنہیں اس تماشے پر جائزے تحریر کرنا تھے۔ ہمارے زیادہ تر دوستوں کو داخل نہ ہونے دیا گیا مگر گزشتہ دنوں کے مقابلے میں ان کی تعداد زیادہ تھی۔

وکیل استغاثہ کنٹینٹ کسی معنوں میں اپنے ان ہم پیشہ لوگوں کے ہم پلہ نہ تھا جنہوں نے ۱۸۹۳ء میں میرے خلاف مقدمہ چلایا تھا۔ وہ تمام کارروائی کے دوران میں بے کیف اور پھیکا رہا اور جب جیوری کے ارکان کو مخاطب کرتا تو بالکل گھسے پٹے انداز میں۔ ایک موقع تو ایسا آیا کہ اس نے خطابت کی چوٹی سر کرنے کی کوشش کی۔ ''آپ سمجھتے ہیں کہ جو عورت آپ کے سامنے ہے یہ حقیقی ایما گولڈ مان ہے'' اس نے اعلان کیا ''جو اعلیٰ نسل' خلیق اور جو اپنے چہرے پر ایک خوشگوار مسکراہٹ رکھتی ہے؟ نہیں! حقیقی گولڈ مان کو آپ صرف تقریری پلیٹ فارم پر دیکھ سکتے ہیں۔ وہیں پر اس کے جوہر کھلتے ہیں اور وہ تمام احتیاط کو طوفان کے نذر کر دیتی ہے۔ وہاں یہ نوجوانوں میں شعلے پیدا کر دیتی ہے اور انہیں پر تشدد کارروائیوں میں جھونک دیتی ہے۔ اگر آپ ایما گولڈ مان کو اس کے جلسوں میں دیکھ سکتے تو آپ کو اندازہ ہو جاتا کہ وہ ہمارے منظم اداروں کے لیے ایک آفت ہے۔'' اس لیے یہ جیوری پر واجب ہے کہ وہ ملک کو اس ایما گولڈ مان سے محفوظ رکھے اور اسے جرائم کا مورد ٹھہرائے۔''

وکیل استغاثہ کے بعد ساشا کا نمبر آیا۔ اس نے بکس میں بیٹھے لوگوں کی پوری توجہ اپنی طرف رکھی اور ان سب کی بھی جو عدالت کے کمرے میں بیٹھے تھے وہ بھی دو گھنٹے تک۔ یہ ایسی فضا میں جو تعصّبات اور نفرت سے بھری ہوئی تھی کوئی آسان کام نہ تھا اس نے پر لطف اور مزاحیہ طریقے سے ان نام نہاد شہادتوں کو پرکھا جو ہمارے ''جرائم'' کو ثابت کرنے کے لیے پیش کی گئی تھیں۔ اس بات سے لوگ بہت محظوظ ہوئے اور زوردار انداز میں قہقہے بلند ہوئے۔ جسے عدالت نے سخت تنبیہوں کے ذریعے خاموش کرایا۔ سرکاری شہادتوں کی اچھی طرح مسمار کرنے کے بعد ساشا نے اپنے زور بیان سے انارکزم کی خوبیاں بیان کرنا شروع کر دیں اور وہ بھی بڑی چابکدستی کے ساتھ' سادہ براہ راست اور واضح انداز میں۔

ساشا کے بعد میں گھنٹہ بھر بولی۔ میں نے حکومت کے اس ڈھونگ کو آڑے ہاتھوں لیا کہ وہ جمہوریت کو دساور بھیجنا چاہتی ہے جبکہ اس کی آخری نشانی کو وطن میں کچل رہی ہے۔ اس پر جج میڈ نے کہا کہ یہاں ان ہی نظریات کے بیان کرنے کی اجازت ہے جن کی ''قانون میں گنجائش'' ہے تس پر اس نے اہل جیوری سے دریافت کیا کہ آیا وہ ان لوگوں کے متعلق تعصّبات رکھتے ہیں جو غیر مقبول نظریات کی تبلیغ کرتے ہیں۔ میں نے اس پر یہ وضاحت کی کبھی بھی کوئی ایسا نظریہ نہیں رہا چاہے وہ کتنا ہی انسان نواز اور امن پسند ہو جو اپنے عہد میں ''قانون کے اندر'' تسلیم کر لیا گیا ہو۔ میں نے مسیح' سقراط' گلیلیو' جیورڈانو برونو کے نام بتائے۔ ''کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ قانون کے دائرے میں تھے؟'' میں نے پوچھا ''اور وہ لوگ جنہوں نے امریکہ کو برطانیہ سے آزاد کرایا یعنی جفرسن اور پیٹرک ہنریز؟ ولیم لائڈ گریزنز' جون براونز' ڈیوڈ تھوروز اور وینڈل فلپسز ...... کیا یہ سب قانون کے دائرے میں آتے ہیں؟''

عین اسی وقت کھڑکیوں میں سے گزر کر انقلاب فرانس کے ترانے کی دھن چھا گئی اور روسی مشن کے دستے سٹی ہال جانے کے لیے وہاں سے گزرنے لگے میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور کہا ''جیوری کے معزز رکنوں'' میں بولی ''کیا آپ اس موسیقی کی دھن سن رہے ہیں؟'' اس نے تمام انقلابوں کے انقلاب میں جنم لیا تھا اور یہ اپنی گھن گرج میں کبھی بھی قانون کے دائرے میں نہ تھی! اور یہی وہ وفد ہے جسے تمہاری حکومت آج کل نئے روس کے نمائندے کا اعزاز بخش رہی ہے۔ محض پانچ ماہ پہلے ان میں شامل سب لوگ وہی سمجھے جاتے تھے جیسا کہ تمہیں بتایا جا رہا ہے کہ ہم مجرم ہیں...... اور قانون کے دائرے میں نہیں آتے!''

پوری کارروائی کے دوران میں فاضل جج صاحب جانفشانی سے مطالعے میں لگے رہے۔ ان کی میز پر وہ تمام مطبوعات منتشر تھیں جنہیں ہمارے دفتر سے ضبط کیا گیا تھا اور وہ بہت منہمک لگ رہا تھا۔ ابھی وہ ساشا کی یادداشتوں پر نظر ڈال رہا ہوتا اگلے لمحے میرے مضامین پر پھر مدرارتھ پر۔ اس کی دلچسپی نے ہمارے چند دوستوں میں احساس پیدا کر دیا جیسے جج کو ہمارے نظریات سے کچھ دلچسپی ہے اور وہ انصاف پر مائل ہے۔

جج میئر ہماری توقعات پر پورا اترا۔ جیوری جو مجھے سونپی گئی ہے ان کے ساتھ میں باضابطہ طور پر یہ اعلان کرتا ہوں کہ مقدمے کی پوری کارروائی کے دوران میں مدعا علیہان نے قابل ذکر لیاقت ظاہر کی ہے۔ یہ ایسی لیاقت ہے جو اس ملک کے عظیم مقاصد کے لیے بھی استعمال کی جاسکتی تھی اگر یہ لوگ مناسب سمجھتے کہ اسے بجائے مخالفت کے موافقت میں استعمال کیا جائے۔ یہ ملک جو ہمارا ہے یہاں ہم ان لوگوں کو دشمن سمجھتے ہیں جو ہماری حکومت کی منسوخی چاہتے ہیں اور انہیں بھی جو ہمارے قوانین کی حکم عدولی پر ان لوگوں کو اکساتے ہیں جو کمزور ذہن والے ہیں۔ امریکہ کی آزادی ہمارے پرکھوں نے حاصل کی تھی اور یہ خانہ جنگی بھی جھیل گئی اور آج ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو پہلے ہی آگے جا چکے ہیں یا روانگی کے لیے تیاری کر رہے ہیں تاکہ بدیس جائیں اور آزادی کی جنگ میں اپنے ملک کی نمائندگی کریں۔ اس کے بعد اس نے جیوری کو ہدایت دی کہ مدعا علیہ چاہے درست ہو یا غلط اس سے فیصلے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیوری کا صرف یہ فرض ہے کہ ان شہادتوں کی روشنی میں جو پیش کی گئی ہیں یہ بتائے کہ مدعا علیہین ان معاملے میں معصوم ہیں یا نہیں اور ان جرائم کے بھی جوان پر عائد کیے گئے ہیں۔

جیوری قطار بنا کر باہر چلی گئی۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ برقی روشنیاں ملگجے میں زرد لگ رہی تھیں۔ مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں اور کمرے میں لوگوں کی کانا پھوسی کے ساتھ وہ بھی طواف کر رہی تھیں۔ لمحات رینگتے رہے اور دن کی گرمی سے چپچپاہٹ بھی بڑھ رہی تھی۔ جیوری کے ارکان لوٹے' انہیں غور وخوض میں صرف انتالیس منٹ لگے۔

''آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں'' پیشکار سے پوچھا گیا۔

''مرتکب'' اس نے جواب دیا۔

میں فوراً کھڑی ہوگئی ''میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس فیصلے کو ایک طرف اس لیے رکھ دیا جائے کیونکہ پیش کی جانیوالی شہادتوں کے مطلق برعکس ہے۔

''تحریک مسترد کی جاتی ہے'' جج میئر نے کہا۔

''میں مزید مطالبہ کرتی ہوں'' اور بولے گئی کہ سزایابی کا اعلان چند دنوں کے لیے ملتوی کر دیا جائے اور ہماری ضمانت پر رہائی اسی رقم پر بحال رکھی جائے جو ہمارے مقدمے کے لیے طے شدہ ہے۔''

''نامنظور'' جج نے فیصلہ دیا۔

فاضل جج نے اس کے بعد ویسے ہی بے معنی سوالات پوچھے کہ آیا مدعا علیہان کو اس بابت کچھ کہنا ہے کہ انہیں کیوں نہ سزا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سنائی جائے۔

ساشانے جواب دیا"میرے نزدیک یہ قرین انصاف ہوگا کہ ہماری سزا موخر کردی جائے اور ہم اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے معاملات درست کرلیں۔ ہمیں تو اس لیے سزا دی جارہی ہے کہ ہم انارکسٹ ہیں اور ساری کارروائی قطعاً غیر منصفانہ رہی تھی۔"میں نے بھی اپنا احتجاج ظاہر کردیا۔

"ریاست ہائے متحدہ میں قانون ایک لازوال شے ہے" عدالت نے سزا کے فیصلے کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔اور ایسے لوگ جو ہمارے قانون کو کالعدم کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے ہمارے ملک میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ایسے مقدمے میں جیسا کہ یہ ہے میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ میں قانون میں دستیاب زیادہ سے زیادہ سزا دوں۔"

دو سال کی قید اور دس ہزار ڈالر جرمانہ۔جج نے فیڈرل اٹارنی کو یہ ہدایت بھی دی کہ اس مقدمے کا ریکارڈ امیگریشن کے حکام کو واشنگٹن بھیجا جائے جس میں یہ تجاویز دی جائیں کہ قید کی میعاد ختم ہونے پر انہیں ملک بدر کردیا جائے۔

عالیجاہ نے اپنا فرض پورا کردیا۔اس نے اپنے ملک کی بخوبی خدمت انجام دی اور اب آرام کا مستحق تھا۔اس نے عدالت کے ملتوی کیے جانے کا اعلان کیا اور انصاف کی کرسی سے روانگی کے لیے مڑا۔

لیکن میں ابھی مطمئن نہیں ہوں۔"ایک منٹ جناب" میں زور سے بولی۔جج میرا سامنا کرنے کے لیے مڑا۔"کیا ہمیں ہوا کے گھوڑے پر یہاں سے پہنچایا جائے گا؟ اگر ایسا ہے تو ہم جاننا چاہتے ہیں۔اور ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ یہاں موجود ہر متنفس کو یہ معلوم ہوجائے۔"

"تمہیں نوے دن کی مہلت ہے چاہو تو مرافعہ کرلو""نوے دن کی فکر نہ کریں" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا"آئندہ گھنٹے یا دو گھنٹے کے متعلق فرمایئے؟" کیا ہمیں اتنی مہلت ملے گی کہ ہم چند ضروری اشیاء اکٹھا کرلیں؟"

"قیدی تو یونائیٹڈ اسٹیٹس کے مارشل کی تحویل میں ہیں۔" روکھا سا جواب یہ تھا۔

جج پھر روانگی کے لیے مڑا۔میں نے پھر سے اسے ٹھہرنے پر مجبور کردیا۔"ایک اور فقرہ"! وہ مجھے گھورنے لگا اور اس کا بھاری بھرکم چہرہ سرخ پڑ گیا۔میں نے بھی اسے گھورا۔میں جھکی اور کہا"میں چاہتی ہوں کہ آپ کی نرمی اور رحم دلی کا شکریہ ادا کردوں جو آپ نے ہمیں دو دن کی مہلت نہ دی جو آپ وحشی جرائم پیشہ کو بھی دے دیتے۔میں ایک مرتبہ دوبارہ آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

عالیجاہ سفید پڑ گئے برہمی ان کے چہرے پر ہویدا تھی بے چینی میں انہوں نے میز پر سے اپنے کاغذات جمع کرنا شروع کردیئے۔انہوں نے اپنے ہونٹوں کو جنبش دی جیسے وہ کچھ کہنا چاہتے ہوں لیکن اچانک مڑے اور عدالت سے رخصت ہوگئے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۴۶

کار تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ یہ ڈپٹی مارشلوں سے بھری ہوئی تھی۔ میں جن کے درمیان میں بیٹھی ہوئی تھی۔ بیس منٹ کے بعد ہم لوگ بالٹی مور کے اوہایو اسٹیشن پر پہنچے۔ یوں لگا جیسے وقت کی گھڑی الٹی چلتی ہوئی پچیس سال پیچھے پہنچ گئی اور میں نے خود کو اسی اسٹیشن پر کوئی چوتھائی صدی پہلے پایا۔ میں ہاتھ پھیلائے ہوئے اس ٹرین کو گھور رہی تھی جس میں ساشا سوار تھا جو اسے دور لئے جا رہی تھی اور مجھے بے کس اور تنہا چھوڑے جا رہی تھی۔ ترش آواز میں مجھ سے کسی نے کہا ''کیا تمہیں بھوت دکھائی دے رہے ہیں'' یہ استفسار تھا۔ میں ایک ڈبے میں تھی ایک جسیم مرد اور ایک عورت میرے پہلو میں تھے۔ یہ ڈپٹی مارشل اور اس کی بیوی تھی۔ اس کے بعد میں عورت کے ساتھ تنہا رہ گئی۔

دن بھر کی گرمی، بے چینی اور فیڈرل بلڈنگ میں تین گھنٹے کے انتظار نے مجھے نڈھال کر دیا تھا۔ میں اپنے پسینے والے کپڑوں میں چپچپاہٹ محسوس کر رہی تھی۔ میں غسل خانے کی جانب بڑھی اور عورت میرے پیچھے پیچھے۔ میرے اعتراض پر اس نے اظہار تاسف کیا اور کہا کہ وہ مجھے تنہا بغیر پہرے کے نہیں چھوڑ سکتی۔ ہدایت کے مطابق وہ مجھے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دے سکتی۔ اس کے چہرے پر قدرے نرمی تھی۔ میں نے اسے اطمینان دلایا کہ میں فرار ہونے کی کوشش نہیں کروں گی۔ اور وہ اس پر آمادہ ہو گئی کہ میں دروازے کو نیم وا رکھوں۔ نہا دھو کر میں اپنی بینچ پر سوار ہو گئی اور فوراً سو گئی۔

میری آنکھ میرے نگرانوں کی آواز پر کھلی۔ مرد اپنا کوٹ پہلے ہی اتار چکا تھا اور وہ مزید کپڑے اتارنے کی تیاری کر رہا تھا۔ ''تمہاری یہیں سونے کی نیت تو نہیں ہے؟'' میں نے تقاضہ کیا۔

''بالکل'' اس نے جواب دیا ''اس میں کیا برائی ہے؟ میری بیوی یہیں ہے تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

اخلاق اس کے علاوہ اور کیا تقاضہ کرتا ہے کہ ایک ڈپٹی کی بیوی موجود رہے؟ یہ خوف نہیں ہے۔ میں نے اسے بتایا بلکہ یہ کراہت ہے۔

قانون کی چوکس نگاہیں سوتے میں بند تھیں لیکن اس کا منہ بھاڑ جیسا کھلا تھا۔ جس سے خراٹوں کی جھنکار بلند ہو رہی تھی۔ ہوا میں بساند پھیلی ہوئی تھی۔ ساشا کے متعلق پر تشویش خیالات مجھے گھیرے تھے۔ صدی کی ایک چوتھائی بیت چکی ہے جن میں واقعات ایک دوسرے سے بری طرح گڈ مڈ ہیں جو رشتوں کے لحاظ سے مالا مال ہیں اور ان پر وقت کی چادر جھلملا رہی ہے۔ بَن کے ساتھ دردناک مایوسی...... دوستی کے پرخچے اڑ چکے ہیں...... اور ایسے بھی جن کی شگفتگی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ دھرتی کے تقاضے جو آدرش کے ولولہ خیز مطالبات سے اکثر باہم دست و گریباں ہو جاتے اور ساشا ہمہ وقت با اعتبار اور اس تمام طویل مدت میں میری جدوجہد میں میرا حامی اور کامریڈ۔ یہ خیالات میرے لئے تسکین بخش تھے اور ہفتوں کی کھینچا تانی کو پر راحت نیند کی گود میں سکون مل رہا تھا۔

میرا مرد نگراں دن میں زیادہ وقت ڈبے میں نہ آیا۔ وہ صرف کھانے کے وقت اپنی رفاقت سے نوازتا جو ہمارے لئے ٹرین میں کھانے کے ڈبے سے لایا جاتا۔ دوپہر کے کھانے کے دوران میں میں نے ڈپٹی مارشل سے پوچھا کہ مجھے ریاست مسوری کی جیل میں جو جیفرسن سٹی میں ہے کیوں لے جایا جا رہا ہے۔ یہاں عورتوں کے لئے کوئی وفاقی جیل نہیں ہے۔ اس نے وضاحت کی۔ پہلے تو ایک تھی لیکن اسے ختم کر دیا گیا کیونکہ ''اس سے کچھ یافت نہ تھی۔'' ''اور مردانہ وفاقی جیلوں سے کیا آمدنی ہوتی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''بالکل درست'' اس نے کہا'' وہ اتنے بہت سے ہیں کہ یو ایس گورنمنٹ ایک اور جیل قائم کرنے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ ان میں سے ایک اٹلانٹا' جارجیا میں ہے۔'' اس نے مزید کہا'' اور یہی وہ مقام ہے جہاں تمہارے دوست برکمین کو پہنچایا گیا ہے۔''

میں نے اس سے اٹلانٹا کے متعلق گفتگو کرنے کی خاطر بات بڑھائی۔ اس نے مجھے اطمینان دلایا کہ وہاں کے قواعد وضوابط سخت ہیں اور ''برک'' کو شائید وہاں سخت وقت گزارنا پڑے اگر وہ اپنے اطوار مناسب نہ رکھے گا اور اس نے پھر طنزیہ لہجے میں تبصرہ کیا'' وہ جیل کے معاملات میں پرانا چاول ہے کیا یہ بات غلط ہے؟''

''ہاں مگر وہ تو جھیل گیا۔ اور وہ اٹلانٹا کی کڑی پابندیوں کے باوجود ان کا ہمسر ثابت ہوگا۔'' میں نے دندان شکن جواب دیا۔

اس عرصے میں خاتون ڈپٹی لاتعلق بنی رہی جس سے مجھے کچھ لکھنے' مطالعہ کرنے اور سوچ بچار کرنے کا موقع مل گیا۔ سینٹ لوئیس پر ہم لوگوں نے ٹرین بدلی جس سے مجھے کچھ موقع مل گیا کہ میں تھوڑی سی کسرت کرلوں جب تک جیفرسن سٹی جانے والی لوکل ٹرین آ جائے۔ میں چاروں طرف نگاہیں ڈالتی رہی کہ شائید کوئی مانوس چہرہ مل جائے لیکن مجھے اندازہ ہوا کہ سینٹ لوئیس میں ہمارے کامریڈوں کو معلوم نہ ہوسکا کہ میری ٹرین ان کے شہر کب پہنچے گی۔

جیفرسن سٹی پہنچنے پر میرے نگہبانوں نے پیشکش کی کہ وہ مجھے جیل ٹیکسی میں لے چل سکتے ہیں۔ میں نے درخواست کی کہ ہمیں پیدل چلنا چاہئے۔ یہ طویل عرصہ کے لئے میرا واحد موقع تھا' میں نے سوچا۔ وہ اس کے لئے فوراً تیار ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس کا بھاڑا اپنے ڈب میں ڈال لیں گے اور سرکار سے اخراجات کی مد میں وصول کر لیں گے۔

جب میرے سر پرست مجھے قید خانے کی ہیڈ میٹرن کے سپرد کر چکے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ انہیں میری رفاقت نہایت پر لطف لگی۔ انہیں اس بات پر یقین نہیں آتا تھا کہ کوئی انارکسٹ انہیں کوئی زحمت نہ دے گا۔ انہوں نے سرسری انداز میں کہا۔ بیوی نے یہ اضافہ کیا کہ وہ مجھے پسند کرنے لگی ہے اور اسے افسوس ہے کہ مجھے وہاں چھوڑ کر جا رہی ہے۔ میں نے محسوس کیا جیسے یہ مشکوک خراج تحسین ہو۔

میں نے جو دو ہفتے کوینز کاؤنٹی جیل میں گزارے تھے انہیں چھوڑ کر میں نے کسی نہ کسی جتن سے خود کو جیلوں سے دور رکھا تھا۔ سوائے اس'' آرام۔صحتیابی'' کے قیام کے جو بلیک ویل جزیرے کے قید خانے میں رہا۔ میں لاتعداد مرتبہ گرفتار ہوئی اور کئی مرتبہ مقدمات چلے مگر سزا یابی کبھی نہ ہوئی تھی۔ یہ ایسے فرد کا مکروہ سیاہ نامہ تھا جسے اس پر غرہ ہو کہ وہ ملک بھر کے تمام پولیس کے محکموں کی توجہ کی منظور نظر رہی ہے۔

''کوئی عارضہ؟'' بڑی میٹرن نے اچانک یہ سوال پوچھ لیا۔

میری صحت کے متعلق اس کے خلاف توقع اظہار تشویش پر میں سن سی ہو کر رہ گئی۔ میں نے اسے جواب دیا کہ مجھے کوئی شکایت نہیں ہے الا یہ کہ میں نہانا چاہتی ہوں اور ٹھنڈا شربت پیوں گی۔

''نہ تم اتنی احتیاط کرو اور نہ ہی ظاہر داری کہ تم نہیں سمجھیں کہ میں کیا پوچھ رہی ہوں۔'' اس نے درشتگی سے میری سرزنش کی۔'' میری مراد ان بیماریوں سے ہے جو اخلاق باختہ عورتوں کو ہوتی ہے۔ یہاں آنے والیوں میں سے زیادہ تر کو یہ عارضے ہوتے ہیں۔''

''جنسی عارضے ضروری نہیں کہ کسی مخصوص فرد کو لاحق ہوں۔'' میں نے اسے سمجھایا'' نہایت معزز لوگوں کے متعلق بھی معلوم ہوا ہے کہ اس کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ اتفاق ہے کہ میں ان کی مریضہ نہیں ہوں اور اس کی وجہ شائید خوش نصیبی ہے نہ کہ پارسائی۔''

یوں لگا جیسے اس کو سر بازار رسوا کر دیا گیا ہو۔ وہ اپنی جگہ اتنی برخوددرست اور باحیا خاتون تھی کہ اسے ایک جھٹکے کی ضرورت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھی اور میں ایسی کینہ ور تھی کہ اس فقرے کے اثر کا تماشا دیکھنے لگی۔

جب میں معمول کی جامہ تلاشی، منشیات اور سگریٹ کی تلاشی کے مرحلے سے گزر چکی تو مجھے نہلایا گیا اور بتایا گیا کہ میں اپنے ذاتی زیر جامے، جوتے اور لمبے موزے رکھ سکتی ہوں۔

میری کوٹھری میں ایک کھاٹ لیکن اس پر کھردری مگر صاف چادریں اور کمبل دیئے گئے۔ وہاں میز اور کرسی، ہاتھ منہ دھونے کے لئے پانی کا نل اور ایک کنارے میں نعمتوں کی نعمت ایک پاخانہ جسے چھپانے کے لئے ایک پردہ ڈال دیا گیا تھا۔ ابھی تک میرا گھر بلیک ویل جزیرے کے مقابلے میں بلاشبہ بدرجہ بہتر تھا۔ دو اشیاء نے میری خوشگوار دریافتوں کو ٹھیس پہنچائی۔ میری کوٹھری کے سامنے ایک دیوار تھی جس سے روشنی اور ہوا کی آمدورفت میں رکاوٹ ہوتی تھی اور جیل میں لگا ہوا دیوار گیر کلاک ہر پندرہ منٹ کے بعد رات بھر بجتا۔ جس پر بلند آواز میں یہ پکارا جاتا کہ ''سب ٹھیک ہے'' میں کروٹ پر کروٹ بدلتی اور سوچتی رہتی کہ مجھے اس اذیت سے مانوس ہونے میں کتنا عرصہ لگے گا۔

جیل میں چوبیس گھنٹے کے قیام میں مجھے اس کے معمولات کا قریب قریب اندازہ ہو گیا۔ اس ادارے میں متعدد بہتر سہولتیں تھیں۔ زیادہ تواتر سے ملاقاتیوں کی اجازت، خوراک خرید کر منگانے کی سہولت، تین خطوط فی ہفتہ لکھنے کی رعایت، درجہ حاصل کر لینے کے بعد آپ کو بڑے صحن میں روزانہ اور اتوار کو دو مرتبہ تفریح کا موقع، شام میں بالٹی بھر پانی اور اس کی اجازت کہ آپ ڈاک کے پلندے اور مطبوعات وصول کر سکتے تھے۔ یہ بلیک ویل جزیرے کے جیل کے مقابلے میں بڑی مراعات تھیں۔ تفریح کی سہولت تو بالخصوص طمانیت بخش تھیں۔ صحن چھوٹا تھا اور سورج کی کرنوں سے بچاؤ بھی تھا مگر اسیروں کو یہ آزادی میسر تھی کہ وہ ٹہلیں، بات چیت کریں، کھیلیں اور گائیں اور صحن کی منتظمہ ایک جگہ بیٹھی رہتی اور مداخلت نہ کرتی۔ دوسری جانب محنت کشی کے رائج نظام کے تحت کام متعین تھے۔ جن کی انجام دہی اتنی دشوار تھی کہ اس سے اسیر مستقل لرزہ براندام رہتے۔ مجھے مطلع کیا گیا کہ مجھے سارے کام نہ کرنے کی معافی ہو گی لیکن یہ معمولی سی سہولت تھی۔ ایک عورت جو میرے ایک جانب عمر قید گزار رہی تھی اور دوسری جانب والی پندرہ سال کی قید بھگت رہی تھی۔ دونوں پورے کام کرنے پر مجبور تھیں۔ میں نے اس لئے استثنا کی رعایت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اس کے ساتھ مجھے یہ خوف بھی دامنگیر رہتا کہ شائید میں یہ کام کبھی نہ مکمل کر پاؤں گی۔ یہ موضوع سب ہی کے لئے گفتگو کا اہم نکتہ تھا اور باسیوں کے لئے تشویش کا بڑا سبب۔

کارگاہ میں ہفتہ بھر گزارنے کے بعد مجھے گردن کے پیچھے شدید درد کی تکلیف پیدا ہو گئی۔ نیویارک سے آنے والی پہلی خبر نے میری حالت اور بگاڑ دی۔ فٹزیؔ کے خط نے وہ بات بتائی جو میں پہلے ہی جانتی تھی کہ ساشا کو اٹلانٹا لے جایا گیا ہے۔ یہ بہت دور جگہ ہے اور اس کی تحریر کے مطابق یہ ہمارے دوستوں کے پھیرا لگانے میں مانع ہو گی۔ اسے بہت سے مسائل اور سختیاں درپیش تھیں۔ وفاقی ارباب اختیار نے نیویارک پولیس کی اعانت سے ہمارے دفتر کے مالک کو دہشت زدہ کر دیا۔ اس نے فٹزیؔ کو حکم دیا کہ وہ مدر ارتھ اور دی بلاسٹ کو وہاں سے لے جائے اور اسے ہفتہ بھر کی لازمی مہلت بھی نہیں دی گئی۔ بڑی بھاگ دوڑ کر کے اسے لیفیٹے اسٹریٹ پر کوئی جگہ ملی تھی مگر یہ بات غیر یقینی ہے کہ اسے وہاں بھی ٹکنے دیا جائے گا۔ حب الوطنی کا بخار تیز ہوتا جا رہا تھا۔ صحافت اور پولیس ایک دوسرے پر بازی لے جانے میں لگے ہوئے تھے کہ ہر ریڈیکل کارروائی کا قلع قمع کر دیا جائے۔ پیاری، بہادر فٹزیؔ اور ہمارا جانباز ''سویڈ!'' ہماری گرفتاری کے بعد ان بے چاروں کو سارا بوجھ اٹھانا پڑ رہا تھا مگر بڑی ثابت قدمی سے وہ اپنی چوکی پر ڈٹے ہوئے تھے اور ہمارے لئے فکر مند تھے اور ان کی زبان پر کبھی اپنی دشواریوں کا ذکر نہ آتا۔ اب بھی فٹزیؔ نے اپنے متعلق کچھ نہ لکھا، پیاری جان من۔

دیگر خطوط اور متعدد تار پر لطف تھے۔ ہیری وین برگر نے لکھا کہ جج میئرؔ نے ہمارے مرافعہ کی درخواست پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور نہ ہی کوئی وفاقی جج اس پر دستخط کرنے کو تیار تھا۔ لیکن ہیریؔ کو یقین تھا کہ وہ سپریم کورٹ کے کسی جج کو ان کاغذات کے قبول کر لینے پر آمادہ کر لے گا۔ اور یوں ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ ضمانت پر رہا کر دیئے جائیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرینک ہیریسؔن (دیکھئے مائی لائف ۱۸۵۵ء تا ۱۹۳۱ء) کا ایک خط ملا جس میں اس نے مطالعے کا سامان اور کوئی اور چیز بھیجنے کی پیشکش کی جس کی جیل میں اجازت ہو۔ ایک اور خط میرے ہنس مکھ پرانے دوست ولیم میرین ریڈی کا تھا۔ اب چونکہ میں اس کی ریاست میں مقیم ہوں اور اس کی تحریر کے مطابق اس کی ہمسائی ہوں جو غلط بھی نہ تھا وہ میرے لئے درست قسم کی مہمان نوازی کا انتظام کرنے کیلئے فکر مند تھا۔ وہ اور مسٹر پینٹر جو اصلاح خانے کے نگراں تھے کالج کے زمانے کے یار تھے اور اس نے انہیں تحریر کیا تھا کہ اسے اس امر پر فخر کرنا چاہئے کہ ایما گولڈمان اس کے یہاں بطور مہمان مقیم ہے۔ اس نے اسے چوکس کر دیا تھا کہ مجھ سے مناسب سلوک کیا جائے نہیں تو وہ اس کی جان عذاب میں ڈال دے گا۔ اس کی تحریر کے مطابق مجھے خود کو خوش نصیب سمجھنا چاہئے کہ مجھے دو سال کے لئے ہنگامہ خیز سرگرمیوں سے نجات مل گئی ہے۔ اس کے معنی ہیں عمدہ آرام اور اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ میں اپنی سوانح حیات لکھ ڈالوں جس کا اس نے عرصہ ہوئے مشورہ دیا تھا۔ ''اب تمہیں موقع ہے' تمہارے پاس گھر ہے، تین وقت کا کھانا اور فراغت ہی فراغت...... سب کچھ بالکل مفت۔ اپنی سرگزشت لکھ ڈالو۔ تم نے ایسی زندگی بسر کی ہے جیسی کسی اور عورت نے نہیں کی۔ مجھے اس کا جواب دو۔'' اس نے پہلے ہی ایک بکس بھیج دیا تھا جس میں کاغذ اور پنسل تھیں، اس نے مجھے مطلع کیا اور وہ مسٹر پینٹر کو اس پر آمادہ کرے گا کہ وہ مجھے ایک ٹائپ رائٹر مہیا کر دے۔ مجھے لازم ہے کہ ''کمر کس لوں اور کتاب لکھ ڈالوں۔'' خط اس پر ختم کیا۔

کئی لوگوں کی طرح میرے ایک اور عزیز پرانے دوست بلؔ پر جنگ کا بخار چڑھ گیا۔ اس کے باوجود ان کا دل اتنا کشادہ تھا کہ انہوں نے اپنی دلچسپی اور دوستی جاری رکھی اور میرے موقف کو رکاوٹ نہ سمجھا۔ لیکن اس کے خیال نے کہ میں جیل میں یادداشتیں لکھوں مجھے مسکرانے پر مجبور کر دیا اس سے یہ جھلکتا تھا کہ اس جیسا ہوشمند شخص بھی اسیری کے اثرات کو کتنا کم سمجھتا ہے۔ یہ سمجھنا کہ کوئی شخص حالت اسیری میں کس طرح مناسب انداز میں اظہار خیال کر سکتا ہے اور وہ بھی نو گھنٹے یومیہ کی چاکری کرنے کے بعد۔ اس کے باوجود اس کے خط نے مجھے خوش کر دیا۔

اسٹیلاؔ کی طرف سے محبت آمیز پیغام آرہے تھے، میری بہنوں اور میری عزیز ضعیف ماں نے بھی ایدیش میں لکھا۔ سینٹ لوئس کے کامریڈوں نے بڑے دلگداز خطوط بھیجے۔ وہ لوگ میری ضرورتوں کو پورا کرتے۔ انہوں نے لکھا کیونکہ وہ جیفرسن سٹی کے نزدیک ہیں اس لئے وہ روزانہ مجھے کھانا بھیجیں گے۔ انہیں خوشی ہوتی اگر وہ ایسا ہی ساشاؔ کے لئے کر سکتے لیکن وہ بہت دور بیٹھا ہوا ہے۔ انہیں امید تھی کہ وہ دوست جو جنوبی علاقوں کے ہیں وہ اس کی ضرورتوں کا خیال رکھیں گے۔

قید خانے میں آنے کے دو ہفتے کے بعد وہی میاں بی بی ڈپٹی مارشل مجھے نیویارک واپس لے جانے کے لئے آئے۔ نہ دبنے والا ہیری وین برگرؔ اس معاملے میں کامیاب ہو گیا اور سپریم کورٹ کے جسٹس لوئیس ڈی برانڈیزؔ نے مرافعے کی درخواست پر دستخط کر دیئے۔ جس سے میری اور ساشاؔ کی ضمانت ہو گئی اور ہمیں عارضی طور پر آزادی مل گئی۔ مرافعے میں مورس بیکر اور لوئیس کریمرؔ کے نام بھی شامل تھے۔ ہیریؔ نے جج میرؔ پر ایک فتح حاصل کر لی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ ہماری آزادی محدود مدت کے لئے ہے پھر بھی یہ اچھا لگ رہا تھا کہ ہم اپنے دوستوں میں لوٹ آئے ہیں اور کام کو وہیں سے شروع کر دیا جہاں پر ہماری گرفتاری سے خلل پڑا تھا۔

اس وقت میرے جذبات اس وقت سے قطعاً مختلف تھے۔ جب میں جیل جانے کے لئے نیویارک میں ٹرین پر سوار ہو رہی تھی۔ میرے نگہباں بھی بدلے بدلے سے لگ رہے تھے۔ ڈپٹی نے مجھے مطلع کیا کہ اس مرتبہ مجھ پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف اس کی بیوی میرے ساتھ ڈبے میں قیام کرے گی۔ وہ چاہتا تھا کہ میں خود کو اتنا آزاد سمجھوں جیسے تنہا سفر کر رہی ہوں اور اسے توقع تھی کہ مجھے اخباری نمائندوں کو بتانے کے لئے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ میں سمجھ گئی۔ سینٹ لوئس کے اسٹیشن پر کامریڈوں کے ایک گروہ نے میرا کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ وہاں اخبارات کے نمائندے بھی موجود تھے۔ ڈپٹی بہت کھل کر فراخ دلی کر رہا تھا۔ میں اپنے لوگوں کو اسٹیشن کے ریسٹورنٹ میں بلا سکتی تھی۔ یہ اس کی تجویز تھی اور وہ اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقت نزدیکی میز پر بیٹھا رہے گا۔ مجھے اپنے عزیز ساتھیوں کی رفاقت دلفریب لگ رہی تھی۔

واپسی کے سفر میں کئی دلچسپ واقعات ہوئے جن میں سب سے اہم ڈپٹی کی عدم موجودگی تھی۔ دونوں ہی میرے ڈبے میں نہ آئے اور کواڑ ادھ کھلا رکھا جس سے مجھے ہوا پہنچانا مقصود تھا بجائے نظر رکھنے کے۔ یہ خلاف معمول ایک مختصر دن تھا اور مجھے اس کا بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ ان بے ضمیر لوگوں پر کیا گزرے گی جب میں جدا ہونے والوں سے ملوں گی۔

ٹومبس کے قید خانے والوں نے اپنی شاہ خرچ بیٹی کا پرجوش مسرت کے ساتھ استقبال کیا۔ دیر ہو چکی تھی اور اس دن کے لئے قید خانہ بند کیا جا چکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود مجھے غسل کرنے کی اجازت مل گئی۔ بڑی میٹرن میری پرانی دوست تھی اور ضبط تولید کے زمانے کی تھی۔ وہ محدود کنبے پر یقین رکھتی تھی یہ بات اس نے مجھے اعتماد میں لے کر بتائی تھی۔ وہ نہایت مہربان اور بہت خیال رکھنے والی تھی اور ایک مرتبہ تو اس نے بطور مہمان ہماری کارنیگی ہال کی میٹنگ میں بھی شرکت کی تھی۔ جب دوسری میٹرن رخصت ہو گئی تو بڑے چاؤ سے وہ مجھ سے باتیں کرنے لگی اور کہنے لگی کہ مجھے اس میں حیران ہونے کی کوئی چیز نظر نہیں آتی جو اہل جرمن نے بیلجیم والوں کے ساتھ کیا ہے۔ انگلینڈ نے بھی آئرلینڈ والوں کے ساتھ صدیوں سے یہی سلوک روا رکھا ہے اور حال ہی میں ایسٹر کی شورش کے دوران میں۔ وہ آئرش تھی اور اسے اتحادیوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ میں نے وضاحت کی کہ مجھے کسی بھی آمادہ جنگ ملک سے دلچسپی نہیں ہے لیکن ان ممالک کے عوام سے ہے کیونکہ ان ہی لوگوں کو اس کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ اسے قدرے مایوسی ہوئی لیکن اس نے میرے دیوار گیر بستر کے لئے دھلی ہوئی چادریں دیں اور وہ بطور عمدہ آئرش روح کے مجھے اچھی لگی۔

صبح میں میرے دوست مجھ سے ملنے آئے جن میں ہیری وین برگر، اسٹیلا اور فٹزی تھے۔ میں نے ساشا کے متعلق دریافت کیا اسے بھی واپس لایا جا چکا تھا اور اب اس کی ٹانگ کیسی ہے؟ فٹزی نے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔

''کیا معاملہ ہے''، میں نے گھبرا کر پوچھا ''ساشا تو ٹومبس میں ہے اس نے بڑی مردنی سے جواب دیا'' وہ فی الحال وہیں محفوظ ہے'' اس کے لہجے اور اطوار نے مجھے وسوسوں سے بھر دیا۔ جب میں نے اصرار کیا کہ وہ بدترین بتا دے تو اس نے بتلایا کہ ساشا کی سان فرانسسکو میں طلبی ہو رہی ہے۔ اسے موُنی کے مقدمے میں ہونے والے ایک قتل میں ماخوذ کر لیا گیا ہے۔

چیمبر آف کامرس اور ڈسٹرکٹ اٹارنی نے اپنی دھمکی پر عملی جامہ پہنا دیا کہ وہ ساشا کو ''پھانس'' کر رہیں گے۔ وہ اس پر تلے ہیں کہ ساشا نے پانچ زندگیوں کو پھانسنے کی چلی جانے والی چالوں کا بھانڈا پھوڑنے کا جو شاندار کارنامہ انجام دیا تھا اس کا بدلہ لیا جائے۔ بلنگز کو پہلے ہی راستے سے ہٹایا جا چکا تھا اور وہ پوری زندگی کے لئے مقید تھا اور ٹوم مونی کو موت کی سزا کا سامنا تھا۔ ان کا اگلا شکار ساشا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ اس کا قتل چاہتے ہیں۔ میں نے بے خیالی میں اپنا ہاتھ اس طرح بلند کیا جیسے کسی ضرب سے بچنا ہو۔

جب میں ضمانت پر رہا ہوئی تب جا کر مجھے پوری طرح احساس ہوا کہ یہ کہہ کر فٹزی کیا کہنا چاہتی تھی کہ فی الحال ساشا ٹومبس ہی میں محفوظ تھا۔ اگر وہ ضمانت پر رہا ہوتا ہے تو اس پر ہر وقت یہ خطرہ منڈلاتا رہے گا کہ کہیں اسے اغوا کر کے کیلی فورنیا نہ پہنچا دیا جائے۔ ایسی وارداتیں اس سے پہلے بھی ہو چکی تھیں ۱۸۹۲ء میں ساشا کی گرفتاری کے بعد ہمارے کامریڈ مولوک کو خفیہ طریقے سے پنسلوانیہ کے جاسوسوں نے نیوجرسی سے اس امید پر اغوا کر لیا تھا کہ اسے بھی فرک پر حملے میں پھنسا لیں گے۔ ۱۹۰۶ء میں ہیوڈ، موئیر اور پٹی بون کو اغوا کر کے کولوراڈو سے اڑا ہو پہنچا دیا گیا تھا اور ۱۹۱۰ء میں میکنمارا برادران کو انڈیانا میں ایسے ہی واقعات سے دوچار ہونا پڑا۔ اگر حکومت محنت کشوں کی طاقتور تنظیموں کے ارکان کے ساتھ ایسا کرنے کی ہمت کر سکتی ہے اور ایسوں کے ساتھ جو یہیں پیدا ہوئے تھے تو وہ ایک ''غیر ملکی'' انارکسٹ کے ساتھ کیا نہ کریں گے؟ بات صاف تھی ہم کسی حال میں ساشا کی ضمانت پر رہائی کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ اگر ہمیں اس کی ''تحویل مجرمان'' کے سلسلے میں کارروائی کو روکنا ہے تو ہم وقت ضائع کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ گورنر وہٹمین ایک رجعت پسند تھا اور غالباً وہ اپنے ساحل کے غیر ذمہ دار عملے کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ممنون کردے گا۔ایک طاقتور مظاہرے کےعلاوہ کوئی اور شے اسے اس سے باز نہیں رکھ سکتی۔

ہم بلا تاخیر کام میں جت گئے۔فنٹری،سوبڈا ور میں۔ہم نے لوگوں کے ایک جتھے کو یکجا کیا تا کہ پبلسٹی کی ایک کمیٹی منظم کی جائے۔اس کے بعد ہم نے یہودیوں کی ٹریڈ یونینوں کے رہنماؤں کو مدعو کیا۔ایک بڑا اجتماع ہوا جس میں محنت کشوں اور ادب کے بارسوخ عورتوں اور مردوں نے شرکت کی۔جس کے نتیجے میں ایک متحرک کمیٹی قائم ہوگئی۔جس کا سیکریٹری رخازن ڈولی سلون مقرر ہوئی۔

یونائیٹڈ ہیروٹریڈز کا جواب فوری اور دل کی گہرائی والا تھا۔اور املگامیٹڈ کلودنگ ورکرز آف امریکہ نے ان کے موقف کی پیروی کی۔آخری الذکر نے پیشکش کی کہ وہ ساشا کی طرف سے اپیل کریں گے اور ہر انجمن ہماری بات توجہ سے سنے گی۔

ساشا کی زندگی داؤ پر لگی ہوئی تھی۔محنت کشوں سے ملاقاتیں اور انجمنوں کو قائل کرنا،ان سے ملاقاتیں اور ان کے فوائد کا اعلان،تنظیموں کے مابین رابطے،اخباری انٹرویو اور طویل خط وکتابت ان اعصاب شکن دنوں کے ہر منٹ پر یلغار کرتے رہے۔

ساشا تو بہت خوش وخرم تھا۔اپنے ملاقاتیوں سے ملنے کے لئے اسے ٹومبس کے قید خانے سے فیڈرل بلڈنگز تک لایا اور لے جایا جاتا تھا۔جس سے اسے تازہ ہوا میں چہل قدمی کا موقع ملتا۔وہ ابھی تک بیساکھیوں سے نجات نہ پا سکا تھا۔اور اچھلتے ہوئے چلنا تکلیف دہ تھا۔لیکن جب کسی کو اپنی جان چلی جانے کا خطرہ لاحق ہو تو سرراہ بیساکھیوں پر مٹرگشتی بھی ایک نعمت تھی۔

مارشل میکارتھی ہمارے دوروں کے نظم ونسق کا ذمہ دار تھا اور اس نے یہ کام قدرے شائستگی سے انجام دیا۔اس نے اس بات پر کوئی اعتراض نہ کیا جب ہم ساشا سے ملنے کے لئے متعدد دوستوں کو لے آئے اور وہ ہم پر کوئی کڑی نظر بھی نہ رکھتا۔حقیقت تو یہ ہے کہ اس نے کوشش کی کہ ہماری ہمدردیاں اسے حاصل ہو جائیں۔ایک موقع پر تو اس نے مجھ سے کہا کہ ایما گولڈ مان "مجھے معلوم ہے کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو لیکن صرف اس وقت تک انتظار کرو جب جاسوسی کا بل منظور ہو جائے تب تم میری شکر گزار ہو گی کہ میں نے تمہیں اور برکمین کو کھیل کے نقطۂ آغاز پر ہی گرفتار کرلیا تھا۔ابھی تو تمہیں دو برس قید کی سزا ملی ہے،لیکن اس کے بعد تمہیں بیس برس کی ملتی۔اب تو مان لو کیا میں تمہارا دوست نہیں ہوں؟"

"تم سے بہتر کوئی نہیں" میں تسلیم کرتی ہوں "میں کوشش کروں گی کہ تمہارے لئے شکریے کی قرارداد منظور کرالوں۔"

ہمارا ساشا سے ملنے جانا بدل کر کنبوں والی ملاقاتیں بن گئیں۔اس کی پُرمزاح ملنساری اور درپیش خطرات میں متانت نے دوسروں کی نظروں میں اس کے لئے احترام پیدا کر دیا جن میں مارشل آفس کے اہلکار بھی تھے۔انہوں نے اس کی یادداشتوں کا نسخہ مانگا اور بعد میں کہا کہ اس کی کتاب نے انہیں بہت متاثر کیا ہے۔اس کے بعد وہ بہت گرم جوش ہو گئے اور ساشا کے بھلے میں ہم بھی خوش تھے۔

ہمارا کام بتدریج نتائج پیدا کرنے لگا۔یونائیٹڈ ہیبروٹریڈز نے ایک زوردار اپیل جاری کی تاکہ محنت کشوں کی اور ایک تنظیم قائم ہو جو ساشا کے لئے حمایت یکجا کرے۔گھڑی سازوں کی انجمن کے متحدہ بورڈ نے ہماری مہم کے لئے پانچ سو ڈالر منظور کئے اور مزید عطیہ دینے کا وعدہ کیا۔فریزر کے جوائنٹ بورڈ نے جو جلد سازوں کی بین الاقوامی برادری ہے،ٹائپوگریفکل یونین لوکل۔۸۳اور دیگر تنظیموں نے اظہار یکجہتی کے لئے ہم سے تعاون کیا۔انہوں نے یہ تجویز رکھی کہ ایک نمائندہ وفد جو کم از کم سو محنت کشوں پر مشتمل ہو گورنر وہٹمین سے ملنے جائے اور اس پر احتجاج کرے کہ ساشا کو تحویل مجرمان کے تحت کیلی فورنیا کیوں بھیجا جا رہا ہے اور ایسے اقدام کئے جائیں تا کہ وہٹمین کے سامنے ان حقائق کو رکھا جائے کہ سان فرانسسکو میں کس طرح عدالتی جرائم روا رکھے جاتے ہیں۔

اس بات کی بے یقینی سے کہ میں کتنے عرصے آزاد رہوں گی۔میں نے کرائے پر فلیٹ نہ لیا تھا۔میں فٹری کے فلیٹ میں حصہ دار بن گئی تھی اور کبھی کبھی اختتام ہفتہ اسٹیلا کے ساتھ ڈیرین میں گزارتی تھی۔ایک روز کیا ہوا کہ ڈولی سلون نے مجھ سے کہا کہ میں اس کے ہاں اتنے دن قیام کرلوں جب تک اس کا شوہر شہر سے غیر حاضر ہے۔ان کا کمرہ کافی بڑا تھا۔انوکھی وضع قطع کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور دلکش۔ یوں میں نے ڈولی کی مہمان نوازی کا لطف اٹھایا وہ توانائی سے لبریز مختصر قد و قامت کی خاتون تھی جو ساشا کے متعلق ہماری مہم میں ہماری مدد کرنے کو بے چین رہتی۔ مگر وہ جسمانی طور پر اتنی مضبوط نہ تھی کہ مستقل دباؤ کو برداشت کر سکتی۔ اور اس لئے اسے اکثر بستر پر آرام کرنا پڑتا۔ بدقسمتی سے مجھے اتنا کام رہتا کہ میں دل میں شرمندہ رہتی کہ میں اسے تھوڑا سا ہی وقت دے پاتی ہوں مگر وہ بستر سے نہیں لگی ہوئی تھی اس کے باوجود وہ بہت کچھ کرتی رہتی۔

ایک صبح میں، میں جب رخصت ہونے لگی تو اس کی حالت پہلے سے بظاہر بہتر تھی۔ وہ رات بھر گہری نیند سوئی تھی اور اس کا گھر پر رہ کر مزید آرام کرنے کا ارادہ تھا۔ میں تو دن بھر آفس میں لگی رہتی اور شام کے وقت کئی تنظیموں میں افہام و تفہیم کی ملاقاتوں کے لئے شہر کے مختلف حصوں میں ماری ماری پھرتی رہتی۔ آخری والی اسٹیج کے مستریوں اور بجلی کے کاریگروں کی انجمن سے ملاقات تھی۔ ان سے نصف شب کو ملاقات ٹھہری تھی، لیکن مجھے تین گھنٹے تک ایک تنگ راہداری میں انتظار کرنا پڑا جو مختلف قسم کے بکسوں سے بھری ہوئی تھی۔ انہیں میں سے ایک بکس کو میں نے بیٹھنے کے لئے استعمال کیا۔ جب مجھے بالآخر خطاب کرنے کے لئے بلایا گیا تو میں نے ہر چہرے پر جارحیت کے آثار پائے۔ وہاں بولنا بالکل ایسا ہی تھا جیسے کوئی لہروں کے خلاف تیرے۔ وہاں کی فضا تعصّبات سے کثیف ہو رہی تھی اس کے علاوہ تمبا کو اور بیر کی بو بھی بسی ہوئی تھی۔ جب میں تقریر مکمل کر چکی تو ان میں سے کئی ایک نے یہ ظاہر کیا کہ وہ ساشا کی مہم میں مدد کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن سیاست داں جو سرکاری عہدوں پر فائز ہیں مخالف ہیں۔ برکمین تو ملک کا دشمن ہے، ان کا استدلال یہ تھا اس لئے وہ اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ میں وہاں سے روانہ ہوگئی تاکہ وہ آپس میں لڑ جھگڑ کر کسی نتیجے پر پہنچ جائیں۔

جب میں سلوآن کے فلیٹ پر پہنچی تو میں اس کا قفل نہ کھول پائی۔ میں دیر تک گھنٹی بجاتی رہی اور اس کے بعد میں نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ بالآخر میں نے اندر کی جانب چابی گھومنے کی آواز سنی اور ایک عورت کا چہرہ نمودار ہوا۔ میں نے پرل کو پہچان لیا جو رابرٹ مائنز کی سابقہ بیوی تھی۔ اس نے استفسار کیا کہ کیا میں نے دروازے پر لگا نیا قفل نہیں دیکھا اور سمجھ لیا کہ یہ مجھے داخلے سے روکنے کے لئے لگایا گیا تھا۔ وہ مسز سلوآن کی تیمارداری کر رہی ہے اور میں گھر میں داخل نہیں ہو سکتی۔ میں نے بھونچکی ہو کر اسے دیکھا اور پھر اسے دھکیل کر اندر داخل ہوگئی اور بڑھی۔ ڈولی کے کمرے کا دروازہ نیم وا تھا اور میں نے اسے بستر پر لیٹا دیکھا وہ مدہوشی کے عالم میں تھی۔ میں اس کی حالت دیکھ کر گھبرا گئی اور عورت کی طرف مڑی اور وجہ پوچھی۔ اس نے وہی بات دہرائی کہ مسز سلوآن نے اسے تالا بدلنے کا حکم دیا تھا لیکن مجھے اندازہ تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔

میں باہر نکلی اور سڑک پر چلنے لگی۔ پو پھٹ رہی تھی۔ میں فٹزی کو جگانا نہ چاہتی تھی جسے نیند کی سخت ضرورت تھی۔ میں یونین اسکوائر کی جانب چل دی۔ مجھے ایک مرتبہ پہلے بھی نکال باہر کیا گیا تھا۔ میں بے گھر در کی مخلوق ہوں۔ میں تو سمجھی تھی ایسا دن پھر نہ آئے گا۔

میں نے ایک آرائش شدہ کمرہ کرائے پر لے لیا۔ فٹزی میری ہم خیال تھی کہ ڈولی کا قفل کی تبدیلی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ بات سب ہی کے علم میں تھی کہ بیل مائنز بوب کے دوستوں کے سخت خلاف تھا۔ چند ایسی وجوہ جو میری فہم سے بالا ہیں وہ مجھ سے خصوصی کدورت رکھتی تھی۔ یہ اس کی حماقت تھی۔ مگر میں اس حقیقت سے بھی واقف تھی کہ وہ یتیمی کی پیداوار ہے اور اس کا دل اور ذہن اندوہناک بچپنے کے چنگل میں ہے۔

آزمائش کے ایام میں ایک اور مصیبت ٹوٹ پڑی مجھے پتہ چلا کہ میرا بھانجہ ہوسٹین' حاصل رعایت کو پس پشت ڈال کر فوج میں رضا کارانہ بھرتی کے لئے پیش ہو گیا۔ اس کی ماں اس بات سے بالکل بے خبر تھی کہ اس پر کون سا عذاب نازل ہونے والا ہے اس سے ملنے کے لئے نیویارک روانہ ہو چکی تھی۔ میری بہن حال ہی میں ایک مختصر علالت کی وجہ سے اپنا شوہر گنوا چکی تھی۔ میں حواس باختہ تھی کہ ڈیوڈ کے متعلق خبر اس پر کیا قیامت ڈھائے گی۔ ڈیوڈ اس کا چہیتا بیٹا جس سے اس کی تمام امیدیں وابستہ تھیں۔ ایک سپاہی بن جائے گا! اس کی نوجوانی ایک ایسی شے پر قربان ہونے جا رہی تھی جسے ہیلینا جرائم میں سب سے بڑا جرم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سمجھتی تھی۔

زندگی شیطانی تضادات کا مرکب ہے۔ یہ سوچنا کہ ہیلینا کا بیٹا ڈیوڈ بہ رضا ورغبت خود کو فوج کے لئے پیش کر دے گا۔ وہ کبھی بھی سیاسی یا سماجی بصیرت کا حامل نہ تھا۔ اس لئے مجھے اس وقت کوئی اچنبھا نہ ہوا جب مجھے یہ بتایا گیا کہ اس نے خود کو درج کرالیا ہے۔ مجھے یہ بھی اطمینان تھا کہ اسے بھرتی نہیں کیا جائے گا۔ اس کا تپ دق میں مبتلا رہ کر چند سال پہلے صاحب فراش رہنا، اگر چہ وہ پنپ گیا تھا مگر اس کے پھیپھڑے ایسی حالت میں تھے کہ اس کا مستثنیٰ ہونا یقینی تھا، اس خبر نے کہ اس نے خود کو نیو یارک کے طبی بورڈ کے سامنے پیش کیا تھا اور انہیں اپنی صحت کے متعلق کچھ نہ بتایا تھا یہ ایک اور صدمہ تھا۔ مجھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ لڑکے نے عمداً ایسا کیوں کیا تھا آیا وہ جنگ میں یقین رکھتا ہے یا اسے اپنے ملک کے اخلاقی ادعا پر اعتماد ہے۔ ہیلینا کے بچے بالکل اپنے والدین کی طرح یہ سمجھتے تھے کہ جنگ ایسی شے نہیں ہے کہ لڑی جائے اور نہ ہی یہ مسائل کا کوئی حل ہے۔ تب پھر اس کی کیا وجہ تھی اور میں بھی سوچ میں پڑ گئی جس نے ڈیوڈ کو فوج میں رضا کارانہ بھرتی پر اکسایا؟ شائید کوئی ذاتی وجہ ہو، یا پھر مقبولیت کا گرداب ہو جس کی وہ بے دھیانی میں مزاحمت نہ کر پایا ہو۔ وجہ کچھ بھی ہو یہ بات نہایت اندوہناک تھی کہ صلاحیتوں سے مالا مال نوجوان اور جس کے فنی پیشے کا ابھی آغاز ہوا ہو وہ ان میں سب سے آگے ہو جنھوں نے رضا کارانہ خدمات پیش کی ہوں۔

میں ہیلینا سے ملنے ڈیرین گئی۔ اس کی ظاہری حالت نے وہ سب کچھ بیان کر دیا جو الفاظ بتاتے۔ اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے نے مجھے ڈرا دیا کہ اپنے بیٹے کی بے مقصد قربانی سے وہ جانبر نہ ہو سکے گی۔ وہاں ڈیوڈ بھی موجود تھا اور میں اس سے بات کرنا چاہتی تھی۔ لیکن میں چپ رہی۔ اس کی کنبے داری سے محبت اور اس کے لئے میری محبت کے باوجود ہم میں فاصلہ رہا۔ میں کیسے توقع کر سکتی تھی کہ اس کے دل کا حال جان لوں گی؟ اس نے یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ فوجی خدمت کا معاملہ ہر شخص کے ضمیر پر چھوڑ دیا جانا چاہئے۔ میں اپنی رائے ڈیوڈ پر کیوں تھوپنے کی کوشش کرتی۔ چاہے مجھے اس کی امید ہی کیوں نہ ہوتی کہ اسے قائل کیا جا سکتا ہے اور ایسا میں نے نہ کیا؟ میں نے اپنی زبان بند رکھی۔ لیکن میں نے ہیلینا سے گرما گرم بحث ضرور کی کہ تمہارا بیٹا بہت سے نوجوانوں جیسا ہے اور اس کے آنسو اس سمندر میں ایک قطرے کی حیثیت رکھتے ہیں جسے دنیا بھر کی ماؤں نے بھرا تھا۔ اس کے باوجود مجرد نظریات ان کے لئے کسی کام کے نہیں ہوتے جن کے المیوں کے گھاؤ نئے ہوں۔ میں اپنی بہن کے چہرے پر پھیلے ہوئے کرب کو دیکھ سکتی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ میں اس کو تسلی کے لئے نہ کچھ کر سکتی تھی اور نہ کچھ کہہ سکتی تھی۔ میں نیو یارک لوٹ آئی تا کہ ساشا کے لئے مہم جاری رکھوں۔

ہر روز ایسی نئی شہادتیں ملتیں جن سے معلوم ہوتا کہ ایسٹ سائڈ والے اس کا کتنا احترام کرتے ہیں اور کتنا چاہتے ہیں۔ ریڈیکل ایدیش اخبارات نے پوری ملکی صحافت کو ساشا کے مسئلے کو نمایاں کرنے میں پیچھے چھوڑ دیا۔ خاص طور سے یانوفسکی، فری آربیٹر سٹیمی کا مدیر تھا اس نے بہت اثر و رسوخ کا استعمال کیا۔ یہ بات ہمارے لئے خاص طور سے اطمینان بخش تھی کیونکہ وہ کبھی بھی ساشا یا مجھ سے رفیقانہ تعلق کا خواہاں نہ ہوا تھا۔ اور جنگ کے متعلق ہمارے موقف پر تو وہ سرک کر دور ہو گیا تھا۔ ایبے کوہان جو سوشلسٹ فارورڈ کا مدیر تھا وہ نہایت ہمدرد بن گیا اور ساشا کی مدد کرنے کے لئے عجلت کرنے پر زور دیا۔ درحقیقت یہودیوں کے ریڈیکل حلقوں نے ہم سے دل کھول کر تعاون کیا۔ ایدیش شاعروں اور مصنفین کا ایک خاص گروہ ترتیب دیا گیا جو ہماری کوششوں میں اعانت کرتا جن میں ابراہیم ریزن، ناڈر اور شولم آش شامل تھے۔

ایسی طاقتور مقناطیسی شخصیات کی وجہ سے ہم نے مختلف نوعیت کے اجتماعات کیے۔ ایک تھیٹر کے ذریعے رقم جمع کی جس میں وقفوں کے درمیان میں آش اور ریزن نے تقاریر کیں۔ کوپر یونین میں ایک بڑا جلسہ کیا جس کی صدارت سڈنی ہلمین نے کی جو اما لگامیٹڈ کلودنگ ورکرز کا صدر تھا۔ ایلکس کوہن، مورس سگمین اور دیگر ممتاز محنت کشوں کے نمائندوں نے سرعام ساشا کی طرف سے احتجاج کیا۔ فارورڈ ہال اور بروکلین لیبر لائسیم میں بڑے جلسے ہوئے اور اسی مقصد کے لئے انگریزی بولنے والوں کی میٹنگیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوئیں۔دی نیویارک کال، جوسوشلسٹ روزنامہ تھااس نے ساشا کی حوالگی کے خلاف سخت کالم لکھے۔یہ بات قابل توجہ تھی کہ اخبارات کی دیوی اس مہم میں جوش وخروش سے حصہ لے رہی تھی خصوصاً اس زمانے کے مقابلے میں جب یہ ہماری گرفتاری اور مقدمے کی کارروائی کے دوران میں گم سم تھی۔

خوش قسمتی سے ان معاملات میں پولیس نے کوئی مداخلت نہ کی اور ہمارے جلسوں میں ہزاروں لوگ آئے اس سے ہمت پا کر ہم نے کیسلاتھیٹر میں ایک خصوصی تقریب کی۔لیکن مارشل میکارتھی نے لگتا تھا یہ فیصلہ کرلیا کہ میں تقریر کرنے کی آزادی سے بہت لطف اندوز ہوچکی ہوں اس لئے روکا جانا چاہئے''اس میں میرا ہی مفاد تھا''اس نے اعلان کردیا کہ وہ جلسے کو روک دے گا اگر میں نے اس خطاب کرنے کی کوشش کی۔اجتماع کا مقصد اتنا اہم تھا کہ اسے افراتفری سے بچانے کے لئے میں نے پابندی تسلیم کرلی۔

ایس۔یانوفسکی ایک نہایت ہوشیار شخص ہونے کے ساتھ دل فگار زباندان بھی تھا جو یہاں پر آخری مقرر تھا۔اس نے بڑی فصاحت سے بلنگز، موئی کے مقدمے پر گفتگو کی اور سان فرانسسکو کے ارباب اختیار کے ان عزائم کا پردہ چاک کیا کہ وہ ساشا کو اپنے جال میں پھانسنا چاہتے ہیں۔اس کے بعد اس نے مارشل میکارتھی کو اعزاز واکرام سے نوازنا شروع کردیا۔اس نے ایما کا گلا گھونٹا ہے''اس نے اعلان کردیا''وہ اتنا احمق نکلا کہ یہ نہ سمجھ سکا کہ اس خاتون کی صدا اب اس تھیٹر کی چاردیواری سے نکل کر دور دور سنی جائے گی۔عین اسی وقت میں چبوترے پر چڑھ آئی اس وقت میرے منہ میں ایک رومال ٹھنسا ہوا تھا۔سامعین مارے ہنسی کے چیخنے لگے اپنے جوتے بجانے لگے اور چلانے لگے۔

''کیا تم اس تقریر کو روک سکتے ہو''وہ چیخے، میکارتھی جھینپ گیا۔مگر میں اپنے وعدے پر قائم رہی۔''

ساشا کے حق میں اٹھنے والی شورش پھیلتی جارہی تھی۔مزید محنت کشوں کے ادارے بڑے تسلسل سے ہماری فہرست میں بڑھ رہے تھے۔ان میں سب سے زیادہ اہم نیوجرسی اسٹیٹ فاؤنڈیشن تھی۔یہ کارنامہ ہماری فٹزی نے سرانجام دیا اور یہ کوئی معمولی کام نہ تھا کیونکہ یہ تنظیم کسی معنوں میں ریڈیکل تنظیم نہ تھی۔اس نے لوگوں کو لبھایا اور ہمدردی اور کارروائی پر آمادہ کرلیا۔اس میں اس کے آئرش نام ہی کا نہیں بلکہ اس کے گھونگریالے بالوں کا بھی ہاتھ تھا۔اس کے علاوہ اس کی نفیس اور پر تکلف شخصیت کا بھی دخل تھا۔اس کے دوستوں کے قریبی حلقے کو چھوڑ کر شائد ہی کسی کو اس کے پرسکون اطوار کے پیچھے متلون کیلٹک فطرت کا اندازہ ہو۔

نیویارک میں ہماری سرگرمیاں اتنی بڑھ گئیں کہ میں دوسرے شہروں سے ملنے والے دعوت ناموں کو نہ قبول کرسکی کہ وہاں جا کر جلسوں سے خطاب کروں جو ساشا کے حق میں منعقد ہورہے تھے۔مجھے نہایت اہم دعوتوں کا انتخاب کرنا پڑرہا تھا جن میں شکاگو کے تین لیکچر بھی تھے۔

جنرل سیکریٹری میکس پائن اور ایم فائن اسٹون جو یونائیٹڈ ہیبر وٹریڈز کے نائب سیکریٹری تھے۔دونوں چاہتے تھے کہ سوشلسٹ اٹارنی مورس ہلکٹ ہمارے وفد کے ہمراہ البانی چلیں اور گورنر وٹھمین سے ساشا کی تحویل کے خلاف معاملہ اٹھائیں۔میں مورس ہلکٹ کو کئی برس سے جانتی تھی۔جب میں پہلی مرتبہ نیویارک آئی تھی تو میرا معمول تھا کہ انارکسٹوں اور سوشلسٹوں کے متحدہ جلسوں میں شرکت کرتی تھی۔جہاں دو بھائی بنام ہلکووچ بھی ہوا کرتے تھے۔ان ایام میں ایک ایسا موقعہ بھی آیا جو بطور خاص یادگار بن گیا۔یہ یوم کپر کی تقریبات کا دن تھا جس میں کٹر یہودیت کے خلاف ایک احتجاج کیا گیا۔آزاد خیالی پر تقاریر ہوئیں، ناچ ہوئے اور روایتی روزوں اور دعاؤں کے بدلے خوردونوش ہوا۔مذہبی یہودیوں نے اپنے مقدس کفارے والے دن اس بے حرمتی کا برا مانا اور ان کے بیٹے ایک طاقتور دستے کی شکل میں ہمارے لڑکوں سے لڑنے مرنے کے لئے آگئے۔ساشا جسے ہمیشہ سے جنگ وجدل مرغوب ہے۔بلاشبہ ان کا سرغنہ بن گیا اور اس نے نہایت آسانی اور موثر طریقے سے ان کا حملہ پسپا کردیا۔جب کوچے میں یہ مارکٹائی ہورہی تھی ہال کے اندر انارکسٹ اور سوشلسٹ مقررین جلسہ کررہے تھے اور اس وقت ہلکووچ تقریر کررہا تھا۔اگرچہ اس بات کو دو دہائیاں گزر چکی ہیں۔ہلکووچ نے اپنا نام بدل کر مترنم ہلکٹ رکھ لیا ہے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک کامیاب وکیل بن چکا ہے اور ایک ممتاز نظریاتی مارکسی بھی اور سوشلسٹ پارٹی میں ایک اہم مقام والی شخصیت۔ سوشلزم نے مجھے کبھی متاثر نہ کیا اگر چہ میرے بہت سے سوشلسٹ دوست ہیں۔ میں انہیں اس لئے پسند کرتی ہوں کیونکہ وہ اپنے ملک میں سب سے زیادہ آزاد اور وسیع المشرب لوگ ہوتے ہیں۔ اگر چہ مسٹر ہلکٹ کو میں کم ہی جانتی تھی لیکن میری نظر میں ان کی تحریریں فراست سے خالی تھیں۔ ہمارے درمیان میں کوئی نقطہ اتصال نہ تھا۔ وہ مقرر سوسائٹی میں ممتاز شخصیت بن چکا تھا جب کہ میں تو صرف ایک اچھوت تھی۔

جنگ بالخصوص امریکہ کی اس موت کے رقص میں شرکت نے بہت سے لوگوں کی حیثیت اور مراسم کو بدل ڈالا۔ وہی لوگ جو نظریات اور جدوجہد میں کل تک حلیف تھے اب جدا ہو چکے تھے اور دیگر لوگ جو ایک زمانے میں منقسم تھے ایک طاقتور اکائی میں ڈھل چکے تھے۔ موریس ہلکٹ نے جرأت کر کے برملا جنگ مخالف موقف اختیار کیا۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی کہ اس نے خود کو اسی کشتی میں پایا جس میں الیگزینڈر برکمین، ایما گولڈمان اور ان کے رفقاء پہلے سے سوار تھے۔ ہمارے مشترک دشمنوں کے ان جنونی حملوں اور اس کے سابق رفیقوں کے طفیل ماضی کے اختلافات کی اس خلیج کو پاٹ دیا جو نظریاتی تھی۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ میں اپنے کئی کامریڈوں کے مقابلے میں خود کو ہلکٹ کے زیادہ قریب پاتی تھی۔ جن کی سماجی بصیرت دھندلا چکی تھی۔ اس کے باوجود جب ستائیس برس کے بعد میرا اس کا آمنا سامنا ہوا تو میں نے ایک قسم کی اجنبیت محسوس کی۔

ہلکٹ ساشا سے غالباً تین یا چار سال عمر میں بڑا ہوگا۔ مگر وہ پندرہ برس زیادہ عمر رسیدہ لگ رہا تھا۔ اس کے گھنے بالوں میں سفید لٹیں موجود تھیں چہرے پر سلوٹیں تھیں اور آنکھیں تھکی تھکی۔ وہ کامیابی سے ہمکنار ہو چکا تھا جس میں شہرت اور دولت دونوں شامل ہیں۔ ساشا کی زندگی تو سوئے دار سفر اور قبرستان کی طرح تھی اس کے باوجود دیکھنے میں ان دونوں میں کتنا فرق تھا! تاہم ہلکٹ ابھی بھی طور طریقوں میں سادہ تھا اس کے اطوار کریمانہ اور جلد ہی میں اس سے گھل مل گئی۔

وہ ساشا کے معاملے میں زیادہ پرامید نہ تھا۔ کوئی اور زمانہ ہوتا تو اس کے خیال میں اس کی تحویل مجرمان کے قانون کے تحت سپردگی دشوار ہوتی۔ مگر حالیہ جنگی جنون میں جب ساشا وفاق کے خلاف سازش کے الزام میں سزا یافتہ ہے امکانات کچھ زیادہ اچھے نہ تھے۔

چونکہ مسٹر ہلکٹ سوشلسٹ ٹکٹ پر نیویارک کے میئر کے انتخابات میں امیدوار تھا اس لئے وہ بہت مصروف رہتا۔ لیکن اس نے بلاتکلف اس پر آمادگی ظاہر کر دی کہ وہ گورنر وہٹمین کے سامنے محنت کشوں کے وفد کے ہمراہ جانے کو تیار ہے۔ اس کی انتخابی میٹنگ میرے لئے اپنی نوعیت کا پہلا جلسہ تھا جس میں میں پہلی مرتبہ شریک ہو رہی تھی مگر وہاں کی احمقانہ کارروائی سے بیزار نہ ہوئی۔ اگر ہلکٹ کامیاب ہو کر میئر منتخب ہو جاتا یا اس کی جگہ کوئی اور منتخب ہو جاتا تو مجھے کیا فرق پڑتا کیونکہ مجھے اس گورکھ دھندے سے کوئی دلچسپی نہ تھی اگر چہ مجھے اس کی نیت پر کوئی شبہ نہ تھا۔ اس کی انتخابی مہم شدید جنگ مخالف پروپیگنڈہ کی حامل تھی۔ یہ واحد وسیلہ تھا جس کے ذریعے ہسٹریا زدہ ملک میں تھوڑی سے اظہار کی آزادی نظر آتی تھی اور وہ ایک تجربہ کار مقرر اور ہوشیار وکیل تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ حب الوطنی کے خطرناک سطح مرتفع میں کس طرح چوٹی سر کی جاتی ہے۔

میں اس پر خوش تھی کہ اس نے انتخاب سے حاصل ہونے والے مواقع سے اتنا فائدہ اٹھا لیا تھا اس کے باوجود میں نے اس کے بھائی کی اس دعوت کو مسترد کر دیا کہ میں اس کے کام میں ہاتھ بٹاؤں۔ میں اسے بتا چکی تھی کہ میں ذہین موریس کی تقریر سے بہتر متاثر ہوئی تھی اور ان تقریروں سے بھی جو اس نے جنگ کی مخالفت میں کی تھیں ''تو پھر تم شریک کیوں نہیں ہو جاتیں'' اس نے تجویز پیش کی، تم ہماری مہم میں بہت مددگار ہو سکتی ہو وہ مجھے اس بات کی ترغیب دیتا رہا کہ میں سیاسی عمل کی مخالفت کو عارضی طور پر اس خاص موقع پر بالائے طاق رکھ دوں۔ ''ذرا سوچو کہ جنگ کے جنون کے امڈتے طوفان کو پھیرنے میں تمہیں کتنا فائدہ ہو سکتا ہے۔'' اس نے زور دیا۔

لیکن میں موریس کو اتنا پسند کرنے نہیں لگی تھی کہ اسے سیاسی آسامی حاصل کرنے میں مدد دینے لگتی۔ ایسی باتیں آدمی دشمنوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لئے پسند کرتا ہے نہ کہ دوستوں کے لئے۔

ساشا کے لئے ہماری سرگرمیاں اور سان فرانسسکو کے مقدمات کو روس سے آنے والی خبروں سے خلاف توقع دور رس تحریک ملی۔ ان معاملات کے حق میں پیٹروگراد اور کرونستاد میں مظاہرے ہوئے تھے۔ یہ اس پیغام کے جواب میں تھا جو ہم نے کارکنوں کی کونسل، سپاہیوں اور ملاحوں کو ان پناہ گیروں کے ہاتھ بھیجا تھا جو ماہ مئی اور جون میں روانہ ہوئے تھے۔ اور ان کے پیچھے پیچھے ہم نے تار بھی روانہ کیے کہ ہمارا عزیز دوست اضحاک اے۔ ہادروچ اور ہمارا مستعد سیکریٹری پاولن روس میں داخل ہونے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ یہ اس وقت کیا گیا جب ہم پر یہ انکشاف ہوا کہ ساشا کو سان فرانسسکو میں ماخوذ کر لیا گیا ہے۔ میں بڑی خوش خوش ساشا سے ملنے گئی۔ مجھے اندازہ تھا کہ روس میں ہونے والا یکجہتی کا یہ مظاہرہ اس کے لئے کیا معنی رکھتا ہے۔ میں نے کوشش کی کہ پرسکون نظر آؤں لیکن اس نے جلد ہی بھانپ لیا کہ کوئی بات ہو چکی ہے۔ اس پر شکوہ لہر کے متعلق سنتے ہی اس کا چہرہ دمکنے لگا اور اس کی آنکھوں سے حیرانی جھلکنے لگی۔ لیکن معمول کے مطابق داخلی تلاطم کے باوجود وہ خاموش رہا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔ ہمارے دل ماتشکا روسیا کے لئے ممنونیت میں ایک ساتھ دھڑک رہے تھے۔

فوری مسئلہ یہ تھا کہ روس میں ہونے والے مظاہروں سے کس طرح پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ ہمارے رابطے اور وسائل تو بہت تھے جن سے محنت کشوں کی تنظیموں کی توجہ میں یہ بات لائی جاتی۔ ملاقاتوں کے ذریعے اور گشتی مراسلوں کے ذریعے لیکن ہمیں دوسرے ذرائع درکار تھے جو ایسی حیثیت میں تھے جو بیچ میں پڑ کر ہمارے دوستوں کے لئے سان فرانسسکو میں معاملات ہموار کراتے۔ ساشا نے مشورہ دیا کہ میں اس کے دوست اڈ مورگن سے ملوں یہ پہلے سوشلسٹ تھا اور آج کل انڈسٹریل ورکر آف دی ورلڈ تھا۔ وہ موتی کے لئے بہت سرگرم رہ چکا تھا اور ممکن ہے اس کے کام میں بھی مددگار ثابت ہو۔ یہ ساشا کا خیال تھا۔

میں مورگن کو کچھ عرصے سے جانتی تھی۔ وہ نیک دل شخص تھا اور اگر اس سے کوئی کام کہہ دیا جائے تو بے ریا اور انتھک۔ مگر میں اس کی صلاحیتوں سے واقف نہ تھی اور وہ خطرناک حد تک دون کی لاتا تھا۔ مجھے اس کی آمادگی پر بھی کوئی شبہ نہ تھا کہ اس سے جو کہا جائے گا وہ کر دے گا۔ لیکن یہ بات مشکوک تھی کہ واشنگٹن میں کسی اہم کام کے سرانجام دینے میں وہ کیا کر سکتا ہے میں غلطی پر تھی۔ اڈ مورگن تو جادوگر نکلا۔ نہایت مختصر مدت میں اس نے ہمارے کام کی اتنی تشہیر کر دی جو ہم مہینوں میں نہ کر پائے تھے۔ دارالحکومت میں اس کا پہلا اقدام تو یہ تھا کہ اس نے صدر ولسن کے صبح کے پسندیدہ اخبارات تلاش کئے اور دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ ان اخبارات میں سان فرانسسکو کے جعلی مقدمے سے متعلق روس میں ہونے والے جلسے جلوسوں کی دھواں دھار خبریں چھپوا دیں۔ اس کے بعد مورگن نے واشنگٹن کے بااثر اہل کاروں کو گھیرا اور انہیں مغربی ساحل پر ہونے والی کارگزاریوں کو سمجھایا اور انہیں ہمدرد بنایا۔ اور اس اکلوتے آدمی کی مساعی کا یہ نتیجہ نکلا کہ صدر ولسن نے وفاق کی جانب سے سان فرانسسکو میں محنت کشوں کے معاملات میں تفتیش کے احکام جاری کر دیئے۔

میں اتنی بہت سی سرکاری تحقیقات سن چکی تھی کہ مجھے اس سے بھی کوئی توقع نہ تھی۔ ہاں اس کی امید تھی کہ بڑے کاروباری اداروں کی خاندانی تجوریاں اور فلکرٹ اینڈ کمپنی وغیرہ کے معاملات بالآخر سورج کی روشنی دیکھ لیں گے۔ مورگن اور ہمارے دیگر تجارتی انجمنوں کے ساتھی زیادہ پر امید تھے۔ وہ بلنگز کی مکمل بریت اور اس کی رہائی اور اس کے ساتھ موتی اس کے ساتھیوں اور ساشا کی رہائی کی بھی آس لگائے ہوئے تھے۔ میں ان کی خوش اعتقادی میں شریک نہ تھی۔ لیکن اس سے اڈ مورگن کی شاندار کامیابیوں کے لئے میری تحسین میں کمی بھی نہ آئی۔

اس کے کچھ ہی عرصے بعد روس سے اس سے بھی بڑھ کر خبر آئی۔ کرونستاد کے ملاحوں نے ایک قرارداد پیش کی جسے ایک عظیم جلسے نے منظور کر لیا جس میں کہا گیا تھا کہ روس میں مقیم امریکی سفیر مسٹر فرانسس کو گرفتار کر لیا جائے اور اسے اس وقت تک یرغمال بنا کر رکھا جائے جب تک سان فرانسسکو کے اسیروں اور ساشا کو رہا نہیں کر دیا جاتا۔ مسلح ملاحوں کے ایک دستے نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیٹروگراد میں امریکی سفارت خانے تک مارچ کیا تا کہ فیصلے کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ ہماری پرانی ساتھی لوئیس برگر جو دیگر روسی پناہ گزینوں کے ساتھ انقلاب شروع ہونے پر اپنے آبائی وطن لوٹ چکی تھی اس نے مترجم کی خدمات انجام دیں۔ مسٹر فرانسس نے بڑے باضابطہ طریقے سے وفد کو یقین دلایا کہ یہ کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے اور موڈی، بلنگز اور برکمین کی زندگیاں خطرے میں نہیں ہیں۔ لیکن ملاح مصر رہے یوں مسٹر فرانسس نے ان کی موجودگی میں واشنگٹن کو تار بھیجا اور وعدہ کیا کہ وہ امریکی حکومت پر مزید زور ڈالے گا کہ سان فرانسسکو کے اسیروں کی رہائی ہو۔

ملاحوں کی دھمکی کا لگتا ہے سفیر پر خاطر خواہ اثر ہوا اور نتیجہ یہ نکلا کہ صدر ولسن نے فوری کارروائی کے احکام جاری کر دیئے۔ صدر نے نہ جانے گورنر وٹمین کو کیا پیغام بھیجا۔ ہمارے وفد نے آخر الذکر کو خیر مقدمی موڈ میں پایا۔ چونکہ عروج کے متمنی سیاستدان تعداد کو ہمیشہ تحسینی نظر سے دیکھتے ہیں اور محنت کشوں کا وفد چونکہ سوا ارکان پر مشتمل تھا جو نیو یارک کے دس لاکھ منظم محنت کشوں کی نیابت کر رہا تھا۔ ان کے ساتھ مورس ہلکٹ اور ہیری وین برگر بھی تھے۔ جنہوں نے گورنر کو ذہن نشین کرایا کہ برکمین تنہا نہیں ہے اور اس کی تحویل مجرمان کے تحت منتقلی سے پورے ریاست ہائے متحدہ کے محنت کشوں میں برہمی پھیل جائے گی۔ اس پر وٹمین نے فی الفور فیصلہ کیا اور ڈسٹرکٹ اٹارنی فکرٹ کو تار ارسال کیا کہ مقدمے کی ساری دستاویز بھیجی جائیں اور وعدہ کیا کہ حتمی کارروائی اس وقت تک کے لیے ملتوی کی جاتی ہے جب تک وہ خود ساشا کی تحویل کے پورے معاملے سے پوری طرح آگاہ نہیں ہو جاتا۔

بلاشبہ یہ ایک فتح تھی اگرچہ اس سے محض کارروائی مؤخر ہوئی تھی۔ لیکن بجائے مطلوبہ دستاویز بھیجنے کے سان فرانسسکو کے استغاثہ نے البانی کو یہ مطلع کیا کہ ''برکمین کی حوالگی پر فی الحال زور نہیں دیا جا رہا۔ ہمیں اچھی طرح معلوم تھا کہ فکرٹ ان دستاویز کو پیش کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا کیونکہ ان میں ایسا کوئی نشان موجود نہ تھا جس سے ساشا کو دھماکے میں ملوث کیا جا سکے۔''

اگر حوالگی کا مطالبہ قانون میں متعین شدہ تیس ایام کے اندر نہ منظور کیا جا سکے تو ساشا کو جیل میں مزید نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ ٹومبس کا منتظم اس سے جان چھڑانے کے لئے بے چین تھا۔ اس کی وجہ سے جیل کے معمولات زیر و زبر ہو چکے تھے۔ انتظامیہ یہ کہتی تھی۔ اس کے لاتعداد ملاقاتی، خطوں کے پلندے اور پیغامات جو اس کو ملتے' وہ جیل کے اہلکاروں پر بوجھ تھا۔ اس سنسنی کا کیا ذکر جو دوسرے قیدیوں میں پیدا ہو رہی تھی جو برکمین کے مقدمے میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ ''اسے یہاں سے لے جاؤ، وہ بڑی عاجزی سے کہتا'' وارڈن ملتمس ہوتا۔ ''تم ضمانت پر ہو تو تم اس مسئلے کو چھیڑتے کیوں نہیں؟'' میں نے اسے اطمینان دلایا کہ تمسک تیار ہے! اور میرے لئے اس سے بہتر کوئی بات نہ ہوگی کہ میں اسے اس فکر سے نجات دلا دوں جو ساشا کی موجودگی سے اسے لاحق ہے۔ لیکن میرے دوست نے یہ فیصلہ کیا کہ معاہدے کے تحت اسے ایک ماہ اور ٹومبس میں رہنا چاہئے کیونکہ اس کے وکیل نے اس کا وعدہ کیا تھا۔ سان فرانسسکو نے گورنر وٹمین کو مطلع کیا کہ انہیں کچھ اور وقت درکار ہے تا کہ مطلوبہ ریکارڈ روانہ کرنے کے لئے تیار کیا جا سکے۔ اگرچہ ساشا کو قانوناً اس بات پر مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ان کا انتظار کرے اور وین برگر نے اس پر صاد کر دیا تھا کہ ہمیں فکرٹ کی دستاویز سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وارڈن مشکوک نگاہوں سے گھورنے لگا۔ ایک انارکسٹ یہ سمجھتا ہے کہ اسے اس وعدے کی پاسداری کرنا چاہئے جسے اس نے بذات خود نہ دیا تھا! ''تم عجب سڑی لوگ ہو۔'' اس نے کہا ''کسی نے آج تک سنا ہے کہ ایک شخص جیل میں رہنے پر مصر ہے جب کے اسے نکل آنے کا موقع مل رہا ہو؟'' لیکن وہ ساشا سے بہتر سلوک کرے گا، اس نے بات بڑھائی اور شائد مسٹر ہلکٹ سے اس کے متعلق چند خیر کے جملے کہوں جس کے متعلق یقین ہے کہ وہ نیو یارک کا اگلا میئر بنے گا۔ میں نے اسے بتانا چاہا کہ مستقبل کے سوشلسٹ میئر پر میرا کوئی اثر و رسوخ نہیں ہے۔ مگر اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ یہ محض انارکسٹوں والی ہٹ دھرمی تھی، وارڈن نے دوبارہ کہا کہ آپ ایسے ساتھی کی مدد نہیں کر رہے جو ہم سب کا جاں نثار دوست ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

امریکہ کو جنگ میں کودے ابھی صرف سات مہینے ہوئے تھے اس نے بے رحمی میں یورپ کے تمام ممالک کو بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا جنہیں گلے کاٹنے کا پہلے ہی تین سال کا تجربہ ہو چکا تھا۔ غیر مصافی اور باضمیر معترضین جن کا تعلق مختلف سماجی طبقات سے تھا۔ قید خانوں اور جیلوں کو بھر رہے تھے۔ جاسوسی کے نئے قانون نے ملک کو ایک پاگل خانے میں تبدیل کر دیا۔ ہر ریاستی اور وفاقی اہلکار اور سویلین آبادی کے بڑے حصے کے سر پر خون سوار تھا۔ وہ دہشت اور بربادی پھیلا رہے تھے۔ عوامی جلسوں کو منتشر کرتے اور تھوک کے بھاؤ گرفتاریاں ہوتیں۔ سزائیں نا قابل یقین حد تک سخت سنائی جاتیں۔ ریڈیکل مطبوعات کو دبایا جاتا اور ان کے عملے کو حراست میں لے لیا جاتا، کارکنوں کو مارا پیٹا جا رہا تھا...... یہاں تک کہ قتل بھی...... یہ حب الوطنوں کے لئے وقت گزاری کا مشغلہ تھا۔

بسبی، ایری زونا میں دو سو آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کو مارا پیٹا گیا اور سرحد کے پار بھگا دیا گیا۔ ٹلسا، اوکلاہاما میں ان ہی کے سترہ کامریڈوں پر تارکول چپڑ کر اور کلغیاں لگا کر نیم مردہ حالت میں جھاڑیوں میں ڈال دیا گیا۔ کنٹکی میں ڈاکٹر بگلو ایک موٹ اور امن کا حامی شخص تھا۔ اسے اغوا کرنے کے بعد اس لئے چابک مارے گئے کیونکہ وہ ایک تقریر کرنے والا تھا۔ ملوا کی میں انارکسٹوں اور سوشلسٹوں کے ایک گروہ کا اس سے بھی برا انجام ہوا۔ ان کی کارروائیوں سے اپنے منصب سے سبکدوش کیتھولک پادری طیش میں آ گیا۔ وہ خاص طور سے ان اطالوی نوجوانوں کی گستاخی پر بہت برہم ہوا جب انہوں نے اس پر آسمان تلے ہونے والی میٹنگ میں سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ اس نے ان پر پولس چھڑوا دی جوان پر ڈنڈے سونت کر اور بندوقیں لے کر چڑھ دوڑی۔ انٹونیو فورنازیر جو ایک انارکسٹ تھا وہیں مار ڈالا گیا۔ آگسٹا مریّلی ایک اور انارکسٹ زخموں کی تاب نہ لا کر اسپتال میں پانچ دن کے بعد مر گیا۔ اس کھلی گولی باری میں چند افسر معمولی سے زخمی ہوئے اس کے بعد گرفتاریاں ہوئیں۔ اطالویوں کے کلب کے کمروں پر چھاپے پڑے، کتابیں اور تصاویر برباد کر دی گئیں۔ گیارہ افراد جن میں ایک عورت بھی شامل تھی انہیں دنگا برپا کرنے کے الزام میں دھر لیا گیا جس کے ذمہ دار وردی پوش بدمعاش تھے۔ جس زمانے میں اطالوی زیر حراست تھے پولیس اسٹیشن میں ایک دھماکہ ہوا۔ واردات کرنے والے نامعلوم تھے لیکن ان ہی اسیروں پر مقدمہ قائم کر دیا گیا۔ جیوری کو سات منٹ ملے اور انہوں نے واپس آ کر انہیں ذمہ دار ٹھہرا دیا۔ دس افراد اور میری بالدینی کو پچیس سال قید فی کس ریاست نے میری کے پانچ سالہ بچے کو اپنی تحویل میں لے لیا اگرچہ اس کے پرسان حال اس کی پرورش کرنے پر تیار تھے۔

پورے ملک کو اس کے طول و عرض میں جنگجویانہ حب الوطنی نے دبوچ رکھا تھا۔ شکاگو میں ایک سو ساٹھ آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے ارکان کو حراست میں لے لیا گیا اور ان پر بغاوت کا مقدمہ قائم کر دیا گیا۔ جن میں بل ہیوڈ، الزبیتھ گرلی فلین، آرٹورو جیووانتی، کارلو ٹریسکا اور ہمارے پرانے کامریڈ کسس وی۔ کک، ڈاکٹر ولیم جے رابنسن جو دی نیویارک کریٹک اور گائیڈ کا مدیر تھا۔ اسے بھی اس لئے قید کر دیا گیا کہ اس نے جنگ کے متعلق اپنے خیالات بیان کئے تھے۔ ہیری۔ ڈی۔ ویلس جو لیگ آف ہیومنی کا صدر اور 'سینگ ہیبت ان دی یورپین وار' کا مصنف تھا۔ اسے اس لئے بیس سال قید کی سزا دی گئی کیونکہ اس نے ڈیونپورٹ، ایوا میں ایک لیکچر دیا تھا۔ اس خوفزدہ ماحول کا ایک اور شکار لوئیس اولیویرو تھی جو امریکی عورت ذات کی نمائندہ اور نفیس قسم کی عینیت پسند تھی۔ اسے کولوریڈو میں چالیس سال کی قید کی سزا اس لئے ہوئی کہ اس نے اپنے ایک گشتی مراسلے میں انسانی ذبیحے سے تنفر کا اظہار کیا تھا۔ پورے امریکہ کے طول و عرض میں شائید ہی کوئی شہر یا قصبہ ایسا بچا ہو جہاں کی جیلوں میں ایسے مرد و زن نہ موجود ہوں جنہیں حب الوطنی کے ذبیحے کے سلسلے میں دہشت زدہ نہ کیا گیا ہو۔

سب سے زیادہ خطرناک جرم فرینک لٹل کا قتل کیا جانا تھا۔ وہ آئی ڈبلیو۔ ڈبلیو کی مجلس انتظامیہ کا رکن تھا اس کے علاوہ ایک اور بے چارہ ساتھی جو جرمن نام کا حامل تھا۔ فرینک لٹل تو اپاہج تھا۔ لیکن اس سے بھی نقاب پوش ڈاکوؤں پر کوئی فرق نہ پڑا۔ انہوں نے بٹے، مونٹانا میں اس بے یار و مددگار شخص کو رات کی تاریکی میں بستر میں سے کھینچ کر نکالا اور اسے کسی اجاڑ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جگہ پر لے گئے اور اسے ریل کی پٹریوں سے باندھ دیا۔ دوسرا ''غیر ملکی دشمن'' بھی اسی طرح مارا گیا۔ یہ اس وقت کھلا جب اس کے کمرے میں ایک بڑا سا امریکی پرچم نصب ملا اور اس کی پس انداز کی ہوئی رقم 'برٹی بانڈ' میں لگائی جا چکی تھی۔

زندگی اور آزادی اظہار پر حملوں کی آبیاری چھپے حروف پر پابندی سے کی گئی۔ جاسوسی کے قانون کے تحت جنہیں جنگی بخار کے عارضے میں منظوری ملی تھی۔ پوسٹ ماسٹر جنرل کو اخبارات پر مکمل آمرانہ اختیارات دیئے گئے تھے۔ کسی اخبار کے لئے جو جنگ کا مخالف ہو اس کی نجی انتظام کے تحت بھی تقسیم ناممکن بنا دی گئی تھی۔ مدرا رتھ اس کا پہلا شکار بنا۔ اس کے بعد دی بلاسٹ اور دیگر مطبوعات اور ان کے ادارتی عملے کے خلاف مقدمے قائم کئے گئے۔

رجعت پسند عناصر ہی اس بدمست حب الوطنی کے ذمے دار نہ تھے۔ سام گومپرز نے امریکن فیڈریشن آف لیبر کو جنگ بازوں کے آگے ڈال دیا۔ لبرل دانشوران جن میں والٹر لپمین، لوبس ایف پوسٹ اور جیورج کریل جو رہنمائی کر رہے تھے، چارلس ایڈورڈ رسل، آرتھر بیلارڈ، انگلش والنگ، فیلپس اسٹوکس، جان اسپارگو، سائمنز اور گھینٹ جیسے سوشلسٹ بھی اس تابنا کی میں حصہ دار بنے ہوئے تھے۔ سوشلسٹوں کا جنگی جنون مناپولس کانفرنس کی قرارداد سے ظاہر ہوا۔ ان کی حب الوطنی کی ریل گاڑی جسے سرخ سفید اور نیلے رنگ سے آراستہ کیا گیا تھا اور ان کا ہر کارکن سے تاکیداً کہنا کہ وہ جنگ کی حمایت کریں۔ ان سب ہی نے اس بات میں ہاتھ بٹایا تا کہ امریکہ میں عقل اور انصاف کا جنازہ نکال دیا جائے۔

دوسری جانب دی انڈسٹریل ورکرز آف دی ورلڈ اور وہ سوشلسٹ جنہوں نے اپنے نظریات سے مراجعت نہیں کی اور ماضی کی خود کفالت پر قائم تھے انہوں نے بھی اس فصل کے لئے جو بوائی کی تھی اب اس کی فصل کاٹ رہے تھے۔ جہاں تک داروگیر کا تعلق تھا تو اس کا نشانہ تو صرف انارکسٹ تھے۔ انہوں نے تو اس معاملے کا نوٹس بھی نہ لیا اور اپنے اخبارات میں ضمناً بھی ذکر نہ کیا۔ آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے ایک اخبار نے بھی ہماری گرفتاریوں اور سزایابی کے خلاف احتجاج کیا۔ سوشلسٹوں کی میٹنگوں میں کسی ایک مقرر نے دی بلاسٹ اور مدرا رتھ کی بندش کی ملامت نہ کی۔ دی نیویارک کال کو آزادی اظہار کے مسئلے کا خیال اس وقت آیا جب اس کا اس سے کوئی براہ راست تعلق نہ تھا۔ چند سطریں وہ بھی سرسری انداز میں۔ ڈینیل کیفر جو آزادی کا جانباز تھا اس نے جب احتجاج بھیجا وہ کال میں چھپا مگر وہ بھی کتر بیونت کا شکار تھا۔ ہمارے رسالے کا ہر حوالہ یا ساشا اور میرا ذکر اس میں سے حذف کر دیا گیا۔ یہ احمق لوگ یہ نہ سمجھ سکے کہ رجعتی ہتھکنڈے شروع میں ہمیشہ سب سے زیادہ غیر مقبول نظریات اور ان کے داعیوں پر چاند ماری کرتے ہیں اور وقت آنے پران حربوں کا ان پر بھی استعمال ناگزیر ہوگا۔ اب امریکی تاتاریوں کو ریڈیکل گروپوں میں امتیاز کرنے کی ضرورت نہ رہی تھی: لبرلز، آئی ڈبلیو۔ ڈبلیو، سوشلسٹ، مبلغین اور کالج کے پروفیسروں کو دور اندیشی کی کمی کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا تھا۔

حب الوطنوں کے جرائم کے سامنے مدرا رتھ کی بندش ایک حقیر معاملہ تھا لیکن میرے لئے یہ ایسی ضرب تھی جس کے مقابلے میں دو برس کی اسیری پرکاہ تھی۔ گوشت و پوست والا کوئی بچہ کسی ماں کو اتنا چہیتا نہ ہوگا جیسی اس بچے نے میری کوکھ اجاڑی تھی۔ یہ ایک کوئی دہائی سے اوپر کی جدوجہد تھی جس کے لئے میں نے جان نچوڑ لینے والے دورے کئے تھے۔ بہت سے مصائب اور تکالیف برداشت کی تھیں تب جا کر مدرا رتھ کی پرورش ہو سکی تھی اور آج صرف ایک ضرب سے اس کی جان نکال لی گئی! میں نے فیصلہ کیا کہ ہم اسے دوسری شکل میں جاری رکھیں گے۔ میں نے خریداروں اور دوستوں کو جو گشتی مراسلہ بھیجا تھا اور اس میں مطلع کیا تھا کہ جریدے کو کچل دیا گیا ہے اور میں ایک اور رسالے کے متعلق غور کر رہی ہوں اس کے جواب میں مدد کے کئی وعدے موصول ہوئے، تاہم چند ایک نے اس معاملے سے کوئی تعلق رکھنے سے انکار کر دیا۔ ان کی دانست میں ملک میں پائے جانے والے جنگی جذبات میں ان کی مخالفت نا سمجھی کی بات ہے، انہوں نے یہ لکھا۔ وہ ایسے مقصد کی اعانت نہیں کر سکتے۔ وہ کسی دشواری میں پڑنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ بہت بہتر مجھے معلوم ہے کہ تسلسل اور جرأت، دانش کی طرح، نادر عطیات میں سے ایک ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بنؔ جو میرے قریبی حلقے کا فرد ہے افسوس ناک حد تک دونوں سے محروم ہے۔ اسے ایک دہائی تک برداشت کرنے کے بعد میں دوسروں کی کیسے ملامت کر سکتی ہوں جب وہ خطرہ پاتے ہی پناہ گاہ کی تلاش شروع کر دیں۔

ایک نیا منصوبہ بنؔ کو از سر نو پر جوش بنا سکتا ہے۔ مدرار تھ بلیٹن کے خیال نے اس کے تخیل میں ہلچل پیدا کر دی اور اس کی روایتی توانائی نہایت زوروں سے عود کر آئی کہ نیا رسالہ نکالا جائے۔ مگر ہمارے درمیان خلیج کافی بڑی ہو چکی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ رسالے کو جنگ کے معاملے سے الگ رکھا جائے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے مسائل بحث طلب ہیں، اس کا استدلال تھا اور حکومت کی مخالفت ہر صورت میں ایسی تباہی لے آئے گی جو ہر شے کو برباد کر دے گی جسے ہم لوگوں نے برسہا برس میں بنایا تھا۔ ہمیں مزید چوکس رہنا چاہئے اور وہ مصر تھا کہ ہمیں عملیت پسند ہونا چاہئے۔ ایسا رویہ کسی ایسے شخص میں نا قابل یقین تھا جو اپنی جنگ مخالف گفتگو میں غیر محتاط تھا۔ اسے اس حیثیت میں دیکھنا عجیب اور مضحکہ خیز لگتا تھا۔ اس میں تبدیلی دوسری چیزوں کی طرح بغیر منطق اور تسلسل کے تھی۔

ہمارے کشیدہ تعلقات دیر تک نہ چل سکے۔ ایک دن طوفان پھٹ پڑا اور بنؔ رخصت ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے۔ کبیدہ خاطر اور خشک آنکھوں کے ساتھ میں کرسی میں گر پڑی۔ فٹزیؔ نزدیک تھی جو مجھے تسلی دینے کی غرض سے میرے سر کو سہلانے لگی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۴۷

'مدرارتھ بلیٹن' سابق رسالے کے مقابلے میں مختصر لگتا۔لیکن ہراساں کردینے والے حالات میں بہترین کام یہی تھا جو ہم انجام دے سکتے تھے۔سیاسی آسمان روزانہ تاریک تر ہوتا جارہا تھا اور فضا میں نفرت اور تشدد کی بجلیاں کوندرہی تھیں۔اور ریاست ہائے متحدہ کے طول وعرض میں کہیں بھی عافیت نظر نہیں آرہی تھی۔اس مرتبہ پھروہی روس تھا جہاں سے تاریک کرہ ارض پر امید کی پہلی کرن پڑرہی تھی۔

انقلاب اکتوبر نے ناگاہ بادلوں میں شگاف ڈال دیے اور اس کے شعلے روئے زمین کے آخری کناروں پر پڑنے لگے جس کا پیغام اس وعیدا کبر کا حامل تھا۔جس کا فروری کا انقلاب پرچم بردار تھا۔

لووف اور میلوکوف نے اپنی کمزور قوت کو اس دیو کے سامنے آراستہ کیا تھا جو باغی عوام پر مشتمل تھی جو ایک مرتبہ کچلے بھی جا چکے تھے۔جب زار سے واسطہ پڑا۔یہاں تک کہ کیرنسکی اور اس کی جماعت بھی اس عظیم سبق کو نہ یاد رکھ سکی وہ کسانوں اور کارکنوں سے اپنے عہد کو اقتدار کو گھوڑے پر سوار ہوتے ہی فراموش کر بیٹھے۔کئی دہائیوں تک سماجی انقلابی......انارکسٹوں کے بعد اگرچہ تعداد میں کہیں زیادہ کثیر اور بہتر منظّم تھے......اور روس میں تبدیلی کے لئے سب سے زیادہ موثر خمیر بھی رہے۔ان کے بلند و بالا آدرش اور مقاصد، ان کی سورمایت اور شہادت ایک روشن مشعل بنی رہی جس کے پرچم تلے ہزاروں لوگ کھنچے چلے آئے۔ ایک مختصر عرصہ تک تو اس کے رہنمایان اور کیرنسکی، ٹیکرنوف اور دیگر فروری کے ایام کی روح سے ہم آہنگ رہے۔انہوں نے موت کی سزا منسوخ کردی، ان قید خانوں کو کھول دیا جہاں زندہ لوگ مردوں کی طرح جی رہے تھے اور ہر کسان کی کٹیا اور مزدور کے جھونپڑے میں امید پہنچادی یہاں تک کہ ہر اس زن ومرد کے پاس جو غلامی کی زنجیر میں جکڑا ہوا تھا۔انہوں نے گفتار، صحافت اور اجتماع کی آزادی کا روس کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اعلان کیا۔اور یہ ایسے اقدام تھے جن پر دنیا بھر میں آزادی سے محبت رکھنے والے لوگوں نے مرحبا کہا۔

تاہم خلقت کے لئے سیاسی تبدیلیاں اس کی علامت تھیں کہ حقیقی آزادی آنے والی تھی ...... جنگ کا خاتمہ، زرعی اراضی تک رسائی اور اقتصادی زندگی کی تنظیم نو۔ان کے لئے تو انقلاب کی یہ اساسی اور ناگزیر اقدار تھیں۔لیکن کیرنسکی اور اس کی پارٹی اس منزل تک پہنچنے میں ناکام رہی۔انہوں نے عوامی ضرورتوں کو نظر انداز کیا اور امنڈتی لہریں انہیں دور بہالے گئیں۔اکتوبر کا انقلاب پرشوق خوابوں اور تمناؤں کا نقطۂ عروج تھا۔یہ اس پارٹی پر عوامی قہر کا پھٹ پڑنا تھا جس پر انہوں نے اعتبار کیا اور جس نے ان سے دغا کی۔

امریکی پریس اور اخبارات بالائی سطح کے نیچے کارفرما جذبے کو سمجھنے سے قاصر تھے اس لئے انہوں نے اکتوبر کے تلاطم کو جرمنی کا پروپیگنڈا سمجھا اور اس کے نقیبوں لیننؔ، تروتسکی اور ان کے ہمکاروں کو قیصرؔ کے بھاڑے کے ٹٹو۔مہینوں تک اخباری نامہ نگار بالشویک انقلاب کے متعلق خیالی پلاؤ پکاتے رہے۔ان قوتوں کے متعلق ان کی بے خبری جنہوں نے اکتوبر انقلاب کی راہ ہموار کی اتنی ہی ڈراونی تھی جتنی چھچھوری ان کی وہ مساعی تھیں جن میں انہوں نے لیننؔ کی سرکردگی میں چلنے والی تحریک کو سمجھنے کی کوشش کی۔مشکل سے کسی اخبار نے اس بات کو تھوڑا سا بھی سمجھنے کی کوشش کی ہو کہ بالشویزم ایک سماجی نظریہ تھا جو روشن ذہنوں کی تخلیق تھا اور جس کی پرورش شہیدوں کی جرأت اور جانفشانی سے ہوئی تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بدقسمتی سے امریکی صحافت اس معاملے میں اکیلی نہ تھی جس نے بالشویکوں کو سمجھنے میں غلطی کی۔ لبرلز اور سوشلسٹ بھی ان کے ہم خیال تھے۔ یہ انارکسٹوں اور دیگر حقیقی انقلابیوں پر فوری ذمہ داری پڑ گئی کہ روس میں تیزی سے گزرنے والے واقعات میں رسوا کرنے والے اشخاص اور ان کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے "مولا بخش" کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ مدر ارتھ بلیٹن کے کالموں میں، جلسوں میں اور دیگر تمام ذرائع سے ہم نے بالشویکوں کے خلاف تہمت اور افترا پردازی کی مدافعت کی۔ اگرچہ کہ وہ مارکسٹ تھے اور 'حکومت پسند'۔ میں نے ان کا ساتھ یوں دیا کیونکہ انہوں نے جنگ کی مذمت کی اور ان میں یہ فراست بھی تھی کہ انہوں نے اس حقیقت پر بھی زور دیا کہ سیاسی آزادی بغیر اس سے ملتی جلتی معاشی مساوات کے محض ایک کھوکھلا نعرہ ہے۔ میں نے لینن کے پمفلٹ "پولیٹیکل پارٹیز اینڈ پروبلمز آف دی پرولیٹیریٹ" کا حوالہ یہ ثابت کرنے کے لئے دیا کہ اس کے مطالبات لازماً وہی تھے۔ جنہیں سوشلسٹ انقلابی چاہتے تھے۔ لیکن وہ اتنے دبّو تھے کہ ان پر عملدرآمد کیا کرتے۔ لینن نے ایک جمہوری ریپبلک کے لئے جدوجہد کی جسے سوویت کارکن، سپاہی اور کسان ڈپٹی مل جل کر چلاتے۔ اس نے مطالبہ کیا کہ آئین ساز اسمبلی کا اجلاس فوراً بلایا جائے، عمومی امن تیزی سے آئے، نہ تاوان ہوں اور نہ کوئی الحاق ہو اور تمام خفیہ معاہدے منسوخ کردیئے جائیں۔ اس کے پروگرام میں زرعی اراضی کو کسان آبادی کو لوٹانا تھا جو ضرورت اور کام کرنے کی صلاحیت کے مطابق ہو۔ صنعتوں پر پرولتاریوں کا کنٹرول ہو۔ ہر خطے میں ایک انٹرنیشنل قائم کی جائے جس سے موجودہ حکومتوں اور سرمایہ داری کا مکمل خاتمہ ہوجائے۔ اس کے علاوہ انسانی یکجہتی اور برادرانہ تعلقات قائم کئے جائیں۔

ان میں زیادہ تر مطالبات وہ تھے جن کے انارکسٹ بھی طالب ہیں اور اس لئے ہماری حمایت کے مستحق تھے، لیکن اگرچہ میں بالشویزم کا خیر مقدم اور احترام اس لئے کرتی ہوں کہ اس مشترک جنگ میں ہم کامریڈ ہیں، میں انہیں ان کامیابیوں کا مستحق نہیں سمجھتی جو پورے روس کے عوام کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ انقلاب اکتوبر، فروری کے تختہ الٹنے والے واقعے کی طرح عوام الناس کی کامیابی تھی اور ان ہی کا تابناک کام۔

میں نے پھر چاہا کہ روس لوٹ جاؤں اور اس کی زندگی کی تخلیق نو کے کام میں حصہ لوں۔ اس کے باوجود مجھے میرے اختیار کردہ وطن نے ایک مرتبہ پھر روک لیا۔ یعنی دو سال قید کی پابندی۔ تاہم میرے پاس اب بھی میرے دو ماہ تھے اس سے پہلے کہ امریکی سپریم کورٹ اپنا فیصلہ سنائے۔ اور اس مدت میں کچھ نہ کچھ کرسکتی تھی۔

امریکی سپریم کورٹ، ہمیشہ سے چکی پیسنے میں سست رہی ہے اور اسے سلیمانی دانش کے اظہار میں اکثر سالہا سال لگتے ہیں۔ مگر آج کل جنگ کا زمانہ ہے اور صحافت اور منبر ہاؤ ہو کررہے تھے کہ انارکسٹوں اور دیگر باغیوں کے جسم سے ایک پاؤنڈ گوشت کا ٹکڑا کاٹا جائے۔ واشنگٹن میں جلیل القدر ادارہ خواب غفلت سے جاگ گیا اور دسمبر کی ۱۰ فیصلہ کن دن ٹھہرا۔ جو وکیلوں کا دن تھا۔ ذرا ملاحظہ کیجئے، کیونکہ اس پیشے کے ساتھ ارکان جبری بھرتی کے غیر آئینی ہونے پر اور سازش کے سوال پر جو کربیمر اور بیکر، برکمین اور گولڈ مآن کے معاملے میں دلائل دیں گے۔

ہمارا اٹارنی ہیری وین برگر واشنگٹن پہنچ چکا تھا۔ اس کی مسل میں حالات کے تمام ادوار کے متعلق گہرا تجزیہ موجود تھا۔ لیکن جس شے نے ہمیں مسرور کردیا وہ یہ تھی کہ اس نے انسانی اقدار کا ایک ترقی پسندانہ موقف اور سماجی منظر نامہ اختیار کیا تھا اور یہی نکتہ اس کے دلائل کی بنیاد تھی۔ ہمارے لئے تو اس مقدمے کا نتیجہ طے شدہ بات تھی۔ کیونکہ سپریم کورٹ میں بیٹھنے والوں میں سے اکثریت ان لوگوں کی تھی جو نہایت ضعیف اور اتنے ناتواں تھے کہ ان سے حب الوطنوں کے شور وغوغا کے خلاف کھڑا ہونا ممکن نہ تھا۔ لیکن دس دسمبر تک کے باقی ماندہ دن میرے تھے اور میں نے انہیں ایک طوفانی دورے کے مصرف میں لگانے کا فیصلہ کیا۔ میں روسی انقلاب کے پیغام کو عوام تک پہنچاؤں گی اور بالشویکوں کے متعلق حقائق بتاؤں گی۔

موؔنی کا استغاثہ ان دنوں مسائل کا شکار تھا۔ وفاقی تحقیقاتی ٹیم کے لوگ اس پر پیچ کھیل کو بری طرح کھنگال رہے تھے۔ اس کے اوپر سان فرانسسکو میں یہ مطالبہ زوروں پر تھا کہ فکرؔٹ کو واپس بلا لیا جائے۔ ڈسٹرکٹ اٹارنی کو یہ جھنجھلاہٹ بھی تھی کہ گورنر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہٹمین نے ساشا کو لانے کی اس وقت تک اجازت دینے سے انکار کر دیا جب تک اس کے مقدمے سے متعلق تمام ریکارڈ نہ پیش کر دیا جائے۔ یہ ایسے شخص کے لئے سخت گھاٹے کا سودا تھا جو پہلے ہی بلنگز، مونی مقدمے کے معاملے میں اپنے آقاؤں کی بہت خدمت کر چکا تھا۔ مگر فکرٹ پر مایوسی نہ طاری ہوئی وہ یہی ثابت کرنے میں لگا رہا کہ بڑے کاروباری لوگوں سے اس کی وفاداری کو کم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے چنگل میں اب بھی تین اور مجرم تھے......اینا، مونی، ازرایل وین برگر اور ایڈورڈ۔ ڈی۔ نولان پہلے تو وہ ان تینوں کا خاتمہ بالخیر کرے گا۔ پھر، جب سپریم کورٹ برکمین کے انجام کا فیصلہ کر چکے گی تو وہ اسے بھی حاصل کر لے گا۔ اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے آپ پر لازم ہے کہ صبر کرنا سیکھیں اور سان فرانسسکو کا ڈسٹرکٹ اٹارنی وقت گزارنے کا ہنر جانتا تھا۔ اس نے البانی کو اطلاع دے دی کہ وہ الیگزینڈر برکمین کی تحویل مجرمان کے تحت حوالگی کے مطالبے سے عارضی طور پر دستبردار ہوتا ہے۔

ساشا کو وفاقی سازش کے مقدمے میں پچیس ہزار ڈالر مالیت کا بانڈ جمع کرانا پڑا۔ اسے ایدش محنت کشوں کی تنظیموں اور انفرادی دوستوں میں جو عزت اور مقبولیت حاصل تھی اس سے وہ فوراً اس کی دستگیری کے لئے آ گئے۔ لیکن اس میں بہت سا وقت اور بہت سی کوششیں قانون کے سرخ فیتے کی اڑچنیں دور کرنے میں لگیں۔ آخر میں انہیں بھی سر کر لیا گیا اور ساشا ایک مرتبہ پھر سے آزاد ہو گیا۔ ہر ایک کی نظر میں جو ہمارے کام سے تعلق رکھتا تھا یہ کوئی چھوٹی سی بات نہ تھی کہ وہ ہمارے درمیان موجود تھا اور ساشا کے لئے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اسکول کا لڑکا تاش کھیل رہا ہو۔ وہ دل لگی کر رہا تھا اور خوش تھا۔ اگرچہ اسے یہ بھی معلوم تھا جیسا کہ ہم سب جانتے تھے کہ اسے جلد ہی کسی اور جیل میں طویل مدت کے لئے جانا پڑے گا۔ اس کی ٹانگ ٹھیک نہیں ہوئی تھی اور اسے آرام درکار تھا۔ میں نے یہ تجویز دی کہ وہ اس مختصر مہلت سے فائدہ اٹھائے اور دیہات میں مختصر سکون حاصل کرنے چلا جائے۔ لیکن وہ اس پر سوچنے کا بھی روادار نہ تھا اور کہنے لگا یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک سان فرانسسکو اپنے شکار دبوچے ہوئے ہے۔ ہمارے بلوہ کرنے سے فکرٹ کا ذاتی اعتماد ایک حد تک ڈگمگا چکا ہے۔ اسے ساشا کو تحویل میں لینے کی کوششوں کی ناکامی کے بعد ایک اور بدنصیبی کا سامنا تھا۔ وین برگر کو جیوری نے بری کر دیا اور اس مسئلے پر محض تین منٹ تک غور و خوض ہوا اور استغاثہ کی جانب سے پیش ہونے والی شہادت کی حلف اٹھانے کے بعد جھوٹی گواہی کا بھانڈا پھوٹنے پر ڈسٹرکٹ اٹارنی مجبور ہو گیا کہ مونی اور ایڈ نولان کے خلاف ہونے والی کارروائی کو ترک کر دے۔ لیکن انہیں پھانسنے کے ناقابل تردید ثبوتوں کے باوجود دونوں محنت کشوں کے لوگ اس کے داؤ پیچ سے نہ بچ سکے۔ دو معصوم لوگ جن میں سے ایک زندگی بھر کی اسیری میں مبتلا اور دوسرے کو سزائے موت کا سامنا تھا۔ اس صورت میں ساشا کیسے تعطیل گزارنے کا فیصلہ کر لیتا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ یہ سب غیر ممکن ہے۔ رہائی کے چند دنوں کے بعد وہ پھر سے سان فرانسسکو کی مہم میں غوطہ زن تھا۔

مونی کے مقدمے کے میدان میں ایک اور شخصیت نمودار ہوئی جس کا نام لوسی رابنس تھا۔ میں اپنے کسی دورے میں اس سے مل چکی تھی۔ لیکن نہ جانے کیوں ہم ایک دوسرے سے زیادہ قریب نہ تھے۔ اس کے باوجود مجھے معلوم تھا کہ لوسی ایک عمدہ منتظمہ تھی اور وہ محنت کشوں اور ریڈیکل تحریکوں میں سرگرم رہتی تھی۔ جن دنوں میں ۱۹۱۵ء میں لاس اینجلس میں لیکچر دے رہی تھی۔ لوسی اور باب رابنس مجھ سے ملے تھے۔ میں نے ان کی صحبت دلچسپ پائی اور ہمارے مابین دوستی نے جنم لے لیا۔ لوسی مردوں کے اس دعویٰ سے متفق نہ تھی کہ عورتوں میں مشینی معاملات کی فہم کم ہوتی ہے۔ وہ ایک پیدائشی انجینئر تھی اور ملک میں پہلی ایسی خاتون جس نے ایک آٹو ہاؤس وضع کیا اور اسے بنا بھی لیا۔ جو آرام اور دلکشی میں کارکنوں کے متعدد اپارٹمنٹس کے مقابلے میں بہت بہتر تھا۔ یہ ایک نادر شے تھی۔ اس میں چھوٹے طاق اور برتنوں کی الماری کے علاوہ ایک غسل خانہ بھی تھا۔ اس کے علاوہ لوسی اور باب اپنے ہمراہ ایک پورا چھاپہ خانہ بھی رکھتے تھے۔ پہیوں پر چلنے والے اس اختراعی گھر میں وہ ساحل سے ساحل تک سفر کرتے رہتے۔ جب کہ ڈرائیور لوسی ہوتی۔ شاہراہوں کے سفر کے دوران میں وہ مختلف مقامات پر چھپائی کا کام بھی کرتے وہیں موقع پر مکمل کرتے اور اس طرح اپنی بود و باش کے اخراجات پورا کرتے۔ ان کے سفر کے ساتھی ایک فونوگرام اور دو ننھے کتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھے اوران میں سے ایک تو سخت صیہونیت دشمن تھا۔ جیسے ہی کوئی یہودی دھن بلند ہوتی یہ یہودی دشمن چوپایہ ایک بھیانک واویلا شروع کردیتا اور اس وقت تک خاموش نہ ہوتا جب تک وہ جارحانہ موسیقی نہ تھم جاتی۔ یہ ایک واحد دق کرنے والا عنصر تھا جو ہمارے نئے دوستوں کو بچہ گاڑی کے اندر بسر ہونے والی خوشگوار زندگی میں درپیش آتا۔

وہ مختصر قیام کے لئے نیویارک آئے۔ لیکن انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ وہ موتی کی مہم کیلئے مددگار ہوسکتے ہیں تو انہوں نے فوراً رضا کار بننے کے لئے اور ٹھہر جانے کے لئے پیش کردیا۔ انہوں نے اپنا پہیے دار قلعہ کسی گودام میں کھڑا کردیا اور جا کر لیفٹے اسٹریٹ پر واقع ایک چھوٹے سے کمرے میں قیام شروع کردیا جہاں ہمارا دفتر واقع تھا۔ لوسی نے خود کو جلد ہی اس بات کا اہل ثابت کردیا کہ وہ انجمنوں کو آمادہ کرسکتی ہے اور وہ اسی طرح بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دے سکتی ہے جس طرح وہ خود کو معمار، ماہر تعمیرات، مستری اور ہرفن مولا ثابت کرچکی تھی۔ وہ مادی سیاست کی اصلیت کو اس سے بہت پہلے سمجھ چکی تھی جب یہ اصطلاح ابھی مقبول نہ ہوئی تھی۔ وہ ہمارے اس نظریے سے جلد ہی بیزار ہونے لگتی کہ نہ محبت اور نہ ہی جنگ میں ہر حربہ جائز ہوتا ہے۔ جب کہ دوسری جانب ہم' ہمدردی کے علاوہ ہر شے تسلیم کرنے کو تیار رہتے جب کہ وہ ہر حال میں نتیجہ حاصل کرنے کے شعار پر مائل رہتی چاہے اس سارے عمل میں مقصد اوجھل ہو جائے۔ ہم اس سے الجھ جاتے لیکن اس سے ہمارے دلوں میں لوسی کا احترام بطور کارکن اور دوست کم نہ ہوتا۔ وہ ایک نہایت حیات آفریں ذات تھی جس میں لامحدود توانائی تھی جسے محسوس کئے بغیر کوئی نہ رہتا۔ میں بڑی خوش تھی کہ ساشا اور فٹزی کو اب ایک معتمد خاص مل چکا ہے۔ میں یہ بھی محسوس کرتی تھی کہ وہ تینوں مل کر اشیاء کو رواں رکھ سکتے ہیں۔

ہیری وین برگر یہ خبر لایا کہ سپریم کورٹ کے لئے ہمارے مقدمے کی سماعت مکمل کرنا جنوری کے وسط تک ممکن نہیں لگتا اور اس نے یہ اطلاع بھی دی کہ فیصلے کے اعلان ہونے کے بعد ہمیں ایک ماہ کی مہلت دی جائے گی کہ خود کو حوالے کردیں۔ اس سے کرسمس کے زمانے میں شہر کے باہر جلسے منعقد کرنے میں بہت دشواری ہوتی تھی۔

جبری بھرتی کے خلاف ہمارے موقف اور جیل میں ہماری سزایابی نے ہمارے لئے کئی دوست پیدا کردیئے جن میں ایک ہیلن کیلر تھی۔ میں ایک زمانے سے اس قابل ذکر عورت سے ملنا چاہتا تھی جو سب سے ڈراؤنی معذوری پر حاوی ہو چکی تھی۔ میں اس کے ایک لیکچر میں شریک ہو چکی تھی جو میرے لئے ایک موثر تجربہ تھا۔ ہیلن کیلر کی غیر معمولی کامیابی نے میرے اس عقیدے کو گہری تقویت پہنچائی تھی کہ انسان ایسا عزم رکھتا ہے جس کی قوت لامحدود ہے۔

جب ہم نے اپنی مہم کا آغاز کیا تھا تو میں نے اس کی حمایت حاصل کرنے کے لئے خط لکھا۔ جب بہت عرصے تک جواب نہ موصول ہوا تو میں نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ اس کی اپنی زندگی میں اتنی دشواریاں ہیں جو اسے سارے جہاں کے درد میں دلچسپی لینے نہیں دیتیں۔ ہفتوں بعد اس کی جانب سے پیغام آیا جس نے مجھے ندامت میں غوطہ دے دیا کہ میں نے اس پر کیوں شک کیا تھا۔ وہ ذاتی معاملات میں منہمک نہ تھی۔ ہیلن کیلر نے تو یہ ثابت کردیا کہ وہ انسان کے لئے سارے جہاں کی محبت سے معمور ہے اور اس کی دکھوں اور غموں کے لئے گہرے جذبات رکھتی ہے۔ وہ اپنی استانی، ساتھی کے ہمراہ ملک بھر کا دورہ کر رہی تھی۔ اس نے لکھا، وہیں کہیں اس نے میری گرفتاری کی خبر سنی تھی۔

میرا دل دکھنے لگا۔ خط میں مزید لکھا تھا ''اور میں چاہتی تھی کہ میں بھی کچھ کروں اور جن دنوں میں کچھ کرنے کے ئے سوچ بچار کر رہی تھی کہ تمہارا خط آ گیا۔ یقین کرو میری نبض کی ہر جنبش ایک انقلاب کی حامل ہوتی ہے جس کا مطلب ہے کہ ایک آزاد تر دنیا کی ابتدا اور پرمسرت سماج۔ کیا تم جانتی ہو کہ ان تیزی سے عمل کرنے والے دنوں میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کے کیا معنی ہیں جب کہ ہمیں انقلاب اور جرأت مندانہ اقدام کرنا چاہئیں۔ میں تو خدمت کرنے کی آرزو سے پھٹی پڑ رہی ہوں تا کہ محبت کروں اور دوسرے مجھ سے محبت کریں۔ لوگوں کے کام آؤں اور لوگوں کو مسرت سے بھر دوں۔ لگتا یوں ہے جیسے میری تمنا کی گہرائی تکمیل کی منزل کو لے آئے گی لیکن ہائے افسوس کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مجھ میں یہ ذوق جنوں کیوں ہے کہ میں کسی نیک جدوجہد

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں شریک ہو جاؤں جب کہ میرے مقدر نے میرے نصیب میں بے مصرف انتظار لکھ دیا ہے؟ اس کا کوئی جواب نہیں ملتا۔ میں ترس ترس کر ایک ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو چکی ہوں۔ لیکن یہ حتمی بات ہے...... کہ تم ہمیشہ میری محبت اور مدد پر بھروسہ کر سکتی ہو۔ وہ لوگ جو آنکھیں ہوتے ہوئے اندھے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھنے سے انکار کر دیتے ہیں کہ ایسے زمانے میں جیسا کہ آج کل چل رہا ہے۔ سمجھ دار لوگ اپنی زبان پر قابو رکھتے ہیں۔ لیکن تم نے اپنی زبان نہیں روکی اور نہ ہی آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے کامریڈوں نے خاموش رہنا مناسب سمجھا...... تم پر اور ان پر رحمتیں ہوں۔ بالکل نہیں، کامریڈو تم لوگ اپنے منہ پر قفل مت چڑھا لینا، تمہارا کام جاری رہنا چاہیئے۔ چاہے تمام دنیاوی طاقتیں تمہارے خلاف متحد ہو جائیں۔ اس سے پہلے کبھی بھی جرأت اور صبر و برداشت کی اتنی ضرورت نہ تھی جتنی کہ اب ہے......"

خط کے بعد ہماری ملاقات ہوئی جو ایک رقص کی محفل میں ہوئی جس کا انعقاد عوام الناس نے کیا تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ ممنوعہ مطبوعات کے گروہ سے اظہار یکجہتی کیا جائے ...... جن میں میکس ایسٹ مین، جان ریڈ، فلائیڈ ڈیل اور آرٹ ینگ شامل تھے۔ ہیلن کیلر بھی شریک تھی۔ یہ شاندار عورت جو انسانی احساس کی سب سے اہم حس سے محروم تھی، جس کے باوجود محض اپنی نفسیاتی قوت کے برتے پر دیکھ سکتی تھی، سن سکتی تھی اور بول سکتی تھی۔ اس کی مرتعش انگلیوں میں دوڑنے والی برقی رو میرے ہونٹوں پر تھی اور اس کے حساس ہاتھ جو میرے ہاتھ میں تھے ان میں اس کی زبان کی گویائی سے زیادہ اظہار خیال ہوا۔ اس نے جسمانی رکاوٹوں کو ہٹا دیا اور میں اس کی ذات کے حسن سے سحر زدہ ہو گئی۔

سال ۱۹۱۷ء زبردست سرگرمیوں کا زمانہ تھا اور شایان شان الوداع کا مستحق۔ ہماری نئے سال کی پارٹی جو اسٹیلا اور ٹیڈی کے گھر پر ہوئی اس میں صابی رسوم ادا کی گئیں۔ ایک لمحے کے لئے ہم نے حال کو فراموش کر دیا اور اسے بھی پس پشت ڈال دیا کہ کل ہمارے لئے کیا لانے والا ہے۔ بوتلوں کے ڈھکنے اڑنے لگے، گلاس کھنکھنانے لگے اور ہمارے دل لہو و لعب، کھیل اور رقص سے جوان ہونے لگے۔ جولیا کی کلاک ڈانسنگ، ایان کی رنگا رنگ میمی ناچ اور اس کے دوستوں نے عمومی ترنگ میں اضافہ کر دیا۔ ہماری جولیا جانثار اور محبت والی تھی۔ چنچل اور خوشی میں پھولی نہ سماتی۔ وہ ہمارے حلقے کی جان تھی اور سینڈوچ کے پہاڑ کھڑے کرنے میں میری دست راست جنہیں میرے دوست ہڑپ کر گئے۔ بہت خوش خوش ہم نے نئے سال کا استقبال کیا۔ زندگی للچانے والی تھی اور آزادی کا ہر لمحہ انمول۔ اٹلانٹا اور جیفرسن بہت دور تھے۔ لیکچروں کا میرا مختصر دورہ نہایت پر جوش اور مارا ماری والا تھا۔ کوئی ہال اتنا بڑا نہ تھا جس میں مجمع سما سکتا۔ روس کے لئے جوش و خروش ہر جگہ بڑھتا جا رہا تھا۔

شکاگو میں مجھے تو جلسوں میں شریک ہونا تھا جن کا انتظام غیر فریق ریڈیکل لیگ نے کیا، ولیم ناتھانسن، بیلوف اور سلیٹر اس کے سرگرم ارکان تھے۔ اور وہاں بن بھی موجود تھا جو وہاں اپنی کامیاب ڈاکٹری کر رہا تھا۔ لیکن راسکولینکوف کی طرح "چور چوری سے جائے مگر ہیرا پھیری سے نہ جائے کے مصداق آ تا جاتا۔"

اس سے پہلے اہل شکاگو نے کبھی بھی اس بے ساختگی سے روس پر ہونے والے لیکچروں میں ایسی دلچسپی نہ دکھائی تھی۔ اس موقع پر مزید دلچسپی اس لئے بھی ظاہر کی گئی کیونکہ امریکی سپریم کورٹ نے جبری بھرتی کے قانون کو آئین کے مطابق ٹھہرا دیا۔ جبری بھرتی کے ذریعے نوجوانوں کو اس پر مجبور کیا جا رہا تھا کہ وہ سمندر پار خطوں میں جا کر جانیں دیں اور اس پر ملک کی عدالت عظمی نے حمایت کی مہر ثبت کر دی۔ خدا اور قدیم مردان حق بولے اور ان کی بے پایاں دانش اور رحم دلی قانون اکبر بن گئی۔

ہمیں تو اس بات کا اتنا یقین تھا کہ عدالتی فیصلہ تو ملک کی عمومی جنگی ذہنیت کی عکاسی کرے گا اور نچلی عدالتوں کے فیصلوں کو حق بجانب قرار دے گا اور یہ بات ہم نے دو ہفتے قبل بلیٹن میں دوستوں کو الوداع کہتے ہوئے لکھی تھی۔

"خوش رہیئے، ہمارے اچھے دوستو اور کامریڈو۔ ہم تو مزے میں جیل جانے والے ہیں۔ ہمارے لئے تو یہ باعث اطمینان بات ہے کہ ہم سلاخوں کے پیچھے ہوں گے بہ نسبت چھینا کا چڑھی آزادی میں سانس لینے کے اس سے ہماری ہمت شکنی نہ ہو گی۔ اور نہ ہی ہمارا عزم چکنا چور ہو گا۔ ہم اپنے کام کاج پر وقت پر لوٹ آئیں گے۔"

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یہ تمہارے لئے ہماری الوداع ہے۔ آج کل آزدی کی شمع ٹمٹمارہی ہے مگر مایوس نہ ہو دوستو۔ شعلے کو بجھنے نہ دو۔ رات ہمیشہ نہ رہے گی۔ جلد ہی اس تاریکی میں ایک دراڑ پڑے گی اور ملک میں ایک نئے دن کی پو پھٹے گی۔ ہم سب یہ محسوس کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ہم نے اپنے چھدام سے نئی بیداری کے لئے ہاتھ بٹایا تھا۔

ایما گولڈ مان

الیگزینڈر برکمین

شکاگو کے بعد ڈیٹرایٹ جہاں میری چار تقاریر کی کامیابی میرے دوستوں جیکب فشر مَین اور اس کی حسین اور لائق بیوی مَنی کی مرہون منت تھی۔ لوگ جوق در جوق آتے، ان کے دلوں میں نوزائیدہ امید پیدا ہوئی جس کا نام تھا روس اور یہ امریکہ کے اجرتی غلاموں کے سینوں میں بیدار ہوئی۔ میرا سیاسی اسیروں کے متعلق یہ اعلان اور ایمنسٹی لیگ جسے جیفرسن کے تعمیر کردہ جیل میں جانے سے پہلے میں نیویارک میں منظم کرنے کا منصوبہ بنا رہی تھی۔ اس خیال کا مجمع نے نہایت اضطرابی انداز سے خیر مقدم کیا۔ اور اس رقم میں ایک بڑی رقم کا اضافہ ہوا جو شکاگو میں جمع ہوئی تھی۔

آن آربر میں ایگنس انگلس جو پرانا دوست اور عمدہ کارکن تھا اس نے میرے دو لیکچروں کے انتظامات کئے۔ مگر امریکی انقلاب کی نیک پروینوں نے کچھ اور سوچ رکھا تھا۔ ان میں سے چند ایک پرانے خیال کی خواتین نے میئر سے احتجاج کیا اور وہ جو اتفاق سے جرمن والدین کی اولاد تھا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا کہ امریکی آزادی کی حقیقی روح پر عمل کرے؟ اور میری تقاریر منسوخ کر دی گئیں۔

جنوری کے اختتام نے میرے دوستوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا جن کی وہ سادہ لوحی سے پرورش کر رہے تھے۔ سپریم کورٹ نے از سرِ نو سماعت کی اجازت دینے سے انکار کر دیا یا قانونی نظام کی راہ میں کسی تاخیر کی مزید اجازت نہ دی۔ فروری کی ۵ کو ہماری جیل میں واپسی کی تاریخ مقرر کر دی گئی۔ ہماری آزادی کے مزید سات دن باقی تھے، چاہنے والوں کی قربت کے، جاں نثار دوستوں کی رفاقت کے....... ہم نے تو ہر دقیقے کو نچوڑ ڈالا، نیویارک میں ہماری آخری شام عوام میں نمودار ہونے کے لئے وقف تھی اور سیاسی قیدیوں کے لئے امان لیگ منظم کرنے کے لئے بھی۔

روسی یونین کے کارکنان امریکہ کے ہر گوشے اور کینیڈا والے نیویارک میں ایک کانفرنس منعقد کر رہے تھے وہاں ساشا اور مجھے بطور اعزازی مہمان مدعو کیا گیا تھا۔ ہمارے نمودار ہونے پر لوگوں نے کھڑے ہو کر ہمارا خیر مقدم کیا۔ پورا مجمع کھڑے ہو کر استقبال کرنے لگا۔ ساشا پہلا مقرر تھا روسی انقلاب کے احترام میں اور کانفرنس کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے وہ چند کلمات روسی زبان میں ادا کرنا چاہتا تھا۔ بے شک اس نے اسی زبان میں شروع کیا لیکن وہ سوائے ان دو الفاظ ''دوروجی توارِستی'' (عزیز کامریڈ) کے علاوہ کچھ نہ کہہ سکا اور اس کے بعد انگریزی میں بولتے ہوئے کہا میں سمجھتا ہوں کہ میں انگریزی میں بہتر انداز سے اظہارِ خیال کر سکتا ہوں۔ ہم امریکی طرزِ حیات اور اندازِ گفتگو میں اس قدر گھل مل چکے تھے ہماری مادری زبان میں روانی جاتی رہی۔ اس کے باوجود ہم ہمیشہ روسی معاملات اور ادب سے مربوط رہے اور امریکہ میں روسی ریڈیکل عناصر سے تعاون کرتے رہے۔ ہم نے تاہم سامعین سے وعدہ کیا کہ آئندہ ہم ان سے ان کے وطن کی خوبصورت زبان میں خطاب کریں گے......... حالات اگر موافق ہوئے تو آزادی کی دھرتی پر۔

پالا مارے ہوئے دن نے اسٹیلا کے گھریلو گیس کے ذخیرے کو ختم کر ڈالا لیکن موم بتیوں نے اس سے بڑھ کر سازش کی۔ ہم تو سیاسی اسیروں کی ایمنسٹی لیگ بنانے میں لگے تھے، لیونارڈ ی، ایبٹ ڈاکٹرسی اینڈ ریوز، پرنس ہاپکنز، للیان براؤن، لوسی اور بوب رابنس اور دیگر ہمکار اس نئی تنظیم کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔ پرنس ہاپکنز کو اس کا مستقل چیرمین مقرر کیا گیا، لیونارڈ خازن اور فٹزی سیکریٹری وہ رقم جو میں نے شکاگو اور ڈیٹرایٹ میں جمع کی تھی اسے اس ادارے کے لئے اساسی سرمائے کے طور پر منتقل کر دیا گیا۔ کافی دیر ہو چکی تھی بلکہ فروری کی لہر شروع ہو چکی تھی جب ہمارے دوستوں نے ہمیں رخصت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورالوداع کہنا شروع کردیا۔ میرے مضمون ''دی ٹرتھ اباوٹ دی بالشویک'' کے پروف کی خواندگی اور تصحیح باقی تھی۔ لیکن فٹزجی نے بڑی خوش اسلوبی سے یہ ذمے داری قبول کرلی کہ وہ پمفلٹ کو چھپوادے گی۔

چند گھنٹوں کے بعد ہم فیڈرل بلڈنگ کی طرف خودکو سپرد کرنے کے لئے رواں دواں تھے۔ میں نے یہ پیش کش کی کی جیل تک جانے کا کرایہ میں خودادا کروں گی لیکن میری تجویز کو سرکاری اہلکاروں نے بے اعتماد مسکراہٹ سے سنا۔ ڈپٹی مارشل اوراس کی بیوی دوسری مرتبہ میرے ڈبے میں شریک سفر بنے جب ہم جیفرسن سٹی کی اصلاحی جیل کو روانہ ہوئے۔

30/445 میرے بچھڑے ہوئے قیدیوں نے میرااس طرح استقبال کیا جیسے میں عرصہ دراز سے گمشدہ بہن تھی۔ انہیں اس کا بہت افسوس تھا کہ سپریم کورٹ نے میرے خلاف فیصلہ دیا۔ لیکن چونکہ مجھے اپنی سزا کاٹنی ہے اس لئے انہیں امید تھی کہ میں جیفر سن سٹی ضرور لوٹوں گی۔ ممکن ہے میری وجہ سے کچھ بہتری بھی پیدا ہوجائے، یہ ان کا خیال تھا۔ اگر میں وارڈن مسٹر پینٹر پر کچھ زور ڈال سکوں۔ وہ ایک ''اچھا آدمی'' سمجھا جاتا تھا لیکن وہ لوگ اسے شاذ ونادر ملتے اور انہیں اس کا بھی یقین تھا کہ اسے یہ نہیں معلوم کہ زنانہ حصے میں کیا گڑبڑ ہورہی تھی۔

یہ امر پہلے ہی میرے علم میں دو ہفتے کے قیام میں آچکا تھا کہ مسوری اصلاحی جیل میں بلیک ویل جزیرے کے قید خانے کی طرح تمام اسیر سماج کے سب سے نچلے طبقے کے لوگ تھے۔ اس میں میری پڑوسن ایک استثنیٰ تھی۔ جو ایک اوسط درجے سے اوپر کی عورت تھی۔ باقی نوے سے اوپر وہ بدنصیب تھیں جو غربت اور بے کیف دنیا کی عورتیں تھیں۔ چاہے رنگ دار ہوں یا سفید فام ان میں سے زیادہ تر اس لئے جرم کرنے پر مجبور ہوئیں تھیں کیونکہ اپنی پیدائش سے وہ غربت کے آغوش میں پروان چڑھی تھیں۔ میرے ابتدائی خیالات کو اکیس ماہ میں قیدیوں سے روزانہ کے میل جول سے یہ استحکام ملا کہ جرائم کے ماہرین نفسیات کے دعوؤں کے باوجود میں نے ان میں کسی کو بھی مجرم نہ پایا، وہ صرف بدنصیب تھیں خستہ حال، بے چارے اور بے یارومددگار انسان۔

جیفرسن سٹی جیل کئی معنوں میں ایک مثالی قید خانہ تھا۔ کوٹھریاں ۱۸۹۳ء کے زمانے کے مقابلے میں دوگنی کشادہ تھیں اگرچہ ان میں کافی روشنی نہ تھی۔ اتوار کے ایام کو چھوڑ کر ہاں اگر کوئی خوش قسمت ہوتی تو اسے ایسی کوٹھری مل جاتی جس میں کوئی کھڑکی ہوتی اور سورج کی طرف کھلتی۔ ان میں سے زیادہ تر میں ہوا اور نہ ہی روشنی کا گزر تھا۔ غالباً جنوب کے لوگ تازہ ہوا کو زیادہ اہمیت نہ دیتے اور یہ قیمتی عنصر لازماً میری کوٹھری سے ملی کوٹھری والی کے لئے ممنوع تھا۔ صرف سخت گرمی کے دنوں میں راہداری کی جانب کھلنے والی کھڑکیاں کھولی جاتیں۔ ان معنوں میں ہماری زندگی بہت جمہوری تھی کہ ہم سب سے یکساں سلوک روا رکھا جاتا۔ ہم اس پر مجبور تھیں کہ اسی کثیف ہوا میں سانس لیں اور ایک ہی حوض میں نہائیں۔ لیکن سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ کوئی بھی اس بات پر مجبور نہ تھی کہ کسی اور کی کوٹھری میں حصہ دار بنے۔ اس راحت کو صرف وہی لوگ سراہ سکتے ہیں جو کسی دوسرے شخص کی دائمی قربت کے عذاب سے گزر چکے ہوں۔

محنت کا ٹھیکیداری کا نظام تو اصلاحی جیلوں میں منسوخ کیا جاچکا تھا، یہ مجھے بتایا گیا۔ اب ریاست آجر تھی لیکن لازمی کام جو نیا آجر تھوپ دیتا وہ کسی صورت میں اس مشقت سے کم نہ ہوتا جو کسی زمانے میں نجی ٹھیکیدار عائد کرتا تھا۔ کوئی ہنر سیکھنے کے لئے دو مہینے دیئے جاتے جن میں کوٹ کی سلائی، اوورکوٹ، آٹو کوٹ اور ٹانگنے والی پٹیوں کی سلائی شامل تھی۔ کام میں کمی بیشی ہوتی جن میں پینتالیس سے سو اور اکیس کوٹ یومیہ کی سلائی ہوتی یا نو سے اٹھارہ درجن ٹانگنے والی پٹیاں ہوتیں۔ جب کہ اصل کام جو مشینوں پر کئے جاتے وہ یکساں ہوتے اور ان میں سے چند ایک میں جسمانی مشقت دگنی ہوتی۔ کام کی پوری تعداد کا تقاضہ کیا جاتا اور اس میں عمر اور جسمانی حالت کو کوئی اہمیت نہ دی جاتی۔ یہاں تک کہ بیماری کو بھی جب تک اس کی نوعیت سنجیدہ نہ ہوتی اسے معقول وجہ نہ سمجھا جاتا کہ کارکن کو کام سے سبکدوش کردیا جائے۔ اگر کسی کو سینے پرونے کا پہلے سے تجربہ نہ ہوتا یا اس کا خصوصی رجحان نہ ہوتا تو کام کی تکمیل ایک مستقل تکلیف اور پریشانی کی وجہ بنی رہتی۔ انسانی میلانات کو کوئی اہمیت نہ دی جاتی اور جسمانی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مجبوریوں کے سبب بھی کوئی رعایت نہ ملتی سوائے ان عورتوں کے جو اہلکاروں کی منظورِ نظر ہوں اور یہ وہ تھیں جو عموماً سب سے زیادہ نکمی تھیں۔

تمام ساکنان کارگاہ سے بہت ڈرتے تھے خاص طو پر اس کے فورمین سے وہ ایک اکیس سالہ جوان تھا جو سولہ برس کی عمر سے پاچکّی کا انچارج چلا آ رہا تھا۔ وہ نہایت بامراد نوجوان تھا۔ وہ عورتوں سے کام لینے میں بہت ہوشیار تھا۔ اگر توہین کرنے سے کام نہ نکلتا، سزا کا خوف نتائج دیتا۔ عورتیں اس سے اتنی دہشت زدہ تھیں کہ وہ کبھی کبھار اس کے خلاف احتجاج کرنے کی جرأت کرتیں۔ اگر کوئی ایسا کرتی تو وہ فوراً اس کے مشقِ ستم کا نشانہ بن جاتی وہ نہ صرف انہیں ان کے تیار شدہ کام سے محروم کر دیتا بلکہ ان پر لاپرواہی کے الزامات بھی لگا دیتا۔ یوں نامکمل کام کرنے پر ان کی سزا میں اضافہ کر دیا جاتا۔ ایک مہینے میں چار ایسے واقعات سے قیدی کا درجہ گھٹا دیا جاتا جس کے نتیجے میں ''اچھا وقت'' بسر کرنے کی سہولت واپس لے لی جاتی۔

مسوری اصلاحی جیل کا کاروبار صلاحیت پر چلایا جا رہا تھا۔ جس میں درجہ اول ارفع تھا۔ اس منزل پر پہنچنے کا مقصد تھا کہ اسیر کی سزا آدھی ہو گئی۔ کم از کم یہ اصول ریاستوں کے قیدیوں پر لاگو کیا جاتا۔ ہم وفاق والے چاہے کام کرتے کرتے جان دے دیں مگر کوئی رعایت نہ ملتی۔ ہماری سزا میں محض یہ تخفیف ہوتی کہ ہر سال دو مہینے کم کر دیئے جاتے۔ یہ ڈر کہ کہیں درجہ اول نہ پاسکیں۔ غیر وفاقی قیدیوں کو اپنی سکت سے زیادہ کام مکمل کرنے کے لئے تازیانے کا کام کرتا۔

فورمین تو قید خانے کی کل کا ایک پرزہ تھا اور جس کی قوت محرکہ مسوری کی ریاست تھی جو نجی اداروں سے کاروبار کر رہی تھی اور اس کے لئے امریکہ کے ہر خطے سے گاہک تلاش کر کے لائے جاتے۔ یہ مجھے بہت جلد ہی پتہ چل گیا۔ جب ہمیں مصنوعات پر لیبل سینے پڑے۔ یہاں تک کہ غریب ضعیفہ ایسے کو بھی مشقتی قیدی کی طرح خون پسینہ ایک کرنا پڑتا۔ 'دی لنکن جابنگ ہاؤس' جو ملوا کی میں تھا اس کے لیبل پر اس آزادی دلانے والے کی تصویر موجود تھی جو اس داستانی شخصیت کی تھی۔ ''اپنے ملک سے مخلص رہو اور ہمارے کاروبار سے مخلص رہو۔'' ان فرموں نے اسیر محنت کشوں کو ایک نعرے کے ذریعے خرید لیا اور اس طرح انہیں یہ بالا دستی مل گئی کہ وہ تجارتی انجمنوں کے محنت کشوں کو کم اجرتوں پر رکھ سکیں۔ دوسرے لفظوں میں مسوری کی ریاست غلاموں کی تجارت کر رہی تھی اور ہمیں برباد کر رہی تھی اور اس کے علاوہ اس کا کام محنت کشوں کی تنظیموں میں سیندھ لگانا تھا۔ اس قابل نفرین کاروبار میں یہ دھونس جمانے والا نوجوان ہماری کارگاہ میں نہایت مفید ثابت ہو رہا تھا۔ کیپٹن گلوان، قائم مقام وارڈن لیلہ اسمتھ، بڑی میٹرن ایک تگڈم تھا جس کی قید خانے پر عملداری تھی۔

جن دنوں مسوری میں اس کی اجازت تھی گلوان وہ اصلاح کرنے کی غرض سے قیدیوں پر کوڑے برسانے کے فرائض انجام دیتا تھا۔ چونکہ آج کل دیگر اقسام کی سزاؤں نے اس کی جگہ لے لی تھی، تفریح سے محرومی، اڑتالیس گھنٹوں کے لئے تنگ کوٹھری کی قید جو عموماً سنیچر سے اتوار تک چلتی، ایسی خوراک پر رکھنا جو صرف روٹی پانی پر ہو اور اندھے کنویں والی کوٹھری کی سیر۔ آخر الذکر پیائش میں چار ضرب آٹھ فٹ کی تھی اور گہری تاریک۔ صرف ایک کمبل دیا جاتا اور کھانے میں روٹی کے دو ٹکڑے اور دو پیالے پانی۔ اس کوٹھری میں قیدیوں کو تین سے لے کر بائیس دنوں تک رکھا جاتا تھا۔ وہاں چمڑے کے طوق بھی موجود تھے لیکن جنہیں میری موجودگی میں سفید فام عورتوں پر استعمال نہیں کیا گیا۔

کیپٹن گلوان کا یہ پسندیدہ مشغلہ تھا کہ وہ باسیوں کو تاریک کوٹھری میں سزا دیتا اور انہیں کلائیوں سے باندھ کر لٹکا دیتا۔ ''تمہیں کام مکمل کرنا ہوگا'' وہ ڈکراتا ''یہاں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو نہ ہو سکے، میں خوشی خوشی سزا دیتا ہوں تم لوگ اسے محسوس بھی کرتی ہوگی۔'' اس نے ہمیں منع کر دیا تھا کہ کوئی کام پر سے بغیر اجازت کے نہ اٹھے یہاں تک کہ پاخانے بھی نہ جائے۔ ایک مرتبہ کارخانے میں اس کے خلاف معمول تشدد پر اتر آنے پر میں اس سے ملی ''مجھ پر لازم ہے کہ میں تمہیں بتا دوں کہ یہ کام نہیں محض تشدد ہے خصوصاً عمر رسیدہ عورتوں کے لئے'' میں نے یہ بھی کہا کہ ناکافی خوراک اور مستقل سزائیں معاملات کو مزید بگاڑ رہی ہیں۔'' کیپٹن غصے میں نیلا پڑ گیا۔ ''گولڈمان غور سے سمجھو'' وہ غرایا تم شرارت پر مائل ہو، اور یہ بات میں نے تمہاری آمد کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دن ہی سے محسوس کی ہے" سزایافتگان نے کبھی ایسی شکایت نہیں کی اورانہوں نے ہمیشہ کام پورا کیا ہے۔ یہ تم ہوجوان کے ذہنوں میں ایسے خیالات ڈال رہی ہو۔ تمہارے لئے مناسب ہے کہ اپنی توجہ کسی اورطرف لگالو۔ ہم تم سے اچھا سلوک کرتے ہیں اوراگر تم اپنا ہنگامہ نہیں ترک کرتیں تو ہم دوسروں کی طرح تمہیں بھی سزادیں گے، کیا تمہیں بات سمجھ میں آئی ؟"

"بہت خوب کیپٹن" میں نے جواب دیا "مگر میں تکرار کررہی ہوں کہ کام بربریت والا ہےاورکوئی بھی بغیر بیمار پڑے اسے تسلسل سے نہیں انجام دے سکتا۔" وہ وہاں سے چل دیا اس کے پیچھے پیچھے مس اسمتھ تھی اور میں اپنی مشین پر لوٹ آئی۔

کارخانے کی میٹرن مس انا گنتھر ایک شستہ خاتون تھی۔ وہ بڑے سکون سے عورتوں کی شکایتیں سنتی اوراکثر انہی کام سے معافی دے دیتی اگروہ بیمار ہوتیں اورکام میں کمی بیشی پرچشم پوشی کرتی۔ وہ مجھ پرتو بہت ہی مہربان تھی اور میں خودکومجرم سمجھ رہی تھی کہ میں نے کام کی جگہ اجازت کے بغیر چھوڑ دی تھی۔ اس نے کوئی ملامت نہ کی بلکہ کہنے لگی کہ مجھے کیپٹن سے بات کرنے کے لئے جھپٹ کر جانا پڑا۔ مس آنا نہایت شفیق مزاج والی تھی اور وہاں کے باسیوں کے لئے واحد سہارا۔ ہائے افسوس مگر وہ صرف ایک ماتحت تھی۔

فرمانروائی تو ملکہ لیلہ اسمتھ کے ہاتھ میں تھی جو چالیس کے پیٹے کی عورت تھی۔ وہ تعزیرات کے محکمے میں اس وقت سے ملازم تھی جب اس کی عمر بلوغت کے ابتدائی برسوں کو پہنچی تھی۔ قد چھوٹا، گٹھیلا جسم دیکھنے میں کرختگی اور سرد مہری جھلکتی۔ اس کے اطوار دل میں گھر کر لینے والے تھے لیکن اس ظاہر داری کے پردے کے پیچھے سختی اور پارساؤں والی سخت گیری تھی۔ وہ سنگ دلی کی حد تک ہر اس جبے سے متنفر تھی جن کے سوتے اس کے اندر کب کے خشک ہو چکے تھے۔ لیلہ کے سینے میں ترس اور ہمدردی ناپید تھی اوروہ اس وقت سفاک بن جاتی جب وہ کسی اور میں ان صفات کو محسوس کر لیتی۔ اس حقیقت سے کہ میری اسیر ساتھی مجھ پر اعتبار کرتی اور پسند کرتی ہیں اس کی نگاہوں میں مجھے مردود بنانے کے لئے کافی تھا۔ وہ اس امر سے آگاہ تھی کہ وارڈن مجھے اچھی نظروں سے دیکھتی ہے۔ اس نے اپنی دشمنی تو کبھی نہ ظاہر کی۔ اس کا طریقہ واردات مخفی تھا۔

کارخانے کے اعصاب شکن شوراورکام کے مارامار نے مجھے تو پہلے مہینے ہی ادھ موا کردیا۔ میری پیٹ کی دیرینہ تکلیف پھر سے بگڑ گئی اور میری گردن اور ریڑھ کی ہڈی میں شدید درد رہنے لگا۔ جیل کا ڈاکٹر تمام خوبیوں کے باوجود باسیوں میں اچھی شہرت نہ رکھتا تھا۔ اسے کچھ آتا بھی نہ تھا۔ ان کے بقول وہ مس اسمتھ سے اتنا خوفزدہ تھا کہ وہ کسی قیدی کو کارخانے سے چھٹی نہ دیتا چاہے وہ کتنی ہی بیمار کیوں نہ ہو۔ میں نے باسیوں میں یہ پایا کہ وہ بہ مشکل اپنے قدموں پر چل پاتیں۔ مگر ڈاکٹر انہیں کام پر دوبارہ بھیج دیتا۔ زنانہ حصے میں کوئی ڈسپنسری نہ تھی جہاں مریضوں کا معائنہ کیا جاسکتا، یہاں تک کہ سخت بیماروں کو بھی اپنی کوٹھریوں میں رہنا پڑتا، مجھے ڈاکٹر کے پاس جانے سے نفرت تھی لیکن میری تکلیف اتنی ناقابل برداشت ہوگئی کہ مجھے اس سے ملنے جانا پڑا۔ اس کے مہذب اطوار نے مجھے تو حیران کردیا۔ اسے بتایا جاچکا تھا کہ میری حالت خراب تھی، اس نے بتایا میں پہلے کیوں نہ آئی ؟ مجھے آرام کرنا چاہئے اوراس وقت تک کام پر جانے کی اجازت نہ ملے گی جب تک وہ اجازت نہ دے۔ اس نے حکم جاری کردیا۔ اس کا خلاف توقع رویہ یقیناً اس مبینہ سلوک کے بالکل برعکس تھا جو دوسرے اسیروں سے روا رکھا جاتا تھا۔ میں سوچنے لگی کہ میرے لئے یہ رعایت کہیں وارڈن پینٹر کی سفارش پر تو نہیں۔

ڈاکٹر روزانہ میری کوٹھری میں آتا، میری گردن پر مالش کرتا مزے مزے کے قصے سنا کر دل بہلاتا اورمیرے لئے خاص طور پر یخنی بندھوادی۔ میری صحت یابی بہت سست تھی خاص طور سے میری کوٹھری کی بددل کرنے والی فضا کی وجہ سے اس کی غلیظ ملگجی دیواریں، ہوا اور روشنی کی نایابی اوروقت گزاری کے لئے میرا مطالعہ نہ کرپانا، یہ سب مل کردن کو بیزار کن حد تک طولانی بنادیتے۔ اس کوٹھری کی سابق ساکنہ نے قید خانے میں خاندانی تصویروں اورسینما کے اداکاروں کی اخباری تصاویر چسپاں کرکے اسے خوبصورت بنانے کی ناکام کوششیں کی تھیں۔ سیاہی اور زردی کے متعدد چھینٹے دیوار پر نظر آتے تھے اوران کے خیال انگیز خطوط میری اعصابی بے چینی میں اضافہ کرتے۔ میری بے کسی میں اضافے کا سبب میری ڈاک کی یکلخت بندش تھی۔ دس دن تک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کسی طرف سے ایک لفظ نہ سنائی دیا۔

کوٹھری میں دو ہفتے کے قیام سے یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ قیدی کیوں کام کے عذاب کو ترجیح دیتے ہیں۔ کوئی بھی باسی فارغ رہنا نہیں پسند کرتا۔ کارخانہ حالانکہ نہایت تکلیف دہ تھا لیکن کوٹھری میں مقفل رہنے سے بہتر تھا اور میں کام پر لوٹ آئی۔ یہ جسمانی درد جس نے مجھے صاحب فراش کر دیا تھا اور ذہنی اذیت کے مابین ایک کشاکش تھی جس نے مجھے کارگاہ واپس آنے پر مجبور کر دیا۔

بالآخر مجھے میری ڈاک کا ایک بڑا تھیلا حوالے کیا گیا جس کے ساتھ مسٹر پینٹر کا ایک رقعہ بھی ملا جس کے مطابق اسے میری آنے اور جانے والی خط و کتابت کو کنساس سٹی میں ایک وفاقی انسپکٹر کو بھیجنا پڑا۔ جس کے احکام واشنگٹن سے آئے تھے۔ یہ محسوس کر کے کہ میں اتنی اہم ہوں جسے اس وقت بھی خطرناک سمجھا جاتا ہے جب کہ میں جیل میں ہوں۔ اسی طرح میری خواہش تھی کہ واشنگٹن مجھ پر کم توجہ دیتا جب کہ ہر سطر جو میں بھیجتی یا وصول کرتی اسے بڑی میٹرن یا وارڈن پڑھتا۔

یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وفاقی ارباب اختیار میرے خیالات اور اظہار خیال پر از سر نو کیوں فکرمند ہیں۔ مسٹر پینٹر نے مجھے اجازت دی تھی کہ میں ہفتے میں ایک مرتبہ اپنے وکیل ہیری وین برگر کو خط لکھ سکتی ہوں میں نے آخرالذکر کو اپنے خط میں سینیٹر فیلن کی اس تقریر پر تبصرہ کیا تھا جو اس نے ٹام مونی کے متعلق کانگریس میں کی تھی۔ کیلی فورنیا کے گورنر کے نام ہزاروں درخواستیں چلی آ رہی تھیں کہ مونی کی زندگی بچائی جائے۔ ایک امریکی سینیٹر کے لئے اس وقت ایسا انتقامی حملہ کرنا سنگ دلی اور شرمناک تھا۔ فطرتاً میرا تبصرہ مسٹر فیلن کی تعریف و توصیف میں نہ آتا تھا۔ میں فراموش کر بیٹھی تھی کہ جب سے امریکہ جنگ میں کودا تھا اس کا ہر اہلکار (جرمنوں کی طرح تعمیر نو کا جنونی) بن چکا ہے اور اس کے ٹوپ کو سلامی دینا قومی فریضہ بن چکا ہے۔

میری ڈاک میں سخت رنجیدہ کرنے والی خبروں کے علاوہ دل لگی اور پر مسرت خبریں بھی تھیں۔ فٹزی کے اپارٹمنٹ پر پولیس نے چھاپہ مارا۔ وہ بھی رات میں جب وہ اور ہمارا نوجوان سیکریٹری محو خواب تھے وفاق کے گماشتے اور جاسوس گھر کا دروازہ توڑ کر گھس آئے اور اس تیزی سے کمرے میں داخل ہوئے کہ لڑکیوں کو پوری طرح کپڑے پہننے کا بھی موقع نہ ملا۔ افسران کو آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے ایک رنگروٹ کی تلاش تھی جو ان کے دعوے کے مطابق بھگوڑا تھا۔ فٹزی کو اس آدمی کے متعلق کچھ بھی نہیں معلوم تھا لیکن اس کے باوجود دھاوا بولنے والوں کو اس کی میز کی تلاشی لینے سے نہ روک سکی انہوں نے اس کے خطوط کا جائزہ لیا اور ہر چیز ضبط کر لی جن میں والٹیرا این۔ ڈی۔ کلیر کے سلیکٹڈ ورکس کی پلیٹیں بھی تھیں۔ جنہیں ہم نے اس کی موت کے بعد شائع کیا تھا۔

اسٹیلا کے خط سے مدرارتھ بک شاپ کے متعلق اس کی تشویش جھلکتی تھی۔ جسے اس نے اور ہمارے وفادار "سویڈ" نے مل کر گرین وچ گاؤں میں کھولا تھا۔ مشکوک شکل و صورت والے لوگ ان کا ہمیشہ تعاقب کرتے۔ اور صورتحال اتنی ڈراؤنی ہوتی جا رہی تھی کہ لوگوں کے لئے سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا۔ بلیٹن کا ماہ مارچ کا شمارہ جسے اسٹیلا نے بھیجا تھا وہ بہار کا منادی تھا۔ اس میں ہیری وین برگر کے اٹلانٹا کے دورے کی روداد چھپی تھی جس میں وہ ساشا اور دو اور لڑکوں سے ملا تھا۔ ساشا نے اس پر یہ زور دیا تھا کہ ٹام مونی کی زندگی کی جنگ جاری رکھنا فوری معاملہ تھا۔ ہماری مساعی میں کسی نوعیت کا توقف تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے۔ اس نے ہیری کو تنبیہہ کی تھی میرا سرفروش یار! اسے سان فرانسسکو کے مظلوموں کی کتنی فکر تھی اور اس نے کس جانفشانی سے ان کے لئے کام کیا تھا! اب بھی وہ مونی کے لئے اپنے انجام سے بڑھ کر فکرمند تھا۔ بلیٹن میں اس کا جذبہ کس قدر فرحت بخش تھا اور دوسرے احباب کا جنہوں نے اس شمارے میں اعانت کی تھی۔ یہ بڑی بدنصیبی ہوتی کہ وہ اس اخبار کو موت کے گھاٹ اتر جانے دیتے لیکن یہ جان کر کہ اسٹیلا خطرے میں ہے میں نے اسے لکھا کہ وہ اس کی اشاعت موقوف کر دے اور کتابوں کی دکان بند کر دے۔

ہمیں نیویارک سے اتنی دور پھینک کر واشنگٹن نے ہمارے معاملات کو مزید دشوار بنا دیا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہ تھی کہ ساشا کو اٹلانٹا میں دھانسا گیا حالانکہ اسے لیون ورتھ بھی بھیجا جا سکتا تھا۔ جس تک ریاست جیورجیا کے مقابلے میں رسائی آسان ہوتی۔ جیفرسن سٹی سینٹ لوئیس سے صرف تین گھنٹے کے فاصلے پر ہے اور ریلوے کا ایک اہم مرکز ہے۔ میرے پاس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ملاقاتیوں کی اتنی درخواستیں جمع ہیں جن میں خانہ پری بھی نہیں کر سکتی۔ میں چچا سام کی مایوسی پر صرف ہنس ہی سکتی ہوں اگر وہ ساشا کو اذیت پہنچانے میں کامیاب نہ ہوا ہوتا۔ اٹلانٹا میں حالات جیسا کہ مجھے بتایا گیا کسی بھی صورت میں بدتری میں جاگیردارآنہ طرز کے تھے۔ پنسلوانیا کی برزخ میں چودہ برس گزارنے کے بعد ساشا پھر سے میرے مقابلے میں زیادہ مصائب اٹھانے پر مجبور تھا۔

میرا پہلا ملاقاتی پرنس ہاپکنس، سیاسی قیدیوں کی ایمنسٹی لیگ کا چیئر مین تھا۔ وہ اس ادارے کی طرف سے دورے پر تھا، شاخیں منظم کر رہا تھا۔ جیل میں پھنسے ہوئے لوگوں کی تعداد کے متعلق اعداد و شمار جمع کر رہا تھا اور چندہ جمع کر رہا تھا۔ ہاپکنس نے پوچھا کہ جیل میں کوئی ایسا اور کام ہے جس کے کرنے سے میری صحت بحال ہو سکے اور اس نے وارڈن سے اس سلسلے میں ملنے کو کہا۔ میں نے اسے بتایا کہ ایک عورت چادریں مرمت کرنے کے کمرے سے جلد ہی رہا ہونے والی ہے اور یہ بھی کہ وہاں ایک اسامی پیدا ہو جائے گی۔ میرے ملاقاتی کی روانگی کے فوراً بعد مجھے اس کا ایک خط ملا جس میں اس نے بتایا کہ مسٹر پینٹر نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مس اسمتھ سے میری ملازمت بدلنے کے لئے بات کریں گے لیکن بعد میں وارڈن نے مجھے ایک رقعے کے ذریعے اس سلسلے میں اطلاع دی کہ بڑی میٹرن پہلے ہی کسی اور کو اس آسامی کے لئے منتخب کر چکی ہے۔

بن کیپس مجھ سے ملنے آیا یقیناً وہ سورج کی شعاع کی طرح دمک رہا تھا اور اس کی باغ و بہار شخصیت مہک رہی تھی۔ میری جیل سے باہر کی سرگرمیاں مجھے اتنا منہمک رکھتیں کہ میں اس نوجوان سے پوری طرح محظوظ نہ ہو سکی یا پھر جب آپ جیل میں ہوں تو اپنے عزیز کا ملنا اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں والی مثل ہو جاتی ہے۔ بن کا یارانہ کبھی بھی اتنا انمول نہ لگا جتنا کہ آج کے پھیرے میں اس نے جیفرسن سٹی کی اشیائے خوردونوش کی دکان سے مٹھائیوں کا ایک بہت بڑا سا بکس بھیجا جس سے میری اسیر ساتھیوں کو یہ امید بندھی کہ میرے تمام ملاقاتی اتنے ہی شاہ خرچ ثابت ہوں گے۔ ہمارے منگل اور جمعہ والے دن بڑے پھیکے ہوتے ان ایام میں کھانے میں مچھلی ملتی جو نہ تازہ ہوتی اور نہ ہی کافی اب بھوکوں مرنے والے دن نہ رہے۔ یہاں ملنے والی خوراک سخت محنت کرنے والوں کے لئے نہ کبھی خوش ذائقہ ہوتی اور نہ ہی کافی مقدار میں۔ لیکن منگل اور جمعہ والے ایام تو فاقہ کشی کے دن ہوتے۔

جیل کی زندگی میں یہ صفت ہے کہ وہ آدمی کو حیران کن حد تک با تدبیر بنا دیتی ہے۔ چند عورتوں نے یہ طریقہ نکالا اور ایک جدید ناشتے دان ایجاد کیا جو ایک تھیلے پر مشتمل تھا اور اسے باریک فیتے سے ایک جھاڑو میں باندھ دیا۔ اس انوکھی کل کو اوپر والی کوٹھری کی کھڑکی کی سلاخوں میں سے گزارا جاتا۔ اور میں جو نیچے ہوتی کھینچ کر تھیلے کو اندر کر لیتی اسے سینڈوچ اور مٹھائیوں سے بھر دیتی اور اسے کسی طرح باہر دھکیل دیتی تا کہ بالائی منزل کی ہمسائیاں اسے دوبارہ اوپر کھینچ لیں اور یہی طریقہ کار مجھ سے نچلی منزل والیاں اختیار کرتیں اور اس کے بعد اسی منزل پر ایک کوٹھری سے دوسری کوٹھری تک اشیاء پہنچائی جاتیں۔ وہاں کے کارکنوں کو مال غنیمت میں سے حصہ ملتا۔ اور ان کی مدد سے میں اس قابل ہو جاتی کہ نچلی منزل کے باسیوں کی بھی شکم پری کر دیتی۔

میرے کئی دوست مجھے اشیائے خوردونوش بھیجا کرتے سینٹ لوئیس کے کامریڈ بالخصوص۔ انہوں نے میری پلنگ کے لئے ایک سپرنگ والی توشک کا بھی انتظام کیا اور جیفرسن سٹی کے ایک کریانہ فروش سے کہہ دیا کہ وہ مجھے ایسی تمام اشیاء پہنچا دیا کرے جس کے لئے میں کہوں یہی ہاتھ بٹانے والی یکجہتی تھی جس نے یہ ممکن بنایا کہ میں اپنی قیدی ساتھیوں شریک کر لیتی۔

بن کیپس کے دورے نے ''بگ بین'' سے میری مایوسی میں اضافہ کر دیا۔ اس نے میرے رنج و اندوہ میں جو اضافہ کیا تھا خصوصاً گزشتہ دو سال میں گزرنے والی ہماری زندگی میں اس نے میرے اس اعتماد کو کھوکھلا کر دیا تھا جو مجھے اس کی ذات پر تھا اور میرے پیمانہ صبر کو تلخی سے لبریز کر دیا تھا۔ میں نے نیویارک سے اس کی آخری مرتبہ روانگی پر یہ ٹھان لیا تھا کہ میں اب اس پیمان کو توڑ ڈالوں گی جو ایک عرصے سے مجھے اس سے باندھے ہوئے ہے۔ مجھے امید تھی کہ دو برس کی اسیری سے مجھے مدد ملے گی۔ لیکن بن اس طرح مجھے خطوط لکھتا رہا جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ اس کے خطوط میں وہی والہانہ یقین دہانیاں ہوتیں لگتا جیسے دہکتے کوئلے ہوں۔ اب میں اس کا اعتبار نہیں کر سکتی تھی اس کے باوجود اس پر اعتبار کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی جیل میں آ کر ملنے کی ساری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

التجائیں مسترد کر دیں۔ میں تو یہ بھی چاہتی تھی کہ اس سے کہوں کہ وہ خط لکھنا بھی ترک کر دے لیکن ان دنوں وہ خود بھی جیل کی سزا سے دوچار تھا اور یہ اسے ان دنوں ہوئی تھی جب وہ ہمارا رفیق تھا اور یہی امر اسے اب بھی مجھ سے جوڑے تھا۔ اس کی پدریت کی منزل کی جانب بڑھتی ہوئی قربت نے میرے جذباتی الاؤ پر تیل کا کام کیا۔ اس کے اپنے ان جذبات کے تفصیلی بیان سے جو اس میں پروان چڑھ رہے تھے اور اس کا اُن ننھے منے کپڑوں کو دیکھ کر جھومنے لگنا جو متوقع بچے کے لئے تھے اس سے مجھے بَن کی ذات میں مخفی ایک خلاف توقع گوشے کو جاننے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ چاہے یہ میری ذات میں مادریت کی شکست ہو یا وہ میٹھا میٹھا درد ہو جو کسی اور نے بَن کو دیا اور میں نہ دے سکی۔ اس کی سرور بخش تحریروں نے مجھ میں اس کے خلاف برہمی میں اضافہ کیا اور ان سے بھی جو اس کے وابستگان تھے۔ اس کے بیٹے کی ولادت کے ساتھ یہ خبر بھی ملی کہ کلیولینڈ کی مرافعوں کی سماعت کرنے والی عدالت نے سابقہ فیصلہ برقرار رکھا۔ وہ اس شہر کے لئے روانہ ہو رہا تھا۔ بَن نے لکھا کہ وہاں کی کارگاہ میں چھ ماہ کی سزا بھگتنے جا رہا تھا۔ اسے وہاں سے نوچ کر جدا کیا جا رہا تھا۔ جس کے لئے وہ کس بے تابی سے آس لگائے بیٹھا تھا مگر اب اسے جیل جانا پڑ رہا تھا۔ ایک مرتبہ پھر میرے اندر ایک آواز نے صدا دی جو میرے دل کے کسی نہاں خانے سے آ رہی تھی۔

آخر کار مجھے ایک ایسی کوٹھری دے دی گئی جس کے سامنے ایک کھڑکی تھی جس سے سورج کی شعاعوں کو میرے حجرے میں کبھی کبھی جھانکنے کا موقع مل جاتا۔ وارڈن نے بھی بڑی میٹرن کو ہدایت دی تھی کہ مجھے ہفتے میں تین مرتبہ غسل کرنے کی اجازت دی جائے۔ ان سہولتوں نے میری حالت میں بہتری پیدا کرنا شروع کر دیا۔ اس نے اس کے علاوہ یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ میری کوٹھری میں سفیدی کرا دے گا لیکن وہ اپنا یہ وعدہ نہ پورا کر سکا۔ پورے جیل ہی کو سفیدی کے استر کی سخت ضرورت تھی۔ مگر مسٹر پیٹر کو اس کے لئے رقم نہ مل سکی۔ وہ مجھے خصوصی رعایت نہیں دے سکتا تھا اور میں اس سے متفق تھی۔ میں نے کوئی اور ترکیب نکالی جس سے دیوار کے ان گھناؤنے دھبوں کو چھپایا جا سکے..... میں نے ہلکے سبز رنگ کے کریپ کاغذ چسپاں کر دیے جو مجھے اسٹیلا نے بھیجے تھے۔ اور فوراً ہی ماحول قدرے دلکش لگنے لگا۔ اس کی حرارت میں خوبصورت جاپانی چھینٹوں سے اضافہ ہونے لگا جنہیں مجھے ٹیڈی نے بھیجا تھا۔ اس کے علاوہ ایک شیلف بھر کتابیں میرے پاس جمع ہو چکی تھیں۔

زنانے علاقے میں کوئی لائبریری نہ تھی اور نہ ہی ہمیں اس کی اجازت تھی کہ ہم مردانہ لائبریری سے کتابوں کا اجرا کرا سکیں۔ ایک مرتبہ میں نے مس اسمتھ سے پوچھا کہ ہم مطالعے کا سامان مردوں کے حصے سے کیوں جاری نہیں کرا سکتے۔'' کیونکہ میں لڑکیوں پر اعتبار نہیں کر سکتی کہ وہ وہاں تنہا جائیں'' اس نے جواب دیا'' اور میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں ان کے ساتھ جاؤں اور یہ طے ہے کہ وہ وہاں جائیں گی تو دل لگی کرنے لگیں گی''۔'' اس سے کون سا آسمان ٹوٹ پڑے گا؟'' میں نے بھولپن سے کہا، اور لیلہ چھوئی موئی ہو گئی۔

میں نے اسٹیلا سے کہا کہ وہ چند ناشرین سے ملے اور چند دوستوں کو اکسائے کہ وہ مجھے کتابیں اور رسالے بھیجا کریں۔ بہت جلد نیویارک کے چار ممتاز طباعتی اداروں نے مجھے کئی کتابیں بھیج دیں۔ ان میں سے زیادہ تر میری اسیر ساتھیوں کی فہم و فراست سے بالاتر تھیں لیکن انہوں نے جلد ہی اچھے ناول پڑھنا سیکھ لیا۔

مطالعے کا مفید نتیجہ ظاہر ہونے لگا جب ایک چینی لڑکی جو شوہر کے قتل کے الزام میں طویل میعاد کی سزا کاٹ رہی تھی۔ وہ تنہائی پسند مخلوق تھی ہمیشہ چپ چاپ بیٹھی رہتی اور دیگر اسیروں سے کبھی نہ مخاطب ہوتی۔ وہ صحن میں ٹہلتی رہتی اور بڑبڑاتی رہتی۔ اس میں دیوانہ پن کی پہلی علامات پیدا ہو چکی تھیں۔

ایک دن ایسا ہوا کہ میرے ایک کامریڈ نے مجھے ایک چینی رسالہ بیجنگ سے بھیجا جس کے سرورق پر میری تصویر تھی۔ میں تو اتنی چینی بھی نہ جانتی تھی جتنی وہ چینی لڑکی انگریزی' میں نے اسے وہ رسالہ دے دیا۔ مانوس رسم الخط کو دیکھ کر اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ اگلے دن اس نے اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں مجھے یہ بتانے کی کوشش کی کہ پڑھنے کے لئے کسی شے کا ملنا کتنا پُرلطف تھا اور یہ رسالہ کس قدر دلچسپ تھا۔'' تم تو کوئی عظیم عورت ہو'' وہ کہے جاتی '' یہ رسالہ تو یہی کہتا ہے'' اور رسالے کی طرف اشارہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کئے جاتی۔ ہم دوست بن گئے اور اس نے مجھے اعتماد میں لے کر یہ بتایا کہ اسے اس مرد کو کیوں قتل کرنا پڑا جس سے وہ محبت کرتی تھی۔ وہ پہلے تو عیسائی ہو گئے۔ جس پادری نے ہمیں شادی کے بندھن میں باندھا تھا اس نے کہا کہ مسیحی شادی خدا کا بندھن ہوتا ہے جو پوری زندگی کے لئے ہوتا ہے اور ایک مرد ایک عورت کے درمیان ہوتا ہے۔ تب اسے پتہ چلا کہ اس کا مرد دوسری عورتوں سے بھی آشنائی رکھتا ہے اور اس کے احتجاج پر وہ مجھے مارا کرتا۔ اس نے اس سے اکثر یہ کہا کہ وہ اس کے علاوہ اور عورتوں سے بھی مراسم رکھے گا اور اس نے اس لئے اسے قتل کر ڈالا۔ اس دن سے میں تمام ''مسیحوں'' کو فریبی سمجھتی ہوں اور وہ ان پر اب کبھی بھروسہ نہیں کر سکتی۔ وہ یہ سمجھتی رہی کہ میں بھی ایک ''مسیحی'' ہوں لیکن وہ رسالے میں پڑھ چکی تھی کہ میں تو دہریہ ہوں۔ وہ مجھ پر اعتماد کر سکتی ہے، اس نے کہا لیکن اس نے رنگ دار لوگوں سے میرے دوستانہ تعلقات پر اعتراض کیا۔ یہ لوگ گھٹیا اور بد دیانت ہوتے ہیں اور اسے اس کا یقین تھا۔ میں نے اس جانب اشارہ کیا کہ چند لوگوں کو تمہاری نسل کے متعلق بھی ایسے ہی اعتراضات ہیں اور یہ بھی ہوا کہ کیلیفورنیا میں چینیوں پر لوگوں نے حملے کئے ہیں۔ اسے یہ معلوم تھا لیکن اس نے شدت سے اصرار کیا کہ چینیوں سے ''نہ بو آتی ہے، نہ وہ جاہل ہیں اور نہ ہی جدّ الوگ ہیں۔''

چونکہ میں بے دین تھی اس لئے ہر اتوار کی سہ پہر میں تفریح کی سہولت سے محروم ہو گئی کیونکہ میں چھوٹے سے گرجے کی عبادت میں شریک نہ ہوتی۔ مجھے ان دنوں یہ بات بہت بری لگتی جب میں سیلی کوٹھری میں مقیم تھی لیکن اب یہ میرے لئے خوشگوار سا تھا۔ میں پوری عمارت میں خود کو یکہ و تنہا اور خاموش پاتی اس وقت تمام عورتیں صحن میں ہوتیں اور ان اوقات میں لکھنے پڑھنے میں منہمک رہتی۔ جو کتابیں مجھے بھیجی گئی تھیں ان میں سے ایک میری دوست ایلس اسٹون بلیکول کی ارسال کردہ تھی اس میں کیتھراین بریشکو وسکیا کے خطوط اور اس کی سوانح کے مختصر حالات تھے۔ یہ آزادی کے لئے ایک دائمی جدوجہد کی علامت تھی اور مجھے چاہئے کہ میں اپنی پیاری دادی کی جلاوطنی کی پوری روداد پڑھوں جو زار کے حکم سے ہوئی تھی جب کہ میں خود بھی ایک قیدی ہوں۔ اس کی دارو گیر کتنی عظیم تھی اگرچہ اس سے جبری مشقت نہ لی گئی اور نہ ہی کسی سیاسی عورت سے روس میں لی جاتی تھی۔ کیتھراین کتنی حیران ہوتی اگر میں اسے بتاتی کہ اس اسیری کے کارخانے میں کیا ہوتا ہے آیا یہ اتنا ہی برا کاترگا (جیل) ہے جتنا رامانوف کی مطلق العنانیت میں۔ اپنے کسی خط میں جو اس نے مس بلیک ول کو لکھا بڑی بی کہتی ہے ''اے جان من تم جو چاہو لکھ سکتی ہو اور تمہیں گرفتاری کا اسیری کا یا جلاوطنی کا کوئی خوف نہیں ہے'' کسی دوسرے میں اس نے دی نیو فریڈم کے متعلق بڑے جوش میں آ کر لکھا یہ پرنسٹن کا سابق پروفیسر جو آج امریکہ کا صدر ہے۔ میں تو سوچنے لگی کہ یہ عزیز عمر رسیدہ عورت آج کیا کہتی اگر اسے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھنے کو ملتا کہ اس کے منظور نظر نے وہائٹ ہاؤس میں فروکش ہونے کے بعد ملک کے ساتھ کیا کیا ہے...... تمام آزادیوں کی منسوخی، دھاوے، گرفتاریاں اور رجعت پسندانہ طیش جو اس کے جلو میں آیا تھا۔

بریشکو وسکیا کی امریکہ میں آمد کی خبر سننے سے مجھ میں امید کی لہر سی دوڑنے لگی کہ آخر کار سوویت روس کے متعلق کوئی مستند بات سننے کو ملے گی اور امریکی حالات پر ایک موثر احتجاجی آواز بھی بلند ہو گی۔ مجھے علم تھا کہ بڑی بی بھی بالشویکوں کے سوشلزم کی اتنی ہی مخالف ہیں جتنی کہ میں اور اسی لئے وہ ان لوگوں کی آمریت کی طرف سرکنے اور مرکزیت پسندی کی بھی اتنی ہی نقاد ہوں گی۔ لیکن وہ اکتوبر انقلاب کے لئے ان کی خدمات کو سراہ رہی ہوں گی اور وہ امریکی صحافت کی اتہام تراشی اور جھوٹ کے خلاف انکی مدافعت بھی کریں گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عظیم ضعیفہ وڈرو ولسن کا اس انقلاب کو تباہ کرنے کی سازش میں حصہ لینے کے لئے مواخذہ کرے گی۔ یہ سوچنے سے کہ وہ کیا کرنے والی ہے مجھے اس سے قدرے سکون مل رہا تھا کیونکہ جیل کی بے بسی سے میرے دل پر آرے چل رہے تھے۔

کارنیگی ہال میں اس کے آنے کی روداد جو کلیولینڈ ڈوج کے محترم بینر تلے اور دولت شاہی کو انتظامیہ کے تحت ہوئی تھی اور اس کی بالشویک پر تلخ ملامت میرے لئے ایک ڈراؤنا صدمہ تھا۔ کیتھراین بریشکو وسکیا ان لوگوں میں سے ایک تھی جن کے گذشتہ پچاس سال کے انقلاب آفریں کام نے اکتوبر کے ہلچل کی راہ ہموار کی تھی۔ وہی آج روس کے بدترین دشمنوں کے نرغے میں ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور ہاتھوں پر دستانے چڑھا کر' سفید جرنلوں' اور یہودیوں کا داروگیر کرنے والوں سے ملی ہوئی ہے اس کے علاوہ امریکہ کے رجعت پسند عناصر سے بھی اتحاد کئے ہوئے ہے۔ میں نے اسٹیلا کو درست اطلاعات کے لئے لکھا اور اس عرصے میں اس کے متعلق اپنے اس عقیدے سے چمٹی رہی جو میرے لئے عرصے سے ولولہ انگیز اور قطب ستارہ تھا۔ اس کی سادہ سی عظمت اور اس کی ذات کا حسن اور کشش جس سے ۱۹۰۵ء ۔ ۱۹۰۴ء میں اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کے بعد میں نے اس سے محبت کرنا سیکھا تھا اور اس نے مجھ پر اتنا گہرا اثر چھوڑا تھا کہ میں اتنی آسانی سے اس ضعیفہ سے کنارہ کشی اختیار نہیں کر سکتی تھی۔ میں اسے خط لکھوں گی۔ میں اسے سوویت روس کے متعلق اپنے موقف کو بتاؤں گی میں اسے یقین دلاؤں گی کہ میں اس کے تنقید کرنے کے حق کی حامی ہوں۔ لیکن میں اس سے اس کی بھی وکالت کروں گی کہ وہ خود کو ایسے لوگوں کے حوالے نہ کرے جو اس کی نادانستگی میں اسے ہتھیار کے طور پر استعمال کریں جو انقلاب کو کچلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسٹیلا مجھ سے ملنے آ رہی ہے میں اسے اپنا ایک خط چھپا کر دے دوں گی تا کہ وہ اسے بابشکہ (ضعیفہ) تک پہنچا دے اسے ٹائپ کرے اور خود اس کے ہاتھ میں دے۔

میں ان توقعات کی معراج پر پہنچ چکی تھی جس کے لئے جیل میں میری اسیر ساتھی خواب دیکھتی رہتی تھیں۔ مجھے ترقی دے کر درجہ اول میں پہنچا دیا گیا۔ اس میں محض میری مساعی کا ہاتھ نہ تھا کیونکہ میں اب بھی پورا کام کرنے سے قاصر تھی۔ میں اس کے لئے کارخانے میں کام کرنے والی چند رنگ دار لڑکیوں کی مہربانی کی ممنون تھی۔ اس کی وجہ یا تو ان کی زبردست جسمانی قوت تھی یا وہ یہ کام عرصہ دراز سے کر رہی تھیں زیادہ تر اسیر حبشیں سفید فام عورتوں کے مقابلے میں زیادہ کامیاب رہتیں۔ ان میں سے چند ایک نے تو اتنی مہارت حاصل کر لی تھی کہ اکثر وہ اپنا کام سہ پہر میں تین بجے ہی ختم کر لیتیں۔ یہ غریب، بے یار و مددگار اور حقیر سی رقم کی ضرورت مند ان کی مدد کر دیتیں جو پچھڑ جاتیں۔ وہ اس خدمت کے عوض فی کوٹ پانچ سینٹ کی حقدار ہوتیں۔ بدنصیبی دیکھیے کہ زیادہ تر سفید فام اتنی غریب تھیں کہ یہ بھی ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتیں۔ میں تو لکھ پتی سمجھی جاتی۔ میرے خزانے سے اکثر کہا جاتا کہ ''قرض'' جاری کیا جائے جس پر میں بخوشی صاد کر دیتی۔ لیکن وہ لڑکیاں جو میرا کام مکمل کرنے میں میری مدد کرتیں وہ مجھ سے کسی قسم کا محنتانہ نہ قبول کرتیں۔ یہاں تک کہ اس کے ذکر پر وہ برا مان جاتیں۔ میں انہیں اپنے کھانے اور کتابوں میں حصہ دار بنا لیتی۔ وہ مجھ سے رقم کیسے لیتیں؟ وہ میری ننھی سی اطالوی دوست جینی ڈی۔ لوسیا سے متفق تھیں جس نے خود کو میری خادمہ کے مرتبے پر فائز کر لیا تھا۔ ''تم سے کون پیسے لے'' اس نے اعلان کر دیا اور باقی ماندہ عورتوں نے اس کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ ان لوگوں کی رحم دل روحوں کے طفیل میں درجہ اول پر فائز کر دی گئی۔ جس کی وجہ سے مجھے ہفتے میں تین خط بھیجنے کی سہولت مل گئی..... یوں تو چار کیونکہ اس میں اگر اس خط کو شامل کر لیا جائے جو میں اپنے وکیل کو ہر ہفتے لکھا کرتی تھی۔

جون کی ۲۷ویں کو میری رنگ دار دوستوں نے مجھے ایک گانٹھ تیار کوٹوں کا دیا جو اگلے دن کی دیہاڑی کے مساوی تھا۔ انہیں میرا جنم دن یاد تھا۔ ''یہ کہیں بہتر ہو گا اگر مس ایما کل دن بھر کارخانے سے باہر رہیں۔'' انہوں نے کہا۔ اگلے روز میری میز خطوط، تاروں اور پھولوں سے اٹی ہوئی تھی جو میرے اعزا اور کامریڈوں نے بھیجے تھے اور اس میں ان لوگوں کے بھیجے ہوئے ڈبے بھی تھے جو ملک کے کونے کونے سے لوگوں نے بھیجے تھے۔ میں اتنی بہت سی توجہ اور محبت ملنے پر فخر کر رہی تھی لیکن مجھے کسی شے نے اتنا نہ متاثر کیا جتنا جیل کی ہمدرد اسیر ساتھیوں کے تحفے نے۔

جولائی کی چار آنے والی تھی اور عورتیں لہلوٹ ہوئی جا رہی تھیں۔ انہیں سینما دکھائے جانے کا وعدہ کیا گیا تھا اور دن میں دو مرتبہ تفریح کی نوید تھی اس کے علاوہ رقص کی اجازت ہو گی۔ مگر مرد ساتھیوں کے ساتھ نہیں..... خدائے بزرگ منع کرتا ہے!..... بلکہ آپس میں۔ وہ جنس کی دکان سے مشروبات خرید سکیں گی اور یہ ایک جشن کا دن ہو گا۔ ہائے افسوس سینما تو فضول نکلا اور تعطیل والا عشائیہ بدذائقہ' عورتیں تو ناخوش ہو گئیں اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ مس اسمتھ نے ایک سیاہ فام لڑکی کو اندھی کوٹھری سے رہا کرنے سے انکار کر دیا جسے میٹرن کی ایک منظور نظر کی شکایت پر بند کیا گیا تھا۔ شکایت کنندہ بھی سیاہ فام تھی اور جسے ہم رنگ زمین پرندہ ہونے کا شک کیا جاتا اور نہایت تپاک سے ناپسند کیا جاتا تھا۔ یہ نہایت نامناسب بات تھی کہ اسے تو من سلویٰ اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لئے مل رہا تھا کہ آج جولائی کی چار کا تماشہ تھا اور اس کی ستم رسیدہ روٹی اور پانی پر جی رہی تھی۔ بہت سی عورتوں نے مخبر کی اچھی طرح مرمت کی اور بڑا دن گھمسان کی لڑائی پر اختتام کو پہنچا۔ مس اسمتھ کو اپنی منظورِ نظر کو سزا دینا پڑی اور اس کے ساتھ اسے زدوکوب کرنے والی کو بھی اور ان سب کی سب کو تہہ خانے کی کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔

میں نے اپنے اگلے خط میں حب الوطنی والے دن کے واقعات پر تبصرہ کیا۔ میری لکھی ہوئی آیت ربانی کو روک لیا گیا اور بعد میں مجھے ان ہدایات کے ساتھ لوٹا دیا گیا کہ جیل میں ہونے والے کسی بھی واقعہ کو باہر نہیں بھیجا جا سکتا۔ میں اس سے پہلے کئی مقامی مسائل کے متعلق لکھ چکی تھی جنہیں مسٹر پینٹر نے نہ روکا تھا اور میں نے یہ جانا کہ میری ۴ جولائی والی داستان بڑی میٹرن کے اوپر کہیں نہیں پہنچی۔

میری عزیز اسٹیلا کا تین دن کا پھیرا میرے لئے ۴ جولائی سے بڑھ کر تعطیل ثابت ہوئی۔ میں بابشکا کے لئے اپنے خط کو اس کے حوالے کرنے کے قابل ہوگئی۔ کئی ایسے رقعے تھے جنہیں میری پڑوسنیں چوری چوری باہر بھیجنا چاہتی تھیں اس کے علاوہ کارخانے کے جعلی لیبل۔ یہ تینوں دن کارخانے سے آزادی والے تھے جو میں نے اپنی بچی کے ساتھ اپنی دنیا میں بسر کئے۔ اس پھیرے کا مدت سے انتظار تھا اور جو پلک جھپکتے میں گزر گیا اور اب اس کے بعد جیل کی وہی دانتا کل کل۔

اپنے خط میں میں نے بابشکا سے التجا کی کہ میں اسے سوویت روس پر تنقید کرنے کے حق سے محروم کرنا نہیں چاہتی یا یہ کہ میں یہ چاہتی ہوں کہ وہ بالشویک کی غلطیوں کی لیپا پوتی کرے۔ میں نے اس جانب اشارہ کیا کہ میں ان کے ایسے نظریات سے اختلاف کرتی ہوں اور ہر نوعیت کی آمریت پر میرا موقف ناقابل تنسیخ ہے۔ مگر اس کی اتنی اہمیت نہیں ہے، میں اس پر مصر تھی کہ جب ہر حکومت بالشویک کا گلا دبا رہی ہے۔ اس لئے میں اس سے سفارش کرتی ہوں کہ وہ اپنے خیالات سے رجوع کرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ تابناک ماضی میں لوٹ جائے بلکہ روس کی جدید نسل کی امنڈتی امید کے واسطے۔

بابشکا اب نحیف اور سفید تر ہو چکی تھی۔ اسٹیلا نے یہ خبر دی لیکن وہ پہلے کی طرح باغی اور آمادہ پیکار ہے اور اس کا دل کل کے لوگوں کے لئے اب بھی شعلہ فشاں ہے۔ اس کے باوجود یہ بھی سچ تھا کہ وہ رجعتی عناصر کو اپنا استحصال کرنے دے رہی تھی۔ یہ تو نامناسب تھا کہ بابشکا کی نیت پر شبہ کیا جائے یا یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ عمداً دغا کر رہی تھی۔ لیکن سوویت کے متعلق اس کے رویے پر میں صاد نہیں کر سکتی تھی۔ یہ بھی درست ہے کہ اس کی تنقید حق بجانب تھی۔ مگر میری دلیل یہ تھی کہ وہ کارکنوں کو ریڈیکل پلیٹ فارم سے کیوں نہیں مخاطب کرتی بجائے اس کے وہ ان کمینوں کی ٹولی کو خطاب کرتی ہے جو انقلاب کی کامیابیوں کو الٹ دینے پر تلے ہیں؟ میں اسے اس بات پر معاف نہیں کر سکی اور اس کی تجویز کا برا مانا جب اس نے کہا کہ ایک دن آنے والا ہے جب میں اس کے شانہ بشانہ بالشویک کے خلاف کام کروں گی۔ جو دنیا کے تمام رجعتی قوتوں سے نبرد آزما تھے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے بریشل کو ویسکیا جیسی عورت کچھ نہ دیکھ پائے اور امریکہ کی ڈراؤنی صورتحال کے باوجود کچھ نہ کہے۔ میں تو سوچ میں پڑ گئی پیٹر کروپوٹکن کے عالمی جنگ سے متعلق رویے نے مجھے اتنا متاثر نہ کیا تھا جتنا اس خاتون کی اپنے چہار جانب پھیلے ہوئے ڈراؤنے حالات کی در پردہ حمایت نے کیا۔

جہاں تک ان مقامی لبرلز اور سوشلسٹوں کا تعلق ہے جو حکومت کے ڈھنڈورچی بنے ہوئے تھے۔ مجھے تو محض ان لوگوں سے کراہت محسوس ہونے لگی جن میں رسلس، بنٹر، سیمونسز، کیلنٹس، سٹوکیز گریلس اور گمپر سینز شامل ہیں۔ یہ لوگ کبھی بھی کچھ نہ تھے سوائے سیاسی پتوں کو جھاڑنے والے، وہ تو محض اپنے انجام کو پہنچ رہے تھے۔ یہ سمجھنا اور دشوار ہو رہا تھا کہ جارج۔ ڈی۔ ہیرون، انگلس والنگ، آرتھر بیلارڈ لوبس۔ ایف۔ یوسٹ جیسے افراد میں جرمنوں سے وحشت کیوں پیدا ہو گئی تھی۔ کسی نے مجھے ہیرون کی تصنیف، دی نیڈ آف کرشنگ جرمنی بھیج دی اس سے پہلے میری نظر سے کبھی بھی اتنی خون کی پیاسی اور کسی نسل کی ایسی شیطانی تصویر کشی والی کتاب مطالعے سے نہ گزری تھی اور وہ بھی ایسے شخص کے قلم سے جس نے کلیسا کو محض اس لئے خیر باد کر دیا تھا کہ وہ بین الاقوامی انقلابی تھا!

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بحنسہ آرتھر بیلارڈ نے اپنی تصنیف ''موبلایزنگ امریکہ'' میں ایسی ہی جعل سازی پھیلائی اوراس کے فائق رفیق جان گریل اور ہمنواؤں نے بھی۔ بیلارڈ جو ایک عرصے تک ''یونیورسٹی سیٹلمنٹ'' کا پرجوش حامی رہ چکا تھا اور جس نے روس میں ۱۹۰۵ء کے زمانے میں کس دلاوری کا کام کیا تھا اسی شخص نے اپنے تمام آدرشوں کو اورادبی صلاحیتوں کو رجعت کے گوبر میں گرادیا تھا۔ مجھے تو اس بات سے خوشی ہوئی کہ اس کا دوست کیلاگ ڈرلینڈ اتنا نہ جیا کہ قتل عام اور بربادی کے ان ترجمانوں کا حلیف بنتا۔ اس کی موت جو اس کے اپنے ہاتھوں ہوئی حالانکہ ایک مایوس کن معاشقے کا نتیجہ تھی اس میں کم ازکم یہ خوبی تو تھی کہ اس سے دو متعلق افراد کو ضرب پڑی لیکن امریکی دانشوروں کی اپنے نظریات سے بے وفائی پورے ملک کے لئے کسی آفت سے کم نہ تھی۔ میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی کہ ان افراد کی ٹولی کھلم کھلا جنگجو یا نہ وطن پرستوں کے مقابلے میں امریکہ بھر میں پھیلی ہوئی سفا کی کی کہیں زیادہ ذمہ دار ہے۔

یہ بڑی خوشی کی بات تھی کہ ان میں سے کچھ نے اب تک ہوشمندی اور جرأت کا ساتھ دیا تھا۔ رینڈ الف بورنے جس کا جنگ کا عمدہ تجزیہ ہم نے مدرارتھ میں دومرتبہ چھاپا۔ وہ لبرل دانشوروں میں پائے جانے والی کردار کی کمزوری اور بے اصولے پن کو طشت ازبام کرتا رہا۔ اس کے ساتھ پروفیسر کٹیل اور ڈانا بھی تھے جنہیں کولمبیا یونیورسٹی سے ان کے غیر مسیحی بدعتی نظریات کی وجہ سے برطرف کردیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ دیگر اہل علم جنہوں نے جنگ کے متعلق اپنی بے اعتباری پر خاموشی اختیار کرنے سے انکار کردیا تھا۔ سب سے زیادہ طمانیت بخش نوجوانوں کی ریڈیکل نسل تھی اور انہوں نے دم خم کا مظاہرہ کیا تھا۔ نہ جیل اور نہ ہی تشدد انہیں کوئی شے بھی اسلحہ اٹھانے پر مجبور کرسکی۔ میکس فرشٹ، ایلوڈی مورجو ڈیٹرایٹ کے باسی تھے۔ اور ایچ آسٹن سمنس شکاگو کا شاعر انہوں نے ببانگ دہل اعلان کردیا تھا کہ وہ سپاہی بننے کے بدلے ہر قسم کی سزا بھگتنے کو تیار ہیں۔ وہ جیل گئے جیسے فلپ گروسر، روجر بالڈون اور لاتعداد دوسرے۔

روجر بالڈون ایک عظیم حیرانی ثابت ہوا۔ گزشتہ برسوں میں تو میں نے اس کے متعلق یہ رائے قائم کی تھی کہ وہ اپنے سماجی نظریات میں پریشان خیالی کا شکار تھا وہ ایسا شخص تھا جو ہر ایک کے سامنے نظریات کا گورکھ دھندہ تھا۔ اس نے جبری بھرتی سے انکار کرنے کے لئے عدالت میں اپنے مقدمے کے دوران میں انارکزم کے متعلق اپنے برملا اعتراف کے ذریعے اور اس کا بلا جھجک ریاست کے اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کرکے کہ وہ فرد کو فوجی خدمت پر مجبور کرسکتی ہے، اس امر نے مجھے اپنے جرم کا احساس دلادیا جو میں اس کے متعلق رکھتی تھی۔ میں نے اسے خط لکھا اور اس میں اعتراف کیا کہ میں نے اس کے متعلق غلط رائے قائم کرلی تھی اور اسے اطمینان دلایا کہ اس کی مثال نے مجھے یہ سودمند سبق دیا ہے کہ مجھے آئندہ مزید احتیاط کی ضرورت ہے جب میں لوگوں کو آنکوں۔

قید خانے اور فوجی بیرکیں باضمیر معترضین سے بھر چکی تھیں اور یہ وہ لوگ تھے جو نہایت تکلیف دہ سلوک کے باوجود ڈٹے ہوئے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں معاملہ فلپ گروسر کا تھا۔

اس نے سیاسی بنیادوں پر جنگ کے معترض کی حیثیت میں اپنا اندراج کرایا۔ اگرچہ یہ وفاق کے خلاف ایک دیوانی قانون شکنی تھی۔ اس نوجوان کو پکڑ کر قومی ارباب اختیار کے حوالے کردیا گیا اور اسے فوجی احکام کی حکم عدولی کے الزام میں تیس سال کی سزا سنادی گئی۔ اسے ہر قسم کے تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ اسے کوٹھری کے دروازے سے ایک زنجیر سے باندھا گیا، زمین دوز کوٹھری میں قید کیا گیا اور جسمانی تشدد بھی کیا گیا۔ اسے کئی جیلوں میں اسیر رکھا گیا اور آخر میں اسے وفاقی فوجی اصلاحی جیل میں بھیج دیا گیا جو کیلی فورنیا کے الکاٹراز جزیرے میں واقع ہے، وہاں بھی اس نے ہر اس کام میں حصہ لینے سے انکار کردیا جس کا کوئی تعلق فوجی معاملے سے ہو۔ اس نے وہاں اپنا زیادہ وقت ایک تاریک اور سیلن زدہ کوٹھری میں گزارا جسے چچا سام کے شیطانی جزیرے کا جہنمی بل کہا جاتا تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باب ۴۸

جاسوسی کے ایکٹ کی منظوری کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ ملک بھر کے سول اور فوجی جیل ان لوگوں سے بھر گئے جنہیں طویل عرصے کی سزائیں دیں گئی تھیں۔ بِل ہیورڈ کو بیس سال کی ہوئی تھی اور اس کے ایک سو دس آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کے ارکان جو ایسے الزامات میں ماخوذ تھے ایک سے دس برس کی سزا پا چکے تھے۔ الوجن وی۔ ڈیبس دس سال کیپٹن رچرڈس او ہیر پانچ برس۔ یہ ان بہت سوں میں سے چند ایک تھے جنہیں برق رفتاری سے جیتے جی مردہ خانوں میں ڈال دیا گیا تھا۔

تب نیویارک میں ہمارے نوجوان کامریڈوں کے ایک گروہ کی گرفتاری کی باری آ گئی۔ جن میں مولی اسٹیمر، جیکب ابرامز، سیمول لپمین، ہیمین لاشوسکی اور جیکب شوارٹز شامل تھے۔ ان پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ یہ ایسا پرچہ تقسیم کر رہے تھے جس میں روس میں امریکی مداخلت پر احتجاج کیا گیا تھا۔ ان تمام نوجوانوں پر تیسرے درجے کی ستم رانی کی گئی جس کے نتیجے میں شوارٹز خطرناک حد تک بیمار ہو گیا اور یہ وحشیانہ مار پیٹ کا نتیجہ تھا۔ انہیں ٹومبس جیل میں رکھا گیا جہاں ریڈیکلوں کی ایک بہت بڑی تعداد مقدمہ شروع ہونے کی یا ملک بدری کی منتظر تھی ان ہی میں ہمارا وفادار ''سویڈ'' بھی تھا۔ ان کا جرات مندانہ اور پر عزم موقف جو ایک آدرش کے لئے تھا وہ بن کے ناہموار رویے سے واضح طور پر متضاد تھا۔ اس کی یہ کوشش کہ اپنی طبی خدمات فوج کے حوالے کر دی جائیں۔ اس نے تو معاملے کی انتہا پر تصدیق کی مہر لگا دی۔ میں محسوس کرتی تھی کہ اگر وہ اپنی سزا بھگت لے گا تو مجھ میں اتنی قوت تو پیدا ہو جائے گی کہ میں خود کو اس سے آزاد کر لوں گی اور اپنے جذباتی بندھن کو بھی توڑ سکوں گی۔ اس توقع میں میں نے اسٹیلا اور فٹزی پر دباؤ ڈالا کہ وہ اس کے جرمانے کی ادائی کے لئے چندہ جمع کریں تا کہ عدم ادائیگی کی وجہ سے اسے زیادہ عرصہ جیل میں نہ رہنا پڑے۔ لیکن میرا خوف بے بنیاد تھا۔ جرمانہ اس کی رہائی سے پہلے ہی ادا کر دیا گیا۔ بن کو اس کی توفیق بھی نہ ہوئی کہ وہ مجھے یا لڑکیوں کو اس معاملے میں آگاہ کرتا۔ مجھے یہ خبر اگنس انگلس سے ملی جو میری عزیز ترین اور لحاظ کرنے والی دوست ہے اور جو مجھ سے جیل میں ملنے آئی تھی بعد میں بن نے مجھے لکھا، اپنے بیٹے کے متعلق سب کچھ بتلایا اس کی ماں اور اپنی بیوی کے متعلق اور اپنے منصوبوں کے متعلق اور مجھ سے درخواست کی کہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نے یہ نہ سمجھا کہ یہ خط جواب طلب تھا۔

اگنس انگلس تو ایسی مٹی کی بنی تھی جو دوستی کو عبادت کا درجہ دیتی ہے ۱۹۱۴ء میں ہماری ملاقات کے بعد اس نے کبھی ایک مرتبہ بھی مجھے مایوس نہ کیا اسے میرے کام نے کھینچا تھا، یہ اس نے خود ایک مرتبہ بتایا تھا۔ جس کا ذریعہ میرا اشتہاری پرچہ ''وہاٹ آئی بلیو'' تھا۔ وہ کٹر پریسباٹیرین عقائد کے حامل ایک دولت مند خاندان کی فرد تھی۔ جس سے اس کے اندر ایک عظیم داخلی ہلچل نے جنم لے لیا کہ جس سے درمیانی طبقے کی اخلاقیات اور روایات اور اپنے ماحول سے تصادم پیدا ہونے لگا لیکن اس نے نایاب روحانی ہمت سے کام لے کر اپنے ورثے سے جان چھڑائی اور بتدریج خود مختار اور طبعزاد رویے والی عورت میں ڈھل گئی۔ اس نے اپنا وقت نہایت فیاضی سے مجھے دیا، توانائی دی اور ہر ترقی پسندانہ مقصد کے لئے اپنے وسائل مہیا کئے اور ہمیشہ ہماری اظہار رائے کی آزادی کی مہم میں حصہ لیا۔ اگنس نے اپنے سرگرم عمل اور سماجی جدوجہد کو ذاتی تعلقات میں کشادہ انسانی جذبے سے مربوط کر لیا۔ میں بتدریج اس کی ان خوبیوں کو جو اس میں بطور دوست اور کامریڈ کے تھیں داد و تحسین دینے لگی اور میرے لئے یہ بہت بڑی نعمت تھی کہ وہ مجھ سے دو دن کے لئے ملنے آئی تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شہر سے رخصت ہونے سے پہلے وہ ایک مرتبہ اور اصلاحی جیل میں مجھ سے ملی اور بڑی میٹرن اسے کارخانے میں لے آئی۔ مجھے اس کی توقع نہ تھی اس لئے مجھے اس وقت بہت تعجب ہوا جب میں نے اگنس کو پاچیچ کے کمرے کے دروازے پر کھڑا پایا۔ اس کی وحشت زدہ آنکھیں چاروں طرف کا جائزہ لینے کے بعد مجھ پر جم چکی تھیں۔ اس نے میری کل کی جانب بڑھنا شروع کیا لیکن میں نے ایک اشارے سے اسے روک دیا اور اسے رخصت ہو جانے کو کہا۔ یہ میرے بس کے باہر تھا کہ میں عورتوں سے بھرے کارخانے میں اپنی محبت کی نمائش کرتی جن کی زندگیوں میں یہ شے تقریباً نایاب تھی۔

جمہوریت کے لئے لڑی جانے والی جنگ کا جشن ان دنوں اندرون ملک اور غیر ممالک میں منایا جا رہا تھا۔ جس کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ مولی اسٹیمر کے دھڑے کو طویل عرصہ قید کی سزا سنائی گئیں۔ وہ سب ہی محض نوجوان تھے اس کے باوجود امریکہ کے ڈسٹرکٹ جج ہنری ڈی کلیٹن جو نمایاں جیفر یز تھے انہوں نے ان لڑکوں کو بیس برس کی قید اور مولی کو پندرہ سال کی سزا سنادی اور ان سزاؤں کے مکمل ہونے کے بعد ان کی ملک بدری کی بھی۔ جیکب شوارٹز معزز جج کی رحم دلی سے محفوظ رہا کیونکہ وہ مقدمے کی سماعت کے پہلے ہی دن فوت ہو گیا، اس کی موت کا سبب وہ چوٹیں تھیں جو پولیس والوں کے سیسے کے سونٹے سے مارنے سے آئی تھیں ٹومبس کے قید خانے کی کوٹھری میں ایدیش زبان میں تحریر شدہ ایک نامکمل رقعے میں جو نزع کے عالم میں لکھا گیا تھا یہ درج تھا'' کامریڈ والوداع، جب تم عدالت میں پیش ہو گے تو اس وقت میں تمہارے درمیان نہ ہوں گا۔ بلا کسی خوف کے جدوجہد جاری رکھو، بہادری سے لڑو۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تم سے جدا ہو رہا ہوں۔ لیکن یہ بھی زندگی ہے جو ہماری شہادت کے بعد بھی جاری رہتی ہے........''

جس دیانت، جرأت اور تحمل کا مظاہرہ ہمارے کامریڈوں نے اپنے مقدمے کے دوران میں کیا بالخصوص مولی اسٹیمر نے اس کے متعلق میرے ایک دوست نے لکھا'' وہ انتہائی موثر تھا'' یہاں تک کہ اخباری نمائندہ تک اس کا ذکر کئے بغیر نہ رہ سکے ''جس تمکنت اور طاقت سے اس لڑکی اور دیگر مدعا علیہان نے سامنا کیا۔'' ہمارے ان کامریڈوں کا تعلق کارکنوں کی خلقت سے تھا اور جنہیں ہم بھی بہ مشکل جانتے تھے۔ اپنے اطوار کی سادگی اور باوقار رکھ رکھاؤ کی وجہ سے ان کے نام بھی سورماؤں کی اس فہرست میں شامل ہو گئے جو انسانیت کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔

جنگ سے متعلق خبروں کی تیز لہریں اس اہم مقدمے کی تفصیلات کو جو جج کلیٹن کے سامنے زیر سماعت تھا کب کا نگل جاتیں اگر وکیل صفائی اپنی ذکاوت سے انہیں نمایاں نہ کئے رہتا۔ ہیری وین برگر کو ظاہری پرت کے نیچے موجود موضوع کی اہمیت کا احساس تھا اس لئے اس نے ملک گیر شہرت کے لوگوں کو گواہی کے لئے کٹہرے میں لا کر کھڑا کر دیا یوں اس نے صحافت کو مجبور کر دیا کہ وہ مقدمے کو اہمیت دیں۔ اس نے ریمنڈ رابنسن کو حاضر کرنے کے لئے عدالتی حکم جاری کرا دیا۔ یہ روس میں امریکی ریڈ کراس کے سربراہان میں سے ایک تھا۔ اس کے علاوہ جارج کریل جس کا تعلق وفاقی اطلاعات کے بیورو سے تھا جس کی تحویل میں نام نہاد ''سسن دستاویز'' رہتی تھیں۔ یوں ساری دنیا کو گمراہ کرنے کی ان تمام سوچی سمجھی کوششوں کا پردہ چاک ہو گیا جو روس کے خلاف جعل سازی کی جا رہی تھیں اور جن کا واحد مقصد یہ تھا کہ انقلاب پر فوج کشی کرنے کے لئے راہ ہموار کی جائے۔ وین برگر نے یہ فاش کر دیا کہ صدر روڈرو ولسن نے ریاست ہائے متحدہ کے عوام کے علم میں لائے بغیر اور کانگریس کی رضامندی کے بغیر امریکی افواج کو ولادی واستوک اور آرک اینگل میں اتار دیا۔ اس لئے اس نے اعلان کیا کہ دستیاب حالات میں مدعا علیہان نے جتنا برحق اور قابل تعریف کارنامہ انجام دیا اور اپنے احتجاج سے عوام کی توجہ روس کے خلاف ہونے والی جنگوں کی طرف مبذول کرائی اگرچہ سرکاری سطح پر اس ملک سے امریکہ کے تعلقات امن پر قائم ہیں۔

انفلوینزا کی وبا جس نے پورے ملک میں تباہی پھیلا رکھی تھی ہمارے جیل میں بھی در آئی اور پینتیس مکین پڑ گئے۔ چونکہ وہاں اسپتال والی کوئی سہولت نہ تھی اس لئے باقی سب بھی شکار ہو سکتے تھے۔ عارضے کے سر اٹھانے کی پہلی علامت کو دیکھتے ہی میں نے اپنی خدمات ڈاکٹر کو پیش کر دی۔ اسے معلوم تھا کہ میں ایک تربیت یافتہ نرس ہوں اس لئے اس نے میرے دست اعانت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا خیر مقدم کیا۔اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ مس اسمتھ سے ملے گا اور میرے لئے اس کی اجازت حاصل کرے گا کہ میں مریضوں کی تیمارداری کروں لیکن کئی دن گزر گئے اور رکوئی نتیجہ نہ نکلا۔بعد میں مجھے پتہ چلا کہ بڑی میٹرن نے مجھے کارخانے سے نکلنے کی اجازت دینے سے انکار کردیا۔میں تو پہلے ہی بہت سی مراعات سے لطف اندوز ہورہی تھی،اس نے کہا اور وہ مزید نہیں دے سکتی۔

مجھے سرکاری طور پر تو مریضوں کی تیمارداری کی اجازت نہ تھی اس کے باوجود میں نے غیر سرکاری طور پر مریضوں کی مدد کرنا چاہی۔جب سے انفلوینزا حملہ آور ہوا تھا رات میں ہماری کوٹھریاں مقفل نہ کی جاتی تھیں۔جن دولڑکیوں کو نرسنگ کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہ دن بھر کی مشقت کی وجہ سے پوری رات سوتی رہتیں جب کہ سارے اردلی میرے دوست تھے۔اس سے مجھے اس کا موقع مل گیا کہ میں ایک کوٹھری سے دوسری کوٹھری میں جلدی جلدی پھیرا لگا لیتی اور جو بھی بن پڑتا ان مریضوں کو آرام پہنچانے کی کوشش کرتی۔

نومبر کی گیارہ کو صبح میں دس بجے ہمارے کارخانے کی بجلی کو بند کردیا گیا۔مشینیں رک گئی اور ہمیں بتایا گیا کہ آج مزید کام نہ ہوگا۔ہمیں اپنی کوٹھریوں میں بھیج دیا گیا اور دوپہر کے کھانے کے بعد ہمیں تفریح کے لئے صحن میں لے جایا گیا۔قید خانے میں ایسا واقعہ کبھی سننے میں نہ آیا تھا اور ہر ایک سوچنے لگا کہ اس کے کیا معنی ہیں۔میرے خیالات ۱۸۷۷ء میں جا پڑے۔میرے جی میں یہ آئی کہ آج کام کی ہڑتال کروں گی کیونکہ یہ اس دن کی سالگرہ تھی جس دن مجھ میں سماجی بیداری نے آنکھ کھولی تھی۔لیکن آج اتنی تعداد میں عورتیں اس قابل تھیں کہ کارخانے میں جائیں کہ میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ متعدد غیر حاضریوں میں اضافہ کیا جائے۔اس خلاف توقع تعطیل نے مجھے ایک موقع عنایت کردیا کہ تنہا بیٹھ کر میں اپنے شکاگو کے کامریڈ شہدا کے ساتھ روحانی رابطہ پیدا کروں۔

صحن میں تفریح کے وقت مجھے منّی ایڈی بہت یاد آئی جو یہاں کی ساکن تھی۔وہ قید خانے کی سب سے زیادہ بدنصیب فرد تھی جو مستقل اپنے کام میں الجھی رہتی۔اگرچہ وہ سخت کوشش کرتی کہ مقررشدہ کام پورا کرلے۔وہ شاذونادر ہی کامیاب ہوتی۔اگر وہ تیزی کرتی تو کام کا معیار گرجاتا اگر سست پڑجاتی تو وہ دن بھر کا کام نہ ختم کرپاتی۔فورمین اسے دھونس دیتا۔بڑی میٹرن اس پر لعنت ملامت کرتی اور اکثر اسے سزا ملتی۔گلوخلاصی کے لئے منّی اپنی چندسینٹ کی پونجی مدد حاصل کرنے پر خرچ کردیتی جو اس کی مدد کے لئے اس کی بہن دیا کرتی تھی۔وہ میری معمولی سی ہمدردی پر بچھی جاتی اور وہ میرے لئے لاینفک حصہ بن چکی تھی۔چند دنوں سے وہ سر میں چکر اور سر درد کی شدید تکلیف کی شکایت کرنے لگی تھی۔ایک روز وہ مشین ہی پر ڈھیر ہوگئی۔بات صاف تھی کہ منی سخت بیمار تھی۔اس کے باوجود مس اسمتھ نے اسے کام سے مستثنٰی کرنے کی اجازت نہ دی۔یہ عورت حیلہ ساز ہے،میٹرن نے اعلان کردیا حالانکہ ہم اس سے بہتر جانتے تھے۔ڈاکٹر کسی حالت میں نہ تو جری تھا اور نہ جارحیت والا وہ لیلٰہ سے کبھی اختلاف نہ کرے گا۔

صحن میں منّی کو نہ پاکر میں نے یہ فرض کرلیا کہ غالباً اسے اس کی اجازت مل گئی ہو کہ وہ کوٹھری میں رہے۔لیکن جب ہم سیر سپاٹے سے لوٹے تو ہمیں معلوم ہوا کہ وہ تو سزا بھگت رہی تھی اور اسے روٹی کے ٹکڑے اور پانی کے ساتھ مقفل کردیا گیا تھا۔ہمیں توقع تھی کہ اسے آئندہ روز رہا کردیا جائے گا۔

دیر گئے شام میں جیل کا سناٹا کان کے پردے پھاڑ ڈالنے والے شور سے ٹوٹا جو مردانہ حصے سے آرہا تھا۔مرد سلاخوں پر مکے مار رہے تھے،سیٹیاں بجارہے تھے اور چلا رہے تھے،عورتیں گھبرا گئیں اور ہمارے حصے کی میٹرن نے جلدی جلدی انہیں تسلی دینا شروع کردی۔جنگ بندی کے اعلان کا جشن منایا جارہا تھا۔اس نے کہا''کیسی جنگ بندی؟''میں نے پوچھا''آج یوم جنگ بندی ہے۔''اس نے جواب دیا۔''اسی لئے تم لوگوں کو تعطیل دی گئی ہے۔''ابتدا میں تو مجھے بہ مشکل اس اطلاع کی اہمیت کا اندازہ ہوا اور اس کے بعد مجھے بھی اس جذبے نے دبوچ لیا کہ چیخنا اور چلانا شروع کردوں اور کچھ ایسا کروں جس سے میرے اندر موجود

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہلچل کو بھی نکاسی مل جائے۔ ''مس اینا، مس اینا!'' میں نے میٹرن کو واپس بلایا۔ ''یہاں آیئے مہربانی فرما کر یہاں آیئے!'' وہ میری جانب بڑھی۔ ''کیا اس کا یہی مطلب ہے کہ تمام لڑائیاں بند ہو جائیں گی اور یہ بھی کہ جنگ اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہے اور جیلوں کے دروازے ان لوگوں کے لئے کھول دیئے جائیں گے جنہوں نے انسانی ذبیحے میں حصہ لینے سے انکار کر دیا تھا؟'''' مجھے بتاؤ، بتاؤ مجھے!'' اس نے تسلی دینے کی نیت سے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا۔ ''میں نے اس سے پہلے کبھی تمہیں اتنا برانگیختہ نہیں دیکھا'' اس نے کہا ''تمہاری عمر کی ایک عورت اتنی معمولی بات کے لئے اتنے جوش وخروش کا مظاہرہ کرے!'' وہ نیک دل تھی لیکن اسے اپنی جیل کی دنیا کے فرائض کے علاوہ کچھ معلوم نہ تھا۔

منّی ایڈی کو اگلے دن بھی رہا نہ کیا گیا جس کی مجھے توقع تھی۔ اس کے برعکس اس شک پر کہ کوئی اسے خفیہ کھانا پہنچا رہا ہے بڑی میٹرن نے حکم جاری کیا کہ اسے اندھی کوٹھری میں ڈال دیا جائے۔ میں نے مس اسمتھ سے گزارش کی کہ ممکن ہے اس سے منّی مر جائے اگر اسے مستقل طور پر روٹی اور پانی پر رکھا جائے گا اور سیلے فرش پر سونے کو مجبور کیا جائے گا۔ لیلٰہ نے اکھڑ لہجے میں اپنے کام سے کام رکھنے کو کہا۔ میں نے کچھ دن اور انتظار کیا تب میں نے وارڈن کو اطلاع دی کہ مجھے اس سے کسی فوری معاملے پر ملنا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مس اسمتھ کو میرے مہر دار لفافے کے مندرجات کا اندازہ تھا مگر اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اس خط کو روک سکے جو مسٹر پینٹر کے نام ہوں۔ وہ آیا اور میں نے اسے منّی کا معاملہ بتا دیا۔ اسی شام منّی کو اس کی کوٹھری میں لوٹا دیا گیا۔

''تھینکس گوونگ'' والے دن منّی کو اس کی اجازت مل گئی کہ وہ عشائیے والے کمرے میں آئے اور خصوصی کھانے میں شریک ہو۔ جہاں سور کا گوشت رکھا گیا تھا جو مشکوک معیار کا تھا۔ وہ کئی دنوں کی بھوکی تھی اس نے کھانے میں ہوکا کیا۔ ہفتہ بھر پہلے ہی اس کی بہن نے اسے جھابی بھر پھل بھیجے تھے جسے منّی کو ملنے والی رعایت کے تحت وصول کرنے کا حق تھا۔ اس میں زیادہ تر سڑ چکا تھا اور میں نے اسے متنبہ کیا تھا کہ وہ اسے ہاتھ نہ لگائے اور میں نے اس سے وعدہ بھی کیا کہ میں اپنی جنس سے انڈے اور دوسری چیزیں بھیج دوں گی۔ نصف شب کے قریب رنگ دار اردلی نے مجھے جگایا اور بتایا کہ اس نے منّی کی درد میں کراہنے کی آواز سنی ہے اور جب وہ وہاں پہنچی تو اس نے اس عورت کو فرش پر بے ہوش پایا۔ اس کا دروازہ مقفل تھا اور اس میں ہمت نہ تھی کہ وہ مس اسمتھ کو بلائے۔ میں نے اصرار کیا کہ اسے بلایا جائے۔ چند لمحوں میں ہم نے منّی کی کوٹھری سے ہائے ہائے کی آواز سنی جس کے بعد سسکیوں کی اور اس کے بعد میٹرن کے دور ہوتے قدموں کی چاپ۔ اردلی نے بتایا کہ مس اسمتھ نے منّی کے اوپر ٹھنڈا پانی انڈیل دیا اسے کئی مرتبہ ٹھوکا اور اسے کھڑے ہونے کا حکم دیا۔

اگلے دن منّی کو سب سے علیحدہ آخری کوٹھری میں رکھ دیا گیا جہاں فرش پر صرف ایک توشک تھی۔ اس کی حالت ہذیانی ہو گئی اور اس کی چیخیں پوری راہداری میں گونجتیں۔ ہمیں معلوم ہوا کہ اس نے کھانے پینے سے انکار کر دیا ہے اس لئے اسے جبراً کھلانے پلانے کی کوشش بھی کی جا چکی ہے۔ مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ وہ سزا ملنے کے بائیسویں دن مر گئی۔

جیل کی زندگی کے مصائب اور سانحات میں باہر سے آنے والی بری خبروں نے مزید بگاڑ پیدا کیا۔ میرے بھائی ہرمَین کی بیوی یعنی حسین رے دل کے عارضے میں مر گئی۔ ہیلینا بھی ذہنی طور سے بہت بری حالت میں تھی۔ ڈیوڈ نے بھی اسے ہفتوں سے کوئی خبر نہ دی تھی اور اسے یہ وسوسے گھیرے تھے کہ اسے کچھ ہو نہ گیا ہو۔

امید کی ایک کرن اس خبر سے آئی کہ مونی کی سزا کو بدل کر تاحیات قید کیا جا چکا ہے۔ یہ اس انصاف کا بھونڈا مذاق تھا کہ اس شخص کو زندگی بھر کے لئے زندہ درگور کیا جا رہا تھا جسے ریاست کے اپنے گواہان معصوم ثابت کر چکے تھے۔ اس سب کے باوجود سزا کی تبدیلی بجائے خود ایک کامیابی تھی جو میرے خیال میں ہمارے لوگوں کے موثر کام کا نتیجہ تھا۔ اس مہم کے بغیر جس کا آغاز سان فرانسسکو اور نیو یارک میں ساشا، فٹزی اور باب مائنر نے کیا تھا۔ روس کے علاوہ اگر دیگر یورپی ممالک میں وہ مظاہرے نہ ہوتے۔ مونی، بلنگز مقدمے کی وہ دھاک بیٹھی جس سے صدر ولسن اس حد تک متاثر ہوا کہ اس نے مجبور ہو کر ایک وفاقی تحقیق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شروع کرائی اوراسی اخلاقی قوت کے تحت اس نے کیلیفورنیا کے گورنر سے موتی کی زندگی کے لئے سفارش کی۔ساشا اوراس کے رفقاء نے جو ہنگامہ برپا کیا اس نے بالآخرٹوم موتی کو موت کے منہ سے چھین لیا۔یوں ہمیں اور مہلت مل گئی جس میں موتی اور بلنگز کی رہائی کے لئے مزید کام ہوسکتا تھا۔میں ان تبدیلیوں پر خوش تھی اور ساشا کی کامیابی اوراس کی سردھڑ کی بازی لگادینے والی کوششوں پر فخر تھا۔مجھے اس کی بھی آرزو تھی کہ وہ بھی آزاد ہوجائے تا کہ اپنی کامیابی کو پایہ تکمیل تک پہنچتا دیکھے جسے نزدیک لانے میں اس کی اپنی زندگی بھی جاسکتی تھی۔

جیل پر قرنطینہ کی پابندیاں لگ چکی تھیں اور ملاقاتیں روک دی گئی تھیں اس کے ساتھ ہی نئے قیدیوں کی آمد اور رہا ہونے والوں پر کوئی پابندی نہ تھی۔کئی نئی آئیں جن میں ایک ایلا تھی اسے ایک وفاقی الزام پر بھیجا گیا تھا اور وہ اپنے ہمراہ وہ چیز لائی جس کی یہاں بہت کمی تھی...... دانشورانہ رفاقت اور شعلہ صفت روح کے ساتھ۔میری دیگر اسیر ساکنان مجھ پر بہت مہربان تھیں اور ان میں محبت کی کمی نہ تھی مگر ہم لوگ مختلف دنیاؤں کے لوگ تھے۔اس سے صرف یہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنی ذہنی ترقی کی کمی کا احساس ہوجاتا اگر میں اپنے نظریات ان پر ظاہر کرنے لگتی یا ان کتابوں کا ذکر کرتی جو میں نے پڑھی تھیں۔لیکن ایلا جو ابھی انیس برس کی بھی نہ تھی میرے تصورات اور اقدار میں شریک ہوسکتی تھی۔

وہ ایک پرولتاری بچہ تھی جو غربت اور تنگ دستی سے واقف تھی، مضبوط اور سماجی بصیرت رکھتی تھی۔نرم خو اور ہمدرد۔وہ سورج کی ایک کرن کی طرح تھی وہ ساتھی اسیروں کے لئے وجہ رونق اور میرے لئے باعث مسرت تھی۔عورتوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اگر چہ وہ ان کے لئے ایک معمہ تھی۔''تم یہاں کیوں آگئیں۔''ایک قیدی اس سے پوچھ بیٹھی''جیب کترنے کے الزام میں؟''''ارے بھئی نہیں''،''مردوں کو پھانسنے کے الزام میں؟''''نہیں''''منشیات فروشی میں''''نہیں''ایلا نے ہنس کر کہا''ان میں سے ایک کے لئے بھی نہیں۔''''بہت خوب اس کے علاوہ تم اور کیا ایسا کر بیٹھیں جس کے لئے تمہیں اٹھارہ مہینے کی یاترا سنائی گئی ہے؟''''میں ایک انارکسٹ ہوں''ایلا نے جواب دیا۔لڑکیوں کو یہ بات نہایت مضحکہ خیز لگی کہ کسی کو''کچھ ہونے پر''جیل بھیج دیا جائے۔

کرسمس نزدیک تھا اور میری ہمجولیاں نہایت بے چینی سے حیران ہو رہی تھیں کہ یہ دنوں کا بڑا دن ان کے لئے کیا لائے گا۔ مسیحیت کہیں بھی اس قدر روکھی اور معنویت سے اتنی خالی نہیں ہوتی جتنی جیل میں۔کہیں بھی اس کے پندونصائح کی اتنی باضابطہ نافرمانی نہیں کی جاتی۔مگر افسانوں کو حقائق پر بالادستی حاصل ہوتی ہے۔انسانی مصائب اور مایوسیوں پر ان کی گرفت خوفناک حد تک مضبوط ہوتی ہے۔چند ایک عورتوں کو باہر سے کچھ بھی ملنے کی توقع تھی لیکن کچھ ایسی بھی تھیں جن کا باہر کی دنیا میں کوئی ایسا نہ تھا جسے ان کی فکر ہو۔اس کے باوجود وہ امید کا دامن تھامے تھیں کہ ان کا نجات دہندہ ان کے لئے کوئی خبر ضرور لائے گا۔سزا یافتگان کی اکثریت ذہنی لحاظ سے طفلانہ فہم وفراست کی حامل تھیں۔سانتا کلاز اور لمبی جرابوں کے متعلق باتیں کرتیں جس میں عقائد کی سادہ لوحی ہوتی۔یوں انہیں اپنے مصائب اور بے توقیری کے احساس پر غلبہ پانے میں مدد ملتی۔اللہ نے انہیں بھلا دیا ہے اور مرد انہیں فراموش کر چکے ہیں ان ہی تسلیوں میں انہیں پناہ مل رہی تھی۔

کرسمس کی آمد سے بہت پہلے ہی سے میرے لئے تحائف آنے لگے۔میرے کنبے والے، کامریڈوں اور دوستوں نے مجھے تحائف میں غرق کردیا۔جلد ہی میری کوٹھری مینا بازار لگنے لگی اور ہر دن نئے اور مزید ڈبے آنے لگے۔معمول کے مطابق میرے عزیز بنی کیپس نے میری سستے زیورات کی فرمائش کے جواب میں جو میں دیگر اسیروں کے لئے چاہتی تھی اس نے ایک بہت بڑا بکس روانہ کردیا جس میں کنگن، بازو بند، بندے، گلوبند، انگوٹھیاں، جڑاؤ پن جو اتنی تعداد میں تھیں جس سے''وولورتھ اسٹور''کے ذخائر شرمانے لگیں کلابتوں، جھالریں، رومال، لمبی جرابیں اور دیگر اشیاء اتنی کافی مقدار میں روانہ کردیں جن سے چودھویں سڑک پر کسی بھی اسٹور کو شرمندہ کیا جاسکتا تھا۔دوسرے لوگ بھی کم فیاض نہ تھے۔میرے قدیم دوست میخائل اور اینی کون خاص طورر سے شاہ خرچ نکلے۔اینی اگر چہ برس ہا برس سے اپاہج تھی اور شدید اذیت میں مبتلا تھی مگر اسے دوسروں کا بہت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خیال تھا۔ وہ بلاشبہ ایک نادرروزگار ذات تھی جس میں پر ہمت صبر اور بے لوث نیک دلی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ یہ چوتھائی صدی سے میرے جانثار دوست تھے۔ ہمیں جب بھی ضرورت ہوتی میخائل ہماری مدد کو پہنچنے والے لوگوں میں سب سے آگے ہوتے۔ تحریک میں ہماری مساعی میں تعاون کرتے ہمارا بوجھ ہلکا کرتے۔ مدد کرتے اور دینے میں دریغ نہ کرتے۔ میری اسیری کے بعد شائید ہی کوئی ہفتہ گزرا ہوگا جس میں ان کا کوئی ہمت افزائی والا خط یا کوئی تحفہ نہ آیا ہو۔ کرسمس کے لئے اینی نے مجھے ایک خاص الخاص پارسل بھیجا تھا...... اس میں شامل ہر چیز اس نے خود بنائی تھی۔ جیسا کہ میخائل نے بڑی محبت سے لکھا اچھی سی اینی جو جسمانی عارضے کی شہید ہے، بہ آہستگی خستہ حال ہوتی جا رہی ہے اس کی تکلیف روزافزوں ہے اور اب وہ دوسروں ہی کے لئے جی رہی ہے۔

یہ ایک مسئلہ تھا کہ ان تحائف کو کیسے تقسیم کیا جائے کہ ہر ایک کو وہ ملے جو اسے سب سے زیادہ پسند ہو۔ جس سے نہ تو حسد جنم لے اور نہ ہی ترجیح اور جانبداری کے شکوک پیدا ہوں۔ میں نے اپنی مدد کے لئے اپنی تین ہمسایوں کو بلا لیا۔ اور پھر ان کے ماہرانہ مشورے اور مدد سے میں نے سانتا کلاز کا کردار ادا کیا۔ کرسمس والی شام میں جب میری تمام اسیر ساتھی سینما بینی کر رہی تھیں ایک میٹرن نے ساتھ دے کر ان کی کوٹھریوں کے قفل کھولے۔ ہمارے کوٹ تحائف سے پھولے ہوئے تھے۔ پرمسرت راز داری سے ہم ہر منزل پر کودتے پھلانگتے گئے اور ہر کوٹھری میں یکے بعد دیگرے داخل ہوئے۔ جب عورتیں سینما سے لوٹیں تو کوٹھریوں کا احاطہ خوشی اور نعرہ ہائے تحسین سے گونجنے لگا۔ ''سانتا کلاز یہاں سے گزرا ہے! وہ میرے لئے کوئی بڑھیا سی چیز لایا ہے!'' ''میرے لئے بھی'' اور یہی آواز ہر کوٹھری میں پھر سے گونجنے لگی۔ مسوری کی اصلاحی جیل میں پڑنے والا کرسمس میرے لئے کہیں زیادہ خوشیاں لے کر آیا بہ نسبت سابق موقعوں کے جو میں نے باہر گزارے تھے۔ میں اپنے ان دوستوں کی بہت شکر گزار تھی جنھوں نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں اپنی ساتھی مصیبت زدگان کی تاریک زندگیوں میں روشنی کی ایک کرن لانے کے قابل ہو سکی۔

نئے سال پر دوبارہ جیل پُر شور ہاؤ ہو سے گونجنے لگا۔ بے شک خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے لئے نیا سال تڑپانے والا رہائی کا لمحہ نزدیک تر لے آتا ہے۔ ان سے زیادہ بے چارے لوگ نہیں ہو سکتے جنہیں زندگی بھر کے لئے بھیجا گیا ہو ان کی زندگی کے نئے دن یا نئے سال میں نہ کوئی امید آتی ہے اور نہ ہی کوئی خوشی۔ پیاری سی اگی اپنی کوٹھری ہی میں رہی اور اپنے نصیبوں پر آنسو بہاتی رہی۔ اس بے چاری کو دیکھ کر رحم آتا تھا۔ تینتیس برس کی کے سن میں وہ گھلی جا رہی تھی وہ اصلاحی جیل میں اس وقت سے تھی جب اس کا اٹھارواں سال لگا تھا۔ اسے اس لئے سزا ہوئی تھی کیونکہ اس نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا تھا۔ قتل اگی کے شوہر اور اقامتی مہمان کے درمیان میں نشے میں تاش بازی کے جھگڑے میں ہوا تھا۔ اس میں غالباً نوعمر دلہن نہ تھی جس نے مہلک پو کر چلایا تھا بلکہ اس کا اپنا ''آڑی'' داؤ پیچ لگا کر ذمہ داری سے بچ نکلا۔ اس نے سرکاری گواہ کو اپنا حامی بنا لیا اور یوں اس بچی کو اس کے انجام کو پہنچا دیا۔ اس کی نوعمری نے اسے پھانسی کے پھندے سے تو بچا لیا اور اس کی سزا تبدیل کر کے عمر قید سنا دی گئی۔ میں نے تو اگی کو نہایت شیریں اور رحمدل انسان پایا جس میں محبت کرنے کا بے پایاں جذبہ تھا۔ دس برس کی قید کاٹنے کے بعد اسے ایک کتا رکھنے کی اجازت مل گئی جو اس کا کوئی ملاقاتی دے گیا تھا۔ اس کا نام رگلز تھا اور وہ نہایت بدصورت جانور تھا لیکن اگی کی نظر میں وہ چاند کا ٹکڑا تھا۔ اس کے پاس جو کچھ تھا اس میں سب سے زیادہ قیمتی شے یہی تھی اور زندگی سے واحد رشتہ بھی۔ کوئی بھی ماں اپنے بچے کو اتنی توجہ اور محبت نہیں دے سکتی جتنا اگی اپنے پالتو کو دیتی تھی۔ وہ کبھی بھی اپنے لئے کچھ نہ مانگتی، مگر رگلز کے لئے وہ بھیک بھی مانگ سکتی تھی۔ اس کی بجھی ہوئی آنکھیں صرف اس وقت چمکتیں جب وہ رگلز کو اپنے بازوؤں میں لیتی اور اس محبت کی ماری بد نصیب کے دل تک پہنچنے کا واحد راستہ یہی تھا جسے قانون کی حماقت نے ٹھپہ لگا کر ایک سنگدل مجرم میں بدل دیا تھا۔

اس کے علاوہ میری ایک اور پڑوسن مسز شوبگر تھی، ایک ''بری عورت'' جیسا کہ بری میٹرن اسے کہا کرتی تھی۔ ایک مخلص کیتھولک، ازدواجی رشتہ المناک نکلا طلاق لینے کے باوجود اسے چین نہ ملا۔ اس کی بیماری نے اسے بچہ جننے سے بھی محروم کر دیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جس سے اس کی زندگی میں بے کیفی اور تنہائی بڑھی۔ اس کے شوہر نے دوسری عورتوں میں پناہ تلاش کی اور اسے کڑھنے اور آنسو بہانے کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے ہی گھر میں قیدی بن گئی۔ ایک دن قتل کرنے کی دیوانگی میں اس نے اس کے جسم میں پستول خالی کر دیا۔ اس کے والدین جرمن نژاد تھے جس کی وجہ سے لیلہ اسمتھ اسے اور نہ پسند کر سکی۔

نئے سال کے ساتھ ڈیوڈ کی موت کا صدمہ بھی سننے کو ملا۔ کئی مہینوں سے لڑکے کے خاتمے کی افواہیں پورے کنبے پر سیاہ چادر کی طرح تنی ہوئی تھیں۔ ہیلینا کی درخواست پر جو اس نے واشنگٹن سے کی تھی کہ اس کے بیٹے کی خیریت بتائی جائے کوئی جواب نہ آیا۔ امریکی حکومت اپنے فرائض انجام دے چکی تھی اس نے تو دیگر ہزاروں نوجوانوں کے ساتھ ڈیوڈ کو بھی دخانی جہاز پر لاد دیا تھا کہ فرانس کے میدانوں میں کھیت ہو جائے اور اپنے ملک میں رہ جانے والوں لوگوں کی ذہنی اذیت سے اس کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ یہ خبر تو ایک افسر نے پہنچائی جو فرانس سے لوٹا تھا تب اسٹیلا کو اس کے المناک انجام کا علم ہوا۔

لڑکے نے ایک ذمہ دار پوزیشن منتخب کی تھی جو خطرناک بھی تھی جہاں سے وہ اس فوجی طائفے کی حفاظت کر سکتا تھا جسے اس کی ذمہ داری میں دیا گیا تھا۔ یہ بات اسٹیلا کو اس کے ساتھی نے بتلائی۔ اس نے اپنی جان جنگل بوادی غاپ کے مقام پر ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو گنوائی۔ یہ مقام آرگون کے جنگلوں میں ہے وہ جنگ بندی سے صرف ایک ماہ پہلے عین اس وقت مارا گیا جب وہ کڑیل جوان تھا اور اس کی جوانی کا سنہرا دور شروع ہوا تھا۔ میری بہن تو ابھی تک اس مصیبت کے پہاڑ سے بے خبر تھی جو اس پر ٹوٹنے والا تھا۔ یہ اسے اس وقت بتایا جائے گا جب سرکاری طور پر اطلاع ملے گی۔ اسٹیلا کے خط نے یہ بتایا۔ میں ہیلینا پر اس قیامت کی خبر کے اثر کو سمجھ سکتی تھی اور میرے دل میں اس کی ذات کے لئے وسوسوں نے گھیر لیا۔

کئی ماہ میں پہلی مرتبہ میرا ایک ملاقاتی آیا تھا وہ تھی میری عزیز دوست اور ہمکار ایم۔ ایلز۔ فٹز جیرالڈ...... ''فٹزری'' ہماری اسیری کے بعد اس نے پرنس ٹاؤن پلیر ز میں ایک ملازمت کر لی تھی۔ وہ وہاں اتنا ہی جی لگا کر کام کرتی تھی جتنا کہ ہمارے ساتھ۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے موتی، بلنگز کی مہم کے سلسلے میں اپنی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں اور سیاسی قیدیوں کی ایمنسٹی لیگ میں بھی۔ اس کے علاوہ اس نے ہمارے اسیر لڑکوں کی دیکھ بھال بھی جاری رکھی۔ مجھے اس بات کا احساس اس وقت ہوا جب میں نے اسے دیکھا کہ وہ کتنی مشقت کر رہی ہوگی۔ وہ خستہ حال اور تھکی لگ رہی تھی اور مجھے افسوس ہوا کہ میں نے اپنے خط میں اسے کیوں لتاڑا کیونکہ اس نے ایک عرصے سے مجھے خط نہیں لکھا تھا۔

وہ شکاگو میں منعقدہ موتی کانفرنس میں شرکت کے بعد نیو یارک لوٹتے ہوئے درمیان میں مجھ سے ملنے جیفرسن چلی آئی۔ وہ ساشا سے اٹلانٹا ملنے بھی گئی تھی۔ اس سے اس کی ملاقات، اس کے بقول نہایت غیر اطمینان بخش ثابت ہوئی کیونکہ یہ نہایت مختصر تھی اور کڑے پہرے میں ہوئی تھی۔ اس کے باوجود وہ میرے لئے اس کا ایک رقعہ چوری سے لے آئی تھی۔ مقدمے کے آخری دن کے بعد سے مجھے ساشا کا آج تک کوئی براہ راست پیغام نہ ملا تھا۔ اس بات کو بھی سال ہو چکا تھا اور مانوس رسم الخط پا کر میرے حلق میں پھندہ لگ گیا۔ فٹزی نے میرے سوالات کے جو جوابات دیئے اس میں ٹالنے کا عنصر زیادہ تھا اور مجھے شک ہوا کہ ساشا کے معاملے میں سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ وہ وہاں نہایت خوفناک وقت گزار رہا تھا اس نے تامل سے اقرار کیا۔ اسے زمین دوز کوٹھری میں اس لئے بند کر دیا گیا تھا کہ وہ وارڈن تک ایسے احتجاج کو پہنچانا چاہتا تھا جس میں بے یار و مددگار قیدیوں پر ڈنڈے برسائے جاتے تھے۔ اس نے افسران کی اس لئے سخت دشمنی مول لے لی۔ کیونکہ اس نے ایک اسیر حبشی نوجوان کو بلا کسی اشتعال کے قتل کر دیئے جانے پر احتجاج کیا تھا جس کی پیٹھ میں اس کی ''گستاخی'' پر گولی ماری گئی تھی۔ اسے اس کے تمام کرسمس پارسلوں سے ایک کو چھوڑ کر محروم کر دیا گیا۔ دیگر تحائف جو اسے بھیجے گئے تھے وہ سب کے سب افسران کی کھانے کی میزوں کی زینت بنے۔ اس کا منہ اترا ہوا تھا اور وہ بیمار لگتا تھا، فٹزی نے بتایا ''لیکن تم ساشا کو جانتی ہو'' اس نے جلدی سے کہا اور اضافہ کیا ''کوئی چیز اس کی ہمت شکنی نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس کی حس مزاح کو کند کر سکتی ہے۔ وہ مذاق کئے جاتا اور ہنسے جاتا جب تک میں اس کے پاس رہی آخر کار میں بھی شریک ہو گئی مگر اپنے آنسو پیتی رہی۔'' ہاں، میں ساشا سے واقف ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سب جھیل جائے گا۔ محض آٹھ مہینے اور باقی ہیں......کیا اس نے اپنی قوت برداشت پنسلوانیا جیل میں نہیں دکھائی تھی؟

فنٹری نے شکاگو میں ہونے والی موئنی کانفرنس کے نتائج بتائے جس میں کوئی ایسی بات نہ تھی جسے ہمت افزا سمجھا جاتا اور اس کے انعقاد میں اس کا بھی ہاتھ تھا۔ زیادہ تر محنت کشوں کے رہنما اس کوشش میں مصروف رہے کہ کسی طرح موئنی کی سرگرمیوں کو پٹری سے اتار دیں۔ اس نے یہ بھی بتایا۔ وہاں ایک دل شکن عدم اتفاق بھی تھا کہ موئنی اور بلنگز کے معاملے میں ایک عام ہڑتال کا اعلان کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ بظاہر ایک واضح کوشش بھی تھی کہ معاملے کو تشہیر نہ ملے اور انہیں آزاد کرانے کے لئے زیادہ "سفارت کاری" والے طریقے آزمائے جائیں۔ انارکسٹوں کی شرکت کی ہمت شکنی کی جائے۔ یہی لوگ سب سے آگے آگے تھے جنہوں نے سان فرانسسکو والے معاملے میں ہنگامہ برپا کر دیا تھا اور ساشا نے کام کرنے میں خود کو زندہ گور کر لیا اور یہاں تک کہ اپنی جان بھی خطرے میں ڈال لی تھی۔ نوبت یہ ایں جا رسید کہ کوششیں ہو رہی تھیں کہ اس جنگ میں سے انارکسٹوں اور ان کی مساعی کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ یہ کوئی پہلا واقعہ نہ تھا اور نہ ہی یہ آخری ہوگا کہ جس میں انارکسٹوں نے اپنے دامن کو محض اس لئے شعلوں کے نذر کر دیا تا کہ دوسروں کے لوبان کو آگ سے بچا لیا جائے۔ لیکن بلنگز اور موئنی اگر رہا ہو جاتے ہیں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ ہمیں ہمارے کام کا معقول صلہ مل گیا۔ بلاشبہ، فنٹری کی یہ نیت نہ تھی کہ عام ہڑتال کرانے کے لئے اپنی کوشش میں کوئی کسر آنے دے گی۔ اور مجھے معلوم تھا کہ یہ بہادر لڑکی مقدور بھر سب کچھ کرے گی۔

جیل میں آدمی کی سب سے بڑی گرانی اس کی بے بسی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مصیبت زدہ عزیزوں کے لئے کچھ نہیں کر پاتا۔ میری بہن، ہیلینا نے مجھے میرے والدین سے بڑھ کر محبت دی تھی۔ وہ اگر نہ ہوتی تو میرا بچپن کہیں زیادہ بنجر گزرتا۔ اس نے مجھے کئی ضربوں سے بچایا تھا اور اس نے میری نوجوانی کو بھی دکھوں اور درد سے محفوظ رکھا۔ اس کے باوجود اس کی سب سے بڑی آزمائش کی گھڑی میں میں اس کی مدد کے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔

اگر میں اب بھی یہ فرض کر لوں کہ میری بہن ماضی کی طرح پوری انسانیت کے مصائب کو اپنا سمجھے گی تو میں اسے کہہ سکتی تھی کہ تمہاری طرح تو بہت سی غم زدہ مائیں ہیں اور ان کے صدمات تمہارے غم سے کسی طرح کم دلخراش نہیں ہیں اور دوسروں کے اکیلے ڈیوڈ کی ناوقت موت کے مقابلے میں کہیں زیادہ دلدوز ہیں تو ہیلینا اس بات کو سمجھ لیتی اور اس کا دکھ سارے جہاں کے غم میں تحلیل کر جاتا۔ کیا اب وہ ایسا کر سکے گی؟ میری بہن لینا اور اسٹیلا کے خطوط سے تو میں یہ سمجھ سکی ہوں کہ ہیلینا کے سماجی ہمدردی کے تمام سوتے اپنے بیٹے کی محبت میں بہنے والے اشکوں کی وجہ سے خشک ہو چکے ہیں۔

وقت سب سے بڑا مرہم ہے اور ممکن ہے یہ میری بہن کے زخموں کو بھی بھر دے۔ میں سوچتی رہی۔ میرے لئے بس یہی ایک امید کی کرن تھی اور میں قریب آتی ہوئی رہائی پر آس لگائے بیٹھی رہی جب میں اپنی جان سے زیادہ عزیز بہن کو کہیں دور ایسی جگہ لے جاؤں گی اور شائید دلداری، غمخواری اور راز و نیاز کے ذریعے چین و راحت پہنچاؤں گی۔

میرے رنج و محن میں ایک اور صدمے نے اضافہ کیا۔ جو تھا میری دوست جیسی ایشلے کی رحلت جو ایک بہادر باغی تھی۔ کسی اور امریکی عورت نے جو اس مرتبے کی ہو اس نے انقلابی تحریک سے خود کو اس طرح وابستہ نہ کیا تھا جیسا جیسی نے کیا۔ اس نے آئی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو کی سرگرمیوں میں جان دے کر حصہ لیا۔ اظہار کی آزادی اور ضبط تولید کی مہموں میں، ان سب میں ذاتی خدمات کے ساتھ اپنے بہت سے وسائل لگائے۔ وہ ہمارے ساتھ جبری بھرتی کے خلاف لیگ میں ساتھ رہی تھی اور ہر اس تحریک میں جو ہم نے بھرتی اور جنگ کے خلاف چلائی۔ جب ساشا اور مجھے پچاس ہزار ڈالر کی ضمانت پر رہا کرنے کا مطالبہ ہوا تو اس نے اس دستاویز کے لئے دس ہزار ڈالر النقد کا عطیہ دیا۔ اس کی موت کی اطلاع جو ایک مختصر علالت کے بعد ہوئی بالکل خلاف توقع تھی۔ ڈیوڈ اور جیسی......ایک میرا خون اور دوسری ایک جان دو قالب......ان کی موت نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اس کے باوجود دو اور افراد کا خوفناک انجام جنہیں میں محض ناموں سے جانتی تھی یہ بہت بڑی ضرب لگی...... جو روز لکسمبرگ اور کارل لایب کارنیخت کی اموات تھیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوشل ڈیما کریسی ان لوگوں کی منزل تھی اور انار کسٹوں سے انہیں بالخصوص بہت خوف ووحشت ہوتی تھی۔ انہوں نے ہم سے اور ہمارے نظریات سے جنگ کی لیکن ہمیشہ جائز طریقوں سے نہیں۔ آخر کار سوشل ڈیما کریسی جرمنی میں فتح سے ہمکنار ہوئی۔ مقبول قہر نے قیصر کو ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور مختصر انقلاب نے ہوین سولن کے گھر کو مسمار کر دیا۔ جرمنی کو ایک عوامی جمہوریہ بنانے کا اعلان کر دیا گیا اور سوشلسٹوں کے ہاتھوں میں اس کی باگ دوڑ آ گئی۔ لیکن 'آہ' مارکسؔ کے نظریاتی پرتو کی ستم رانی ملاحظہ ہو! لکسمبرگؔ اور لایب کارنیختؔ جنہوں نے جرمنی میں سوشلسٹ پارٹی کو منظّم کرنے میں ہاتھ بٹایا تھا۔ نئے عہد کے کٹر کامریڈوں نے جو اقتدار پر فائز ہوئے تھے، انہیں کچل کر رکھ دیا۔

ایسٹر کے ساتھ نئی بہار نے بھی آنکھیں کھولیں۔ میری کوٹھری میں حرارت بھر گئی اور پھولوں کی مہک بس گئی۔ زندگی کے نئے معنی دکھائی دینے لگے...... آزادی میں اب صرف چھ ماہ باقی تھے!

اپریل کے مہینے میں ایک اور سیاسی شخصیت وارد ہوئی جس کا نام مسز کیٹ رچرڈزؔ اوہارا تھا۔ اور وہ ہماری محفل میں شامل ہوگئی۔ میں اس سے ایک مرتبہ پہلے بھی مل چکی تھی۔ جب وہ جیفرسن سٹی کے جیل میں گورنر گارڈنرؔ سے ملنے کی غرض سے آئی تھی۔ اسے جاسوسی کے قانون کے تحت سزا سنا دی گئی۔ لیکن اسے یقین کامل تھا کہ سپریم کورٹ اس فیصلے کو منسوخ کر دے گی اور چاہے کچھ ہو جائے اسے ہماری طرح جیل کی ہوا نہ کھانا پڑے گی۔ مجھ پر اس کے اندھے عقیدے جیسے اطوار نے ناخوشگوار اثر چھوڑا اور اس کے اس خیال پر بھی کہ اس کے حق میں مستثنیات کا قانون حرکت میں آ کر رہے گا۔ مگر میں اس کی خوش نصیبی کی بھی متمنی تھی۔ لیکن جب وہ مجھے اصلاحی جیل میں دھاری دار کپڑوں میں ملبوس ملی اور وہ ہماری قطار میں شامل ہونے کی منتظر تھی تا کہ طعام کے کمرے میں داخل ہو سکے تو مجھے بڑا افسوس ہوا کہ اس کی امیدیں بر نہ آئیں۔ میں چاہتی تھی کہ اسے بازو سے پکڑ کر چند باتیں کروں جس سے اس کے جیل کے ابتدائی پر آزمائش اور تکلیف دہ گھنٹوں کی ناخوشگواری کم ہو جائے۔ لیکن بات چیت اور احساسات کا اظہار وہاں قطعاً ممنوع تھا۔ اس کے علاوہ مسز اوہاراؔ کا انداز بالکل ہٹو بچو والا تھا۔ وہ طویل قد و قامت والی تھی۔ اس کا انداز متکبرانہ، اس کے چہرے پر سختی پھیلی ہوئی تھی کیونکہ اس کے سر پر سیاہی مائل بال تھے۔ میرے لئے یہ بہت دشوار تھا کہ میں اس سے کوئی خوشگوار بات کہوں یہاں تک کہ ہم لوگ صحن میں پہنچ گئے۔

مسز اوہاراؔ ایک سوشلسٹ تھی۔ میں اس کے چھوٹے سے رسالے کو پڑھ چکی تھی جسے وہ اپنے شوہر کے ساتھ نکالتی تھی۔ میرے نزدیک اس کا سوشلزم پھیکے چھاپ والا تھا۔ اگر ہم باہر ملے ہوتے تو ہم لوگوں میں اس موضوع پر تند و تلخ بحث مباحثہ ہوتا اور پھر پوری عمر کے لئے ہم اجنبی بن جاتے۔ قید خانے میں ہمیں جلد ہی مشترک دلچسپیاں نزدیک لے آئیں اور ہماری روز مرہ انسانی زندگی میں رابطے پیدا ہونے لگے جو نظریاتی اختلافات کے مقابلے میں کہیں زیادہ مستحکم ثابت ہوئے۔ مجھے کیٹؔ کی ظاہری سرد مہری کے خول کے تلے ایک گرم جوش دل ملا اور وہ ایسی عورت ثابت ہوئی جو سادگی اور نازک جذبات کی پڑیا نکلی۔ ہم بہت جلد ہی دوست بن گئے۔ اور اس کی ذات میں میری دلچسپی اس رفتار سے بڑھنے لگی جس رفتار سے اس کی شخصیت مجھ پر فاش ہوتی جاتی۔

جلد ہی ہم سیاسی لوگ...... کیٹؔ، ایلاؔ اور میں...... کا نام ''تثلیث'' پڑ گیا۔ ہم اپنا زیادہ تر وقت اکٹھا گزارتے اور ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے گئے۔ کیٹؔ کی کوٹھری میرے دائیں جانب تھی اور اس کے بعد ایلاؔ کی تھی۔ ہم نے اپنی باقی قیدی ساتھیوں کو نظر انداز کیا نہ ان سے قطع تعلق کیا مگر فکری معاملے میں کیٹؔ اور ایلاؔ میرے لئے کوئی دوسری دنیا تھیں اور ان کی دلچسپیوں سے سیر نہ ہوتی۔ ان کی دوستی اور محبت سے۔

کیٹ اوہاراؔ اپنے چار بچوں سے جدا ہو گئی تھی جن میں سب سے چھوٹا صرف آٹھ برس کا تھا...... یہ ایسی کڑی آزمائش تھی جو بہت سی عورتوں کو بے حال کر دیتی، تاہم کیٹؔ بڑی باہمت نکلی۔ اسے معلوم تھا کہ ان کا باپ فرینک اوہاراؔ ان کی اچھی طرح پرورش کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ جہاں تک ذہانت اور بالغ نظری کا تعلق تھا اس کے بچے اپنی عمروں سے کہیں زیادہ سمجھدار تھے۔ وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنی ماں کے حقیقی کا مرید تھے نہ کہ محض اس کی رحم کے نونہال۔ان کے جذبے کیٹ کی ہمت بڑھانے کا بڑا سبب تھے۔
فرینک اوہارا کیٹ سے ہر ہفتے ملنے آتا اور کبھی کبھار پہلے بھی اور اسے اس کے دوستوں اور اس کے کام سے باخبر رکھتا۔وہ اس کے خطوط کی مشین سے نقلیں تیار کرتا اور ملک بھر میں روانہ کرتا۔یوں اسیری کی ناگواری کیٹ سے دور ہی رہی۔ایک اور عنصر ایسا تھا جس نے اسے قید کی تکالیف پر حاوی آنے میں مدد دی وہ اس کی ذات میں حالات سے مطابقت پیدا کرنے والی غیر معمولی صلاحیت تھی۔حالات چاہے جیسے ہوں وہ ان میں جگہ پیدا کر لیتی اور ہر جگہ اپنے پر سکون اور باتدبیر اطوار سے شامل ہو جاتی۔کارخانے میں پایا جانے والا جان لیوا شور وشغب اور دیوانہ بنا دینے والی گھڑ گھڑاہٹ بھی لگتا جیسے اسے گراں نہ گزر رہے ہوں۔اس کے باوجود جیل میں آنے کے دو ماہ کے اندر ہی اس پر حواس باختگی کا دورہ پڑا تھا۔اس نے اپنی طاقت کا زیادہ تخمینہ لگا لیا تھا جب اس نے یہ کوشش کی کہ کام کو اس عجلت سے سیکھ لیا جائے جس تیزی سے ہم میں سے کوئی نہ کر سکا تھا۔
لیکن کیٹ نے ہمت نہ ہاری اور فرینک نے بھی اس کی بہت ہمت بڑھائی۔ وہ پہلے ہی اس کی معافی کے لئے کارروائی کا آغاز کر چکا تھا۔اسے ایک جنگ مخالف تقریر کرنے پر سزا ہوئی تھی۔لیکن میاں بی بی دونوں کے سیاسی تعلقات دور دور تک تھے۔اس لئے یہ بات معقولیت کی حد تک یقینی تھی کہ کیٹ کو پوری سزا نہ کاٹنی پڑے گی۔میں خود بھی اپنے دوستوں کی اس پیشکش کو مسترد کر چکی تھی کہ میرے لئے کوئی رعایت لی جائے۔مگر کیٹ کا معاملہ جدا تھا جو سیاسی گورکھ دھندے میں یقین رکھتی تھی۔تاہم مجھے امید تھی کہ اس کی درخواست میں دیگر سیاسی قیدیوں کے نام بھی شامل کر لئے جائیں گے۔
دریں اثناء میسوری کی اصلاحی جیل میں کیٹ وہ تبدیلیاں لا رہی تھی جنہیں میں گزشتہ چودہ مہینے سے لانے کی بے سود کوششیں کر رہی تھی۔اسے ایک سہولت حاصل تھی وہ تھی اس کے شوہر کی سینٹ لوئیس میں ہمہ وقت موجودگی اور اس کی اخبارات تک رسائی اور ہم اپنی گفتگو میں ایک دوسرے کو چھیڑتے کہ ان دونوں میں سے کس کی اہمیت زیادہ ہے۔اس نے اوہارا کو اپنے خط میں عورتوں کے شعبے میں کتب خانہ نہ ہونے پر تنقید کی تھی۔اور اس کی خوراک کی حالت زار پر تبصرہ تھا جس میں کھانا لینے کیلئے دو گھنٹے تک کھڑا رہنا پڑتا تھا۔ان باتوں کا ذکر جب ''دی پوسٹ ڈسپیچ'' میں ہوا تو اس سے فوری سدھار آ گیا۔بڑی میٹرن نے اعلان کر دیا کہ آج سے مردوں کے حصے سے کتابیں حاصل کی جا سکتی ہیں اور اب گرما گرم کھانا دیا جانے لگا۔''گزشتہ دس برس میں پہلی مرتبہ جب سے میں یہاں ہوں۔'' یہ ایلی کا تبصرہ تھا۔
عبوری عرصے میں ایک خلاف معمول چیز کو وارڈن نے متعارف کرایا جس میں کیٹ کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔یہ اعلان کیا گیا کہ ہم لوگوں کو ایک سنیچر چھوڑ کر ہر ہفتے شہر کے پارک میں پکنک کے لئے لے جایا جائے گا۔یہ اتنی غیر معمولی دعوت تھی کہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور تھے کہ یہ کوئی مذاق ہے۔ایسا سچ جو حلق سے اتارے نہیں اترتا۔لیکن ہمیں جب یقین دلایا گیا کہ پہلی سیر آئندہ سنیچر کے دن ہوگی اور یہ بھی کہ ہم پوری سہ پہر پارک میں گزاریں گے اور جہاں مردوں کا باجہ رقص کے لئے نغمہ سرائی کرے گا تو عورتیں بد حواس سی ہو گئیں اور جیل کے سارے قوانین کو فراموش کر بیٹھیں۔وہ کبھی روتیں اور کبھی ہنسنے لگتیں، چیختیں اور عموماً اس طرح مٹکنے لگیں جیسے پاگل ہوں۔مارے خوشی کے سارا ہفتہ تناؤ میں گزرا۔ہر ایک جان دے کر کام پورا کرنے میں جت گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب بڑا دن آئے تو کام ادھورا رہ گیا ہو۔وقفے کے دوران میں ساری گفتگو پکنک کے موضوع پر ہوتی اور سونے سے پہلے کوٹھریوں کی راہداری میں آنے والے واقعے ہی کے متعلق سرگوشیوں میں بات چیت ہوتی۔ہم بن ٹھن کے کیسی اچھی لگیں گی اور پارک میں چہل قدمی کرتے ہوئے کیسا لگے گا؟ کیا باجے والے لڑکے اتنے قریب ہوں گے کہ ان سے بات چیت ہو جائے گی؟ کسی دوشیزہ کو بھی پہلی مرتبہ ناچ کی محفل میں شرکت پر اتنی ہیجانی کیفیت نہ طاری ہوئی ہوگی جتنی ان بیچاریوں پر سوار تھی۔ان میں سے زیادہ تر نے ایک دہائی سے بھی اوپر ہوئے جیل کی دیواروں کے باہر قدم نہ رکھا تھا۔
پکنک تو ضرور ہوئی مگر ہمارے لئے......یعنی کیٹ، ایلا اور میرے لئے...... یہ ایک بیزار کن واقعہ تھا۔ہمارے آگے اور پیچھے بھاری مسلح پہرے دار تھے اور متعین حد سے باہر کسی کو قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی۔پہرے دار باجے کے طائفے کو اپنے حلقے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں لئے رہے۔اور جیسے ہی ناچ شروع ہوا تو میٹرنوں نے کسی کو بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔کھانا نہایت بدذائقہ تھا۔اور یہ ساری کارروائی ایک تماشہ نکلا جو انسانی وقار کی توہین تھی۔مگر ہماری بدنصیب ساتھی سزایافتگان کے لئے یہ سب کچھ صحرا میں بھٹکنے والے یہودیوں پر اترنے والے من سلویٰ سے کم نہ تھا۔

میں نے اسٹیلا کو اگلے خط میں ٹینی سن کی نظم "لائٹ بریگیڈ" کا حوالہ دیا۔اسی ہفتے کے کسی دن وارڈن نے مجھے بلا بھیجا اور پوچھا کہ اس نظم کا حوالہ دینے سے تمہاری کیا مراد ہے۔میں نے اسے بتایا کہ آئندہ سنیچر کو ہونے والی پکنک میں اپنی کوٹھری میں رہنا پسند کروں گی بجائے مسلح پہرے داروں کے نرغے میں رہنے کے۔کسی عورت کے فرار ہو جانے کا کوئی امکان نہیں جب کہ چاروں طرف کا دیہی علاقہ کھلا ہوا ہے اور چھپنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔"مسٹر پینٹر کیا آپ یہ بات نہیں سمجھ پا رہے" میں نے استدعا کی۔"یہ پارک نہیں ہے جو خوشگوار ماحول پیدا کرلے گا؟ یہ عورتوں پر آپکا اعتماد ہوگا اور یہ احساس کہ کم از کم ہر دو ہفتے بعد انہیں اس کا موقع مل رہا تھا کہ مقید ہونے کا احساس نہ رہے۔آزادی کا احساس اور رہائی کا خیال اسیروں میں نئے اخلاق کو جنم دے گا۔"

اگلے سنیچر کے روز پہرے داروں کی تعداد کم تھی اور انہوں نے بھی اپنے اسلحے کی نمائش ہمارے چہروں کے سامنے نہ کی۔حدود کی پابندیاں اٹھالی گئیں اور پورا پارک اب ہمارا تھا۔باجہ بجانے والے لڑکوں کو سوڈا پانی کے کھڑے پر لڑکیوں سے ملنے کی اجازت تھی تا کہ وہ ان کی جھاگ دار مشروب اور ادرک والے مشروب سے خاطر مدارت کریں۔پارک میں کھلایا جانے والا کھانا بتدریج ترک کر دیا گیا کیونکہ دونوں میٹرنوں کے لئے اس کا خوش اسلوبی سے انجام دینا ممکن نہ سمجھا گیا۔لیکن ہم میں سے کسی نے اس کا برا نہ مانا کیونکہ اس کے عوض رات کے کھانے کے بعد جیل کے صحن میں ہمیں تفریح کے لئے دو مزید گھنٹے دیئے گئے۔جیل کے ساکنوں کے پاس اب جینے کے لئے اور مستقبل کو خوش آئند بنانے کے لئے سوچ بچار کا موقع مل گیا۔ان کے سوچنے سمجھنے کا شعار بدل گیا۔وہ زیادہ جانفشانی سے کام کرنے لگیں اور ان کی سابقہ بیزاری اور جھلاہٹ میں کمی آگئی۔

ایک روز ایک خلاف توقع ملاقاتی کی آمد کا اعلان کیا گیا......ایس یانوفسکی جو نیویارک سے شائع ہونے والے ہمارے انارکسٹ ہفت روزہ کا مدیر نکلا۔وہ اپنے لیکچروں کے دورے پر کیلیفورنیا جا رہا تھا اور وہ جیفرسن سٹی میں مجھ سے ملے بغیر گذر نہ سکتا تھا۔اس نے کہا۔مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ میرا سخت مخالف اور گذرے برسوں کا نکتہ چیں اپنی راہ کھوٹی کر کے مجھ سے ملاقات کرنے آیا تھا۔اس کا جنگ پر موقف اور اس کی وڈرو ولسن کی پرستش کی حد تک عقیدت نے مجھے اس سے بیگانہ کر دیا۔یہ نہایت ہمت شکن صورت حال تھی کہ ایسی صلاحیت اور فراست والا شخص عمومی جذباتی ریلے میں بہہ جائے۔لیکن پھر بھی اس کی بے ربطی پیتر کروپوتکن سے بدتر نہ تھی۔جس نے قیادت سنبھال لی اور جس کی دیگر جنگ کے حامی انارکسٹوں نے پیروی شروع کر دی۔تاہم یانوفسکی اتحادیوں کی حمایت کی جوش میں ایک اور حد پھلانگ گیا۔اس نے وڈرو ولسن کی شان میں ایک قصیدہ لکھا اور شاعرانہ مبالغے سے کام لے کر اسے 'فخر بحر او قیانوس' ٹھہرا دیا۔جو شائد اس کے سورمائی کو یورپی ساحل تک طاری کر دے تا کہ امن کے لیے بہت بڑا جشن منایا جاسکے۔ایک عمر رسیدہ شریف آدمی کی دوسرے شخص کے لیے اس نوعیت کی صنم پرستی نے نہ صرف مجھے چراغ پا کر دیا بلکہ میری خوش مزاجی کو بھی ٹھیس پہنچی۔

ہماری سزایابی اور جس شرمناک طریقے سے ہمیں نیویارک سے اڑا کر لے جایا گیا' ہو نہ ہو ان باتوں نے یانوفسکی کے ضمیر کو ضرور جھنجھوڑا ہوگا۔اس نے ہمارے حق میں لکھا اور تقاریر کیں ہمارے لئے چندہ جمع کیا اور ہمارے انجام کے متعلق گہری فکر مندی ظاہر کی۔لیکن ہماری جدوجہد کا اصل مقصد تو ساشا کی جان کو سان فرانسسکو کے پھندے سے بچانا تھا جس نے میرے اور یانوفسکی کے درمیان نزدیکی روابط قائم کر دیئے۔اس کا جی کھول کر تعاون کرنا اور ساشا کے معاملے میں گہری دلچسپی لینے سے یہ ثابت ہوا کہ وہ جانثار دوستی کا وصف رکھتا ہے جسے میں اس سے پہلے اس میں نہ دیکھ سکی تھی۔

میری ڈاک دوبارہ دس روز سے رکی ہوئی تھی۔میرے دو خطوط ایسے پائے گئے تھے جن کے مندرجات کو باغیانہ نوعیت کا شمار کیا گیا۔میں نے ان میں اس کانگریسی کمیٹی کا مضحکہ اڑایا تھا جو امریکہ میں بالشویزم کی تحقیق کر رہی تھی۔میں نے ان میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اٹارنی جنرل اے۔ مچل۔ پالمر اور اس کے انداز حکمرانی، اس کی مطلق العنانی اور اس کے جابرانہ ہتھکنڈوں پر کڑی تنقید کی تھی۔ اس کے ساتھ ریاست نیویارک کے سینیٹروں لسک اور اورمین پر بھی جوریڈیکلزم کے معاملات کی چھان بین کر رہے تھے۔ یہ نئے رب وان ونکلز تھے جو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے تھے اور یہ جاننے کی کوشش کر رہے تھے کہ ان کے چند ہم وطن ایسے بھی ہیں جو سماجی حالات کے متعلق سوچتے ہیں اور پڑھتے ہیں اور کچھ ایسے تخریب کار عناصر بھی پائے جاتے ہیں جو اس موضوع پر لکھنے کی جرأت بھی کرتے ہیں۔ ایسے جرائم کو پنپنے ہی نہ دینا چاہئے اگر ہمیں امریکی اداروں کو بچانا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ عیاری والے کام گولڈ مان اور برکمین کے کرتوت تھے اور (پرزن میموائرز آف این انارکسٹ) اور (انارکزم اور دیگر ایسیسیز) کو اس فہرست میں شامل کر دیا جانا چاہئے جنہیں ممنوع کرنا مقصود ہو۔

میری دیر سے آنے والی ڈاک میں ہیری وین برگر کی طرف سے یہ خبر آئی کہ ساشا کا اٹلانٹا فیڈرل جیل میں علاج کیا جا رہا ہے اور ہمارے وکیل نے واشنگٹن سے اس معاملے میں احتجاج کیا تھا۔ ساشا کو ایک زمیں دوز کوٹھری میں بند رکھا گیا تھا، تمام مراعات سے محروم کر دیا گیا تھا جن میں ڈاک اور مطالعے کا سامان بھی شامل تھا اور قلیل خوراک پر رکھا جا رہا تھا۔ تنہائی اس کی صحت برباد کر رہی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے موکل پر جیل انتظامیہ کی اس صریحی ستم رانی کے خلاف وین برگر نے ایک تشہیری مہم چلانے کی دھمکی دی تھی۔ ہمارے کامریڈوں مورس بیکر، لوئیس کریمر اور ان کے علاوہ اٹلانٹا کے دیگر سیاسی لوگوں پر بھی یہی بیت رہی تھی۔

میرے دوسرے خط میں ہمارے تابندہ جرمن انارکسٹ گستاؤ لینڈاور کی اندوہناک موت کا ذکر تھا۔ ایک اور ممتاز ستم رسیدہ کا اس فہرست میں اضافہ ہوا تھا جس میں پہلے سے روز الکسمبرگ' کارل لایب کارنیخت اور کرٹ ایزنر شامل تھے۔ لینڈاور کو باویریا میں برپا ہونے والے انقلاب کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اسے گولی سے اڑا کر بھی رجعت پرستانہ طیش کی آگ نہ بجھی۔ انہوں نے اپنے شیطانی کام کو مکمل کرنے کے لئے خنجر بھی استعمال کیا۔

گستاؤ لینڈاور جرمن جریدے 'نوجوان' (جنگن) کا دیگر دانشوروں کی طرح روح رواں تھا۔ یہ ان لوگوں کا گروہ تھا جنہوں نے انیسویں صدی کی آخری دہائی میں جرمن سوشلسٹ ڈیموکریٹک پارٹی سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ دیگر اور باغیوں سے مل کر اس نے انارکسٹ رسالہ ''ڈر سوزیالسٹ'' جاری کیا۔ وہ نثر نگاری اور شاعرانہ صلاحیتیں رکھتا تھا۔ سماجیات اور ادبی اہمیت کی متعدد کتابوں کا مصنف بھی تھا۔ اس لئے جلد ہی اس کی مطبوعات جرمنی کی موثر ترین تحریریں شمار ہونے لگیں۔

۱۹۰۰ء میں لینڈاور نے کروپوٹکن کے کمیونسٹ۔ انارکزم سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس کے بجائے پِرُودوں کے انفرادیت والے مکتب فکر کا حامی ہو گیا۔ یوں نئی حکمت عملی اختیار کرنا بھی ضروری ہو گیا۔ بلاواسطہ عوامی انقلابی اقدام کی پرامن مزاحمت کا وہ حامی بن گیا۔ تہذیبی اور امداد باہمی کوششوں کو اساسی سماجیت تبدیلیوں کے لئے وہ واحد تعمیری وسیلہ سمجھتا تھا۔ اسے آپ قسمت کی ستم ظریفی کہہ سکتے ہیں کہ گستاؤ لینڈاور بدل کر تالستائی کا پیروکار بن گیا مگر اس کی جان ایک انقلابی شورش کی نذر ہو گئی۔

جن دنوں قیصر کے سوشلسٹ اپنے ہی حلیف سیاسی افراد کی بیخ کنی میں مصروف تھے تو اسی زمانے میں ان کے ملک کے مقدر کا فیصلہ ورسیلز میں ہو رہا تھا۔ امن کے مذاکرات دردزہ میں مبتلا تھے اور طویل ہونے کے علاوہ تکلیف دہ بھی تھے جس کا نتیجہ ایک مردہ بچے کی پیدائش تھا جو ایک معنی میں جنگ سے بھی زیادہ گھناؤنا تھا۔ اس کا جرمن عوام پر جو خوفناک اثر ہوا اور باقی ماندہ دنیا پر پڑنے والے اثرات سے ہمارے موقف کی اچھی طرح تصدیق ہو گئی کہ خونریزی سے خونریزی کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اور وڈرو ولسن جو سفارتکاری کی میز پر ایک معصوم فرد تھا اسے کس آسانی سے یورپی شارک مچھلیوں نے نگل لیا طاقتور امریکہ کا صدر جس کی مٹھی میں پوری دنیا تھی۔ اس کی افسوسناک ناکامی ملاحظہ کیجئے اور اس کی بربادی کو دیکھئے! میری حیرانی تو اس بات سے نہ جاتی تھی کہ ہمارے دانشور پجاری اس وقت کیا محسوس کر رہے ہیں جب ان کے صنم کے چہرے کو بزرگوں کی حکومت کا نقاب نہ چھپا سکا۔ جنگ کو بذریعہ جنگ ختم کرنے سے ایسا امن برآمد ہوا جو مزید خطرناک جنگوں کا حامل ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جن لوگوں سے میری خط و کتابت تھی ان میں فرینک ہیرسن اور الیکزینڈر ہاروے کی تحریریں نہایت پرلطف ہوتیں۔ ہیرس میرا بہت خیال رکھتا۔ مجھے رسائل بھیجتا رہتا اور تواتر سے لکھتا رہتا۔ جنگ کے متعلق اس کے موقف کی وجہ سے گزشتہ برس اس کے چند ہی فرمودات مجھ تک پہنچ سکے اور نہ ہی پیرسنس کا کوئی شمارہ ملا تھا فرینک جس کا مدیر تھا۔ لیکن ۱۹۱۹ء میں مجھے ڈاک باقاعدگی سے ملنے لگی۔ مجھے ہیرس کی مطبوعات اپنے عمدہ اداریوں کی وجہ سے پسند آتے نہ کہ ان کے سماجی رویوں پر۔ ہم دونوں اپنے تصورات کی بنیاد پر کہ نوع انسان کو کس طرح راحت پہنچائی جائے ایک دوسرے سے فاصلے پر تھے۔ فرینک اقتدار کے غلط استعمال کا مخالف تھا اور میں اقتدار ہی کی مخالف۔ اس کا مثالی شخص ایک فیض رساں آمر تھا جو دانش مندی اور فیاضی سے حکومت کرے، جبکہ میرا استدلال تھا کہ ''اس قسم کا جانور آج تک پیدا ہی نہیں ہوا'' اور نہ ہی پیدا ہوگا۔ ہم ایک دوسرے سے اکثر بھڑ جاتے اس کے باوجود کوئی تلخی نہ پیدا ہوتی۔ اس کی دلکشی اس کے نظریات میں نہ تھی بلکہ اس کی ادبی خوبیوں میں تھی' اس کے چبھتے ہوئے اور پرمزاح قلم میں تھی۔ اس کے لوگوں اور واقعات پر طنزیہ تبصروں میں تھی۔

تاہم ہماری پہلی جھڑپ نظریات پر نہ ہوئی تھی۔ میں نے اس کی تحریر 'دی بومب' پڑھی اور میں اس کی ڈرامائی قوت سے ازحد متاثر ہوئی۔ اس میں سچے تاریخی پس منظر کی کمی تھی لیکن افسانوی پس منظر میں یہ کمال کی کتاب تھی اور میں محسوس کرتی تھی کہ یہ میرے شکاگو کے کامریڈوں کے متعلق پائے جانیوالے بربنائے لاعلمی تعصّبات کو رفع کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔ میں نے اس کے نسخوں کو ادب کی اس فہرست میں شامل کرلیا جنہیں میرے لیکچروں کے دوران میں فروخت کیا جاتا تھا۔ اور ان پر ساشا نے مدر ارتھ کے شماروں میں تبصرہ بھی کیا تھا اور ہم نے اپنے کالموں میں مشتہر بھی کیا تھا۔

اس پر مسز لوسی ہیرسن نے ہماری اچھی طرح خبر لی یہ مسٹر پارسنز کی بیوہ تھیں۔ انہوں نے 'دی بومب' کی اس لئے مذمت کی کیونکہ اس میں حقائق کو مدنظر نہیں رکھا گیا تھا۔ اور اس لئے بھی مذمت کی گئی کیونکہ اس میں ہیرس نے ایسی تصویر کشی کی تھی جیسے البرٹ کی کوئی روکھی پھیکی شخصیت تھی۔ فرینک ہیرس کا کہنا تھا کہ اس نے ڈرامائی واقعات پر مبنی ایک ناول لکھا تھا نہ کہ کوئی تاریخ۔ میرا اس نکتے پر اس سے کوئی اختلاف نہ تھا۔ لیکن مسز پارسنز اس کی مذمت کرنے میں قطعاً حق بجانب تھیں کہ ہیرس نے البرٹ پارسنز کی غلط تصویر کشی کی تھی۔

میں نے فرینک سے اس بات پر اظہار تعجب کیا تھا کہ بظاہر وہ پارسنز کی شخصیت کو سمجھنے میں ناکام رہا۔ وہ غیر دلچسپ اور کمزور شخصیت نہ تھا۔ اسے تو لوئیس لنگ کی صف میں کھڑا کیا جانا چاہئے تھا جو اس ڈرامے کا ہیرو تھا۔ پارسنز تو جان بوجھ کر ان لوگوں میں شامل ہوگیا تھا تاکہ اپنے کامریڈوں کے انجام میں شریک ہوجائے۔ اس نے تو اس سے بھی بڑھ کر کیا۔ اس نے اس موقع کو حقارت سے ٹھکرا دیا جب وہ ایک معافی نامہ لکھ کر اپنی جان بچا سکتا تھا جبکہ اس سے دوسروں کی زندگیوں پر کوئی اثر نہیں پڑ رہا تھا۔

جواب میں فرینک نے یہ صفائی پیش کی کہ اس نے لنگ کی شخصیت کو اس لئے ممتاز بنا دیا کیونکہ وہ اس لڑکے کے عزم' بے خوفی اور اس کے توکل سے بہت متاثر ہوا تھا۔ اس نے اس لئے لنگ کی مداحی کی تھی کیونکہ وہ اپنے دشمنوں کو بہ نظر تحقیر دیکھتا تھا اور اس نے بڑے فخر سے اپنی موت کو منتخب کیا تھا۔ چونکہ وہ اپنی کتاب میں دو سورما نہیں تخلیق کرسکتا تھا اس لئے اس نے لنگ کو ترجیح دی تھی۔ میں نے اپنے اگلے خط میں اس کی توجہ بہترین روسی مصنفین جیسے تالستائی اور دوستووسکی کی جانب مبذول کرائی جن کی تصنیفات میں دو سے زیادہ ہیرو ملتے ہیں۔ مزید براں پارسنز اور لنگ کی شخصیتوں میں پایا جانیوالا گہرا تضاد اگر 'دی بومب' میں ڈرامائی دلچسپی بڑھانے کا موجب تھا تو البرٹ پارسنز کی پرشکوہ ذات کو صدقِ دل سے بیان کیا جاتا۔ ہیرس نے تسلیم کیا کہ مارکٹ کے سانحے کی اہمیت کسی صورت میں میری کتاب کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔ شائید ایسا زمانہ آئے جب وہ اسی کہانی کو کسی اور زاویئے سے لکھے گا جس میں البرٹ پارسنز کی شخصیت حاوی ہوگی۔

الیکزینڈر ہاروے کے خطوط نہایت دلچسپ ہوتے۔ وہ تمام یونانی اور لاطینی معبدوں اور تمدنوں کا پرستار تھا۔ ان دو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تہذیبوں کا تمام ورثہ جو ہم تک پہنچا ہے اس کی نگاہوں میں اس کی حیثیت کم نہ تھی۔ ''مجھ پر اعتبار کرو۔'' اس کے ایک خط میں یہ لکھا تھا ''سب سے سچا اور با اصول معترض سوفکلز تھا۔'' قدامت کا زوال اپنے ساتھ آزادی کی تخفیف بھی لاتا ہے۔ تم خود ہی مجھے 'اینٹی گون' کی یاددہانی کرا رہے ہو۔ تمہاری زندگی میں کوئی چیز شاندار اور ناقابل فہم ہے جو حدیث دل میں بھی درج ہے۔'' میں نے اس سے کہا کہ ''وہ اس نکتے کی تشریح کرے کہ اس کی قدیم اور مرغوب دنیا میں غلامی کیسے چلتی رہی۔'' میں نے اس سے یہ فرمائش بھی کی کہ وہ میرے ذہن کو واضح کرے کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ جب میں نے یونانی اور لاطینی کی ابجد بھی نہیں پڑھی اس کے باوجود میں ہر شے پر آزادی کو ترجیح دیتی ہوں۔ اس کی اس نے واحد وضاحت یہ پیش کی کہ اس کی وجہ ہزاروں یونانی کھیل ہیں جو انگریزی میں ترجمہ کئے جا چکے ہیں۔

میری لائبریری دوستوں کی بھیجی ہوئی کتابوں کی وجہ سے پھیلتی چلی جا رہی تھی۔ ان میں ایڈورڈ کارپنٹر، سگمنڈ فرائڈ، برٹرینڈ رسل، بلاسکو ریانیز اور لائزکو کے علاوہ 'دی ٹین ڈیز دیٹ شوک دی ورلڈ' جیسی تصانیف بھی موجود تھیں۔ جان ریڈ کی اسٹوری جو انتہائی سنسنی خیز تھی ان سب نے مجھے اپنے ماحول کو فراموش کر دینے میں مدد دی۔ میں خود کو ایک قیدی سمجھنا بھول گئی جو مسوری اصلاحی جیل میں تھی اور یوں محسوس کرنے لگی جیسے روس منتقل کی جا چکی ہوں۔ اس میں برپا طوفان کی لہروں پر بہے جا رہی ہوں اور اسی رفتار سے حرکت کر رہی ہوں اور ان قوتوں سے ہم آہنگ ہو چکی ہوں جو یہ معجزانہ تبدیلیاں لائی ہیں۔ ریڈ کا بیان ان تمام تحریروں سے قطعاً جدا تھا جو میں اکتوبر کے انقلاب کے متعلق پڑھ چکی تھی۔ 'دس تابناک دن' بے شک یہ ایک سماجی زلزلہ کتاب تھی جس کے جھٹکے پوری دنیا کو ہلائے دے رہے تھے۔

میں ابھی روس کی فضا ہی میں سانس لے رہی تھی کہ میرا ایک قابل ذکر واقعے سے واسطہ ہوا...... ایک ٹوکری بھر گہرے سرخ گلاب کے پھول جنہیں پیٹروگراد کے بل شاتوف نے بھیجا تھا وصول ہوئے۔ بل جو امریکہ میں ہماری کئی لڑائیوں میں ہمارا ساتھ دے چکا تھا۔ ایک ہنس مکھ اور دوست کا مرید تھا، انقلاب کے منجدھار میں ہوتے اور یا داخلی اور خارجی دشمنوں کے نرغے میں ہونے کے باوجود خطرات اور موت کے چنگل میں ہوتے میرے لئے پھول ارسال کرنے کو سوچ رہا تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com